تذکرہ سلطانیہ

قبلۂ عالم حضرت خواجہ قاضی **محمد سلطان عالم** میرپوری چیچوی، رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اسلاف و اخلاف اور خلفاء کے احوال

تالیف

ڈاکٹر معین نظامی

صدر شعبۂ فارسی و مسند حضرت سید علی ہجویری
اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

خانقاہِ فتحیہ

گلہار - کوٹلی - آزاد کشمیر

Marfat.com

تذکرۂ سلطانیہ

قبلۂ عالم حضرت خواجہ قاضی **محمد سلطان عالم** رحمۃ اللہ علیہ میرپوری چیچوی،

آپ کے اسلاف و اخلاف اور خلفاء کے احوال

تالیف

ڈاکٹر معین نظامی

صدر شعبہ فارسی و مسند حضرت سید علی ہجویری
اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور

خانقاہِ فتحیہ

گلہار ۔ کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	تذکرۂ سلطانیہ
اشاعتِ اوّل	:	۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء
تالیف	:	ڈاکٹر معین نظامی
حروف ساز	:	سلطانیہ پبلی کیشنز، جہلم
طباعت حسب الایماء والارشاد	:	قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ فتحیہ، گلہار، کوٹلی، آزاد کشمیر
تعداد		

Marfat.com

عارفہ وزاہدہ

حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا والدۂ ماجدۂ حضرت خواجہ
قاضی محمد صادق نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
کی نذر
جنھوں نے حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
حقِ رفاقتِ زندگی اور اپنی ظاہری و باطنی اولاد کی تربیت
کا حق ادا کیا

ان اللہ لایضیع اجر المحسنین

Marfat.com

فہرست

صفحہ	موضوع	شمار
۱۳	داعیہ	۱
۱۵	دیباچہ	۲
	باب اوّل:	
۲۱	احوالِ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ	۳
۲۳	اسمِ گرامی	۴
۲۴	ولادت	۵
۲۵	حُلیہ مبارک	۶
۲۶	مولد و مسکن	۷
۲۷	سلسلۂ نسب	۸
۳۰	اَسلاف کی ایران میں آمد	۹
۳۱	اَسلاف کی برِ صغیر میں آمد	۱۰
۳۲	ریاست جموں کشمیر میں آمد	۱۱
۳۶	حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت	۱۲
۳۸	بیعت و ارادت	۱۳
۴۰	تکمیلِ سلوک	۱۴
۴۳	خلافت و اجازت	۱۵
۴۳	سَنگی	۱۶

Marfat.com

۱۷	پہلے سنگی اور خلیفۂ مجاز	۴۳
۱۸	آغازِ ارشاد میں مرتبۂ تاثیر	۴۴
۱۹	لباس	۴۴
۲۰	کھانا	۴۶
۲۱	مہمان نوازی	۴۹
۲۲	کسبِ حلال	۵۱
۲۳	اندازِ گفتگو	۵۳
۲۴	اتباعِ سنت	۵۶
۲۵	تقویٰ	۵۷
۲۶	مزاح	۵۹
۲۷	شعروسخن	۵۹
۲۸	آدابِ معاشرت	۶۲
۲۹	مصافحہ	۶۳
۳۰	پردہ	۶۳
۳۱	تصویر	۶۴
۳۲	اراضی اور مویشیوں کی نگرانی کے لیے کتا	۶۴
۳۳	معاشرتی معمولات	۶۴
۳۴	تربیتِ سالکین	۶۵
۳۵	مراحلِ تربیت	۶۷

Marfat.com

۳۶	ذاتی معمولات	۷۰
۳۷	قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور سیاست	۷۹
۳۸	سالکین کے لیے اذکار و اوراد	۸۰
۳۹	خدمتِ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم	۸۵
۴۰	سفر	۸۹
۴۱	ازواج	۹۴
۴۲	اولاد امجاد	۹۸
۴۳	قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال	۱۰۰
۴۴	خوشبو	۱۰۰
۴۵	فقیر محمد پہاڑیہ	۱۰۱
۴۶	۱۹۳۴ء کا سال	۱۰۲
۴۷	تجہیز و تکفین	۱۰۲
۴۸	تابوت	۱۰۳
۴۹	جنازہ	۱۰۳
۵۰	آخری آرام گاہ	۱۰۴
۵۱	مقبرہ	۱۰۴
۵۲	عرس مبارک	۱۰۵
۵۳	قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض خصوصیات	۱۰۹
۵۴	چند اقوال	۱۱۶

Marfat.com

۵۵ مجرب نسخہ جات ۱۲۱

۵۶ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ معاصر اولیائے کرام کی نظر میں ۱۲۴

باب دوم

۵۷ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سنگیوں
کے بارے میں حضرت خواجہ قاضی محمد صادق
مدظلہ العالی کے ملفوظاتِ گرامی ۱۲۷

باب سوم:

۵۸ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ۲۳۳

۵۹ حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۶

۶۰ حضرت قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰

۶۱ مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ باروالے ۲۴۵

۶۲ مُلّا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۴

۶۳ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۸

۶۴ میاں محمد ستار رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۲

۶۵ میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۶

۶۶ میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۷

۶۷ میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۰

۶۸ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۲

۶۹ میاں منظر حسین رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۵

Marfat.com

۷۰	میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ثانی)	۲۷۸
۷۱	قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۰
۷۲	میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۳
۷۳	سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۶
۷۴	میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۰
۷۵	میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۴
۷۶	مولانا عبدالخالق چھاچھی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۹
۷۷	سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۳
۷۸	حضرت مولانا حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۹
۷۹	خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۷
۸۰	صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۵
۸۱	سیّد غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۱
۸۲	قاضی کرم علی خان رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۳
۸۳	سیّد باقر شاہ	۳۳۴
۸۴	میاں حشمت علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۶
۸۵	سائیں عبدالحلیم لاروی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۸

Marfat.com

عرض داشت

ھادیٔ صادق، امینِ فیضانِ نقشبندیہ، مجددیہ، سلطانیہ حضرت خواجہ قاضی **محمد صادق** نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مربی و مرشد، والدِ ماجد، سلطانِ شریعت و طریقت حضرت خواجہ قاضی **محمد سلطانِ عالم** نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ تعلیمی، تربیتی اور سوانحی یادداشتوں کو وقتاً فوقتاً قلمبند کروایا۔ ۲۰۰۴ء میں متعلقین کے استفادے کے لیے کتابی ترتیب کا پروگرام بنا۔ آپ کی نگاہِ بصیرت نے اس کام کے لیے پروفیسر معین نظامی صاحب کا انتخاب فرمایا۔ اُنہوں نے دسمبر ۲۰۰۷ء کو "تذکرۂ سلطانیہ" نامی کتابی شاہکار کا مسودہ ترتیب دے کر قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا۔ مسودے کی پسندیدگی کے ساتھ بطرزِ استعجاب فرمایا: "نہ معلوم کب چھپے گا؟"

بحمد اللہ تعالیٰ! آپ کی توجہ اور برکت سے مئی ۲۰۰۹ء میں طباعتی مرحلہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ اس تذکرہ کو خواص و عوام کے لیے رہنمائی کا سبب بنائے۔

عبید الہادی

محمد اقصد طاہر

Marfat.com

بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم

دیباچہ

حضرت خواجہ قاضی محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سرزمینِ کشمیر کے کثیر الفیضان نقشبندی مجدّدی شیخِ طریقت تھے۔ آپ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوکر ہزاروں لوگ دین ودنیا میں سرخرو ہوئے۔ متعدد اکابر نے آپ کی زیرِ نگرانی مراحلِ سلوک طے کیے، خلافت واجازت سے مشرف ہوئے اور اپنے اپنے حلقے میں سرگرمِ رشد وہدایت رہے۔ فیوض وبرکات کی اِسی کثرت کے باعث حضرت خواجہ قاضی محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ''قبلۂ عالَم'' کے لقب سے معروف ہوئے۔

آپ ۱۸۷۱ء کے لگ بھگ پرانے میرپور شہر کے نواحی گاؤں چیچیاں شریف میں ایک باعلم اور صاحبِ تقویٰ صدّیقی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا وصال ۹۔ مئی ۱۹۳۴ء / ۲۳۔ محرم ۱۳۵۲ھ کو اُسی گاؤں میں ہوا اور تدفین بھی وہیں ہوئی۔ منگلا جھیل کی وجہ سے وہ علاقہ زیرِ آب آگیا۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء میں آپ کا جسدِ اطہر دربارِ عالیہ کالادیو، جہلم منتقل کردیا گیا جہاں آپ کا مزارِ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔

زیرِ نظر تذکرۂ سلطانیہ آپ ہی کے احوال وخصال کا ذکرِ جمیل ہے۔ اس میں آپ کے خلفائے کرام اور کئی مخلصین کے حالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

تذکرۂ سلطانیہ کے ابواب کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ پہلا باب حضرت قبلۂ عالَم خواجہ محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے احوال، آپ کے طریقۂ تربیت اور آپ کی شخصیت وکردار کے بہت سے ذوق انگیز پہلوؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

۲۔ دوسرے باب میں حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلفاء اور دوسرے سنگیوں کے بارے میں حضرت خواجہ قاضی محمد صادق نقشبندی مجدّدی مدظلہ العالی کے ملفوظاتِ گرامی تحریر کیے گئے ہیں جو خزینۂ تاریخ اور گنجینۂ معرفت ہیں۔

۳۔ تیسرے باب میں حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ۲۷ خلفائے کرام کے احوال وکوائف بیان کیے گئے ہیں۔ ضمناً ان کے بہت سے متعلقین کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

اس طرح یہ کوشش کی گئی ہے کہ کشمیر کے اِس بابرکت خاندان کی تاریخ اور اس کے فیوض وبرکات کی زیادہ سے زیادہ تفصیل یکجا ہو جائے تا کہ اِس سرچشمۂ خیر وخوبی سے وابستہ افراد اپنے سلسلۂ طریقت کی اِس دستاویز سے فیض یاب ہو سکیں اور یہ سرمایۂ معارف آنے والی نسلوں کے لیے بھی محفوظ ہو جائے!

زیرِ نظر تذکرۂ سلطانیہ کئی جہات سے ایک اہم تذکرہ ہے۔ چیچیاں شریف کے قاضی خاندان کے نقشبندی مشائخ کے احوال، اُن کی خانقاہوں کے قیام اور خدمات اور اُن سے وابستہ بہت سے افراد کا تذکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ، تذکرۂ سلطانیہ خطۂ کشمیر کا دینی، ثقافتی اور معاشرتی تذکرہ بھی ہے۔ اِس میں بہت سے معروف اور نسبتاً کم معروف رِجال واَماکن کا ذکر ملتا ہے، کئی مقامی رسموں کا بیان ہے اور مقامی زبانوں کے متعدد الفاظ اور جُملے بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔ اس علاقے کی مساجد اور مزارات کا اِس تذکرے میں اہتمام سے ذکر موجود ہے۔ مشائخ کرام کے علاوہ کئی مجذوبوں، حافظوں، قاریوں، شاعروں، خوشنویسوں، مدرسوں اور دیگر پیشوں سے وابستہ افراد کا تذکرہ اِس کے صفحے صفحے پر دیکھا جا سکتا ہے۔ خانقاہِ فتحیہ،

Marfat.com

کوٹلی، آزاد کشمیر اور خانقاہِ سلطانیہ، جہلم سے وابستہ کئی گھرانوں کی تاریخ بھی اِس تذکرے میں ثبت ہوگئی ہے۔ اِس میں تصوّف و معرفت کی اصطلاحات تو خیر ہیں ہی، بہت سی دیگر اصطلاحات بھی ملتی ہیں۔ بہت سے آلات، ملبوسات اور غذاؤں کے نام بھی تذکرۂ سلطانیہ کے متن میں موجود ہیں جن کی بدولت اس کی ثقافتی اور معاشرتی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

خوش نصیبی سے تذکرۂ سلطانیہ کی ترتیبِ نو اور حتمی تالیف راقم کے سپرد ہوئی۔ ابتدائی طور پر مجھے دو مختلف بیاضوں پر مشتمل یادداشتیں موصول ہوئیں۔ اس کے بعد میرے استفسارات کے جواب میں وقتاً فوقتاً بعض متفرق معلومات بھی بہم پہنچیں۔ اِس سلسلے میں دربارِ عالیہ سے کچھ خط و کتابت بھی ہوئی۔ مسوّدے کو نئی ترتیب دے کر قابلِ اشاعت بناتے ہوئے میری کوشش رہی کہ:

۱۔ تمام واقعات زمانی ترتیب کے مطابق فراہم کیے جائیں۔ اِس ضمن میں بنیادی مسوّدے میں کئی مقامات پر تقدیم و تاخیر کرنا پڑی۔

۲۔ بعض مطالب حذف کیے گئے اور مناسب جگہوں پر تازہ ترین معلومات کے اضافے کیے گئے۔

۳۔ ہر ممکن کوشش کی گئی کہ فراہم کردہ معلومات مُستند ہوں اور اندازِ بیان بھی خانوادۂ سلطانیہ کے مزاج اور روایات کے مطابق ہو۔

۴۔ اسلوبِ تحریر کو سیدھا سادا اور عام فہم رکھا گیا تاکہ نسبتاً کم علمی استعداد رکھنے والے قارئین بھی سہولت سے استفادہ کرسکیں۔ اس سلسلے میں مشکل الفاظ وتراکیب، طویل جملوں اور عبارت آرائی سے اجتناب کیا گیا۔

Marfat.com

۵۔ فارسی اشعار، بعض اصطلاحات اور مقامی زبانوں کے الفاظ اور جملوں کا آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے تاکہ مفہوم سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

اس کے باوجود یہ بہرحال ایک عاجز انسانی کوشش ہے۔ اس میں لغزشوں اور کوتاہیوں کا امکان خارج از بحث نہیں۔

مختلف وجوہات کی بنا پر اس کام میں توقع سے زیادہ وقت لگ گیا اور تذکرے کی اشاعت میں مسلسل تاخیر ہوتی گئی۔ مَیں تہِ دل سے اس تاخیر پر نادم ہوں اور اُن تمام حضرات سے معافی کا طالب ہوں جو غیر معمولی اشتیاق سے اِس کی اشاعت کے لیے بے تاب رہے۔

آخر میں کچھ اظہارِ تشکّر لازم ہے:

۱۔ سب سے پہلے مَیں حضرت شیخ خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے حضور ہدیۂ سپاس پیش کرتا ہوں جن کی نگاہِ لطف نے مجھ پُر معاصی کو اِس اہم خدمت کے قابل جانا اور پھر میری طرف سے تاخیر در تاخیر کی وجہ سے خاطرِ عاطر پر کوئی گرانی ہوئی بھی تو آپ کے اخلاقِ کریمانہ نے کسی سطح پر بھی، کسی انداز میں بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ یہ وسعتِ ظرف اور حوصلہ مندی بہ جائے خود کرامت سے کم نہیں ہے۔ اِس عرصے میں آپ شدید بیمار بھی رہے، یہاں تک کہ مسجد شریف میں حاضری بھی موقوف ہوگئی مگر ایسے عالَم میں بھی آپ نے دو چار بار سَحر کی سہانی ساعتوں میں ناچیز کو یاد فرمایا، ساتھیوں سے احوال پوچھے اور دُعاؤں سے نوازا۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی سے میرے تعارف کو تقریباً نو دس

Marfat.com

برس ہو رہے ہیں۔ اس سارے عرصے میں مجھے آپ کی شفقتوں اور دعاؤں کی تائید ونصرت حاصل رہی۔ آپ کی عنایت کا یہ احساس میری زندگی اور آخرت کا بہترین سرمایہ ہے۔ حضرتِ مکرم اگرچہ میرے شیخِ طریقت نہیں ہیں مگر میرے دل ودماغ کو آپ اور آپ کے خانوادے سے جو عقیدت وانس ہے، اس کے پیشِ نظر میرے لیے اُس سے کم محترم اور قابلِ محبت بھی نہیں ہیں۔ مجھے آپ سے بہ راہِ راست ملاقات کا صرف ایک ہی مختصر سا موقع نصیب ہوا مگر عمومی زیارت کے کئی مواقع ملے۔ مجھے آپ کی شخصیت میں اُن تمام اکابر شیوخِ طریقت کی ظاہری وباطنی جھلکیاں دِکھائی دیں، جن سے مَیں بچپن سے مانوس چلا آرہا تھا۔ میرے لیے بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ میرے محسن، مشفق اور غم خوار مربّی ہیں، میرے لیے دعاگو رہتے ہیں، مجھ پر خصوصی کرم فرماتے ہیں جس کا مَیں کسی طور پر بھی سزاوار نہیں ہوں۔ میرا اعتقاد ہے کہ آپ کے ضمیرِ منیر میں مجھ درماندہ کا خیال آجانا ہی میرے لیے دعا کا حکم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی اور برکات کو تمام متوسّلین سمیت اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آپ کو اپنی بے مثال دینی وروحانی خدمات کے صلے میں جزائے خیر دے۔ ☆

☆ تذکرۂ سلطانیہ نے ابھی اشاعت کے مرحلے طے نہیں کیے تھے کہ ۳۱۔ دسمبر ۲۰۰۸ء اور یکم جنوری ۲۰۰۹ء، بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو سوا گیارہ بجے کے قریب حضرت شیخ محمد صادق نقشبندی مجددی وصال فرما گئے۔ (۲۔ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ) یکم جنوری ۲۰۰۹ء/ ۲۔ محرم ۱۴۳۰ھ، جمعرات کو نمازِ ظہر کے فوراً بعد نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ فتحیہ، کوٹلی آزاد کشمیر میں اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت شیخ قاضی فتح اللہ صدیقی شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کی ظاہری جدائی بھی اہلِ ارادت ومحبت کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہیں ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے سلسلۂ عالیہ کے فیوض وبرکات جاری رکھے (آمین)

Marfat.com

۲۔ محترم منیر حسین مجددی صاحب کا ممنون ہوں جنھوں نے بہت محبت اور محنت سے تذکرۂ سلطانیہ کا ابتدائی مسوّدہ جمع کیا اور قابلِ رشک امانت و دیانت سے حضرت شیخ کے ملفوظات قلم بند کیے۔ منیر مجددی صاحب کی کاوش اِس تذکرے کی اساس ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں شایانِ شان صلہ عطا فرمائے!

۳۔ حضرت صاحبزادہ محمد اقصد طابی صاحب مدّ ظلہ کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے جو اِس کام کے سلسلے میں ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اُن کی دعائیں اور سرپرستی تذکرۂ سلطانیہ کی تکمیل کا باعث ہوئیں۔ انھوں نے حتمی مسوّدے پر نظرِ ثانی بھی فرمائی۔ اللہ اُنھیں ہمیشہ اپنے سایۂ فضل و کرم میں رکھے۔

۴۔ اِس عرصے میں دربارِ عالیہ کی طرف سے پروفیسر محمد حبیب اللہ شاہ صاحب مثالی صبر و تحمل کے ساتھ رابطے میں رہے۔ مَیں اُن کے اخلاص اور استقامت سے بہت متاثر ہوں اور شکریے کے ساتھ دعا گو ہوں کہ انھیں ہمیشہ اپنے شیخِ کریم اور ان کے اخلاف کی رضا حاصل رہے جو فلاحِ دارین کا باعث ہے۔

۵۔ اُن تمام دیکھے اور اَن دیکھے حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جو دربارِ عالیہ کے احکام کی بجا آوری میں کسی نہ کسی طرح اِس کارِ خیر میں شریک رہے۔

والحمدللہ اوّلہ و آخرہ

معین نظامی — ۱۴۔ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ

لاہور — ۲۵۔ دسمبر ۲۰۰۷ء

بابِ اوّل

احوالِ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برِصغیر پاکستان و ہند کی سرزمین کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہاں اسلام کی نشرواشاعت کچھ ایسے بوریانشین درویشوں کے ذریعے عمل میں آئی جو شریعت وطریقت کی درخشندہ روایتوں کے امین اور اعلیٰ اَخلاقی اور رُوحانی اَقدار کے پاسبان تھے۔ اِن اہلِ دل ونظر بزرگانِ دین نے اِس عظیم سرزمین کے گوشے گوشے میں خانقاہوں کی صورت میں، ظاہری و باطنی تربیّت کے فعّال مراکز قائم کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے خُلوص اور لگن کو شرفِ قبول بخشا، اِن کی تبلیغی اور تربیتی کوششوں میں برکت عطا فرمائی اور مشیّتِ الٰہی نے اِن کے فیضان کو قیامت تک جاری و ساری رکھنے کا اہتمام فرمایا۔ اب اسلام اور اسلامی تہذیب، برِصغیر کی اکثریّت کے خُون اور خمیر میں رَچ بَس چکی ہے اور اِن شاءاللہ العزیز اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظمتوں کے یہ چراغ یہاں قیامت تک روشن رہیں گے اور صراطِ مستقیم کے مُتلاشی اِن کی ضوفشانی میں اپنی سمتِ سفر مُتعیَّن کرتے رہیں گے۔

برِصغیر کی جنّت نظیر وادیِ کشمیر بھی ہمیشہ سے مرکزِ اولیاء رہی ہے۔ اِس فردوسی خطّے میں بھی، ہر دور میں ایسے پاکانِ امّت پیدا ہوتے رہے ہیں جن کا وُجُود سراپا خیر و برکت اور جن کی نظرِ کیمیا اثر دردِ غفلت کا درماں رہی ہے۔ حضرت قبلۂ عالَم قاضی محمد سُلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی ہی ہستیوں میں سے ہیں جو بلاشبہ معمارانِ ملّت کہلائے جانے کی مستحق ہوتی ہیں۔

اسمِ گرامی:

صاحبِ تذکرہ کا اسمِ گرامی ''محمد سُلطانِ عالَم'' ہے۔ عقیدت

Marfat.com

مندوں کے حلقے میں آپ ''قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ'' کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔علاقے کےعوام میں آپ ''مَسیتی والے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔چوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اکثر و بیشتر مسجد ہی میں رہتا تھا، اِس لیے عوام میں آپ کی پہچان مسجد ہی کے حوالے سے ہے۔مسجد کے ساتھ تعلُّقِ خاطر کی نسبت سے آپ کی شہرت ہی مسجد والے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طور پر ہوئی۔کسی مسلمان کے لیے اِس سے بڑھ کر کوئی اور اعزاز بھلا کہاں ہوسکتا ہے !

ولادت:

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی حتمی تاریخِ پیدائش تا حال معلوم نہیں ہوسکی۔سرکاری ریکارڈ سے تاریخِ ولادت کی تعیین اور تصدیق ممکن تھی مگر افسوس کہ وہ سارا ریکارڈ ۱۹۴۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران جَل گیا۔ایک اِمکان یہ بھی ہے کہ جمّوں کے محاسب خانے میں جو بَچا کھُچا ریکارڈ موجود ہے، شاید اُس کی روشنی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ پیدائش قطعی طور پر مُتعَیَّن ہو سکے لیکن سرِ دست وہ علاقہ بھارت کے قبضے میں ہے اور سیاسی بندشوں کی وجہ سے وہاں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

اِس وقت حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ پیدائش کے تعیُّن میں دو قرائن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے: ایک خاندانی روایت اور دوسرے ۱۹۳۱ء کی مردم شماری۔

خاندانی روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تریسٹھ سال عمر پائی۔ آپ کا وصال ۹ مئی ۱۹۳۴ء کو ہوا۔اِس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی ولادت

Marfat.com

۱۸۷۱ء کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔ دوسری شہادت ۱۹۳۱ء کی مَردُم شُماری ہے۔ یہ تحریری شہادت اِس لیے بھی بہت اہم ہے کہ اِس مَردُم شُماری کے دوران حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی عمر ساٹھ برس درج کرائی تھی۔ اِس اعتبار سے بھی ۱۸۷۱ء ہی آپ کا سالِ پیدائش قرار پاتا ہے۔

اِس رائے کی تائید میں ایک اور بیرونی شہادت بھی موجود ہے۔ خاندانی روایت کے مطابق حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال کی عمر میں باولی شریف حاضر ہوئے اور تقریباً بارہ سال مُرشدِ کامل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سُلُوک کی تربیت حاصل کرتے رہے۔ آپ کی واپسی کے بعد جلد ہی مُرشدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ وصال پا گئے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۴ء میں وفات پائی۔ اِس موقع پر حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا باولی شریف نے اپنے تعزیتی پیغام میں حضرت قبلۂ عالَم کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو یہ کہلا بھیجا کہ انھیں بیوہ ہوئے چالیس برس ہو چکے ہیں اور اِس عرصے میں وہ محض اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سہارے جی رہی ہیں، آپ بھی اُسی کارسازِ حقیقی پر بھروسہ رکھیں۔

اِن ٹکڑوں کو ملانے سے بھی حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تریسٹھ سال اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت کا سال ۱۸۷۰ء یا ۱۸۷۱ء بنتا ہے۔

حُلیہ مبارک:

آپ کا رنگ گندم گوں اور قد مائل بہ درازی تھا۔ سینہ کشادہ، شانے بھَرے بھَرے، پیشانی چوڑی اور آنکھوں میں پُرکشش اور معنی خیز چمک تھی۔ چہرۂ انور سے ایک خداداد رُعب جھلکتا تھا۔ آپ کی زلفیں لمبی تھیں اور عام طور پر

Marfat.com

کندھوں سے متجاوز تھیں۔ ڈاڑھی مبارک گھنی اور ایک مُشت سے زائد تھی۔ مہندی کا استعمال بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا جسم مضبوط اور اعضاء بہت مُتناسب تھے۔ اگرچہ آپ سراپا مہر و محبت اور پیکرِ شفقت و عنایت تھے، مزاج میں غصہ یا درشتی بھی نہیں تھی مگر اِس جمال میں ایسا جلال تھا کہ آنکھ بھر کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ نظریں آپ کے چہرے پر پڑتے ہی بے ساختہ جُھک جایا کرتی تھیں۔ ایسے میں دیکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا تھا۔

مَولد و مسکن:

قبلۂ عالَم حضرت خواجہ محمد سُلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں چچیاں شریف ہے۔ یہ میر پور شہر (پُرانے میر پور) سے شمال مغرب کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ڈھوک موضع فتح پور کے مضافات میں ہے۔ فتح پور کا گاؤں سلطان فتح خان گکھڑ کے نام پر آباد ہے۔ مشہور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور (۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) میں گکھڑ قبیلے کو یہاں کی جاگیر عطا ہوئی تھی۔ یہ قبیلہ قدیم زمانوں ہی سے اِس علاقے میں سیاسی، عسکری اور سماجی قوّت کا حامل چلا آ رہا تھا اور تمام حکمران ان کے ساتھ بہتر تعلقات رکھنے کو ترجیح دیتے اور طرح طرح سے ان کی دل جوئی اور عزّت افزائی کیا کرتے تھے۔ یہ قبیلہ افغانستان، ایران اور وسطی ایشیا کو جانے والے راستوں اور سرحدوں کا محافظ بھی تھا۔ سلطان فتح خان کے بھائی میرا خان گکھڑ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۵۱ھ /۱۶۴۱ء میں میر پور شہر آباد کیا۔

چچیاں اور گورسیاں دو متصل ڈھوکیں ہیں۔ چچی گُجر قبائل کی ایک ذیلی شاخ

Marfat.com

ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں یہاں گجر قبیلہ آباد تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ابھی تک واضح نہیں ہوئی کہ گُجر قبیلے کی یہ شاخ یہاں کب آباد ہوئی اور پھر وہ لوگ کب، کیوں اور کہاں چلے گئے؟ ۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۶ء کے درمیانی عرصے میں جب حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ صدّیقی خاندان چچیاں میں آباد ہوا تو اُس وقت یہ ڈھوک بالکل غیر آباد تھی۔ سابقہ آبادی کے کوئی آثار وہاں موجود نہیں تھے۔ بس ایک قبرستان تھا جو چلے جانے والوں کی یاد میں ماتم کُناں تھا!

۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۶ء تک اِس علاقے میں سکھوں کی حکومت قائم رہی۔ خاندانی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں نے اس دور میں میرپور شہر کو بھی تاخت و تاراج کیا اور مسلمان آبادی کا بے دریغ قتلِ عام کیا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی، جو گیارھویں صدی ہجری سے میرپور شہر میں آباد تھا، اِس سانحے سے محفوظ نہ رہ سکا۔ خاندان کی مستورات نے کنویں میں چھلانگیں لگا کر اپنی عصمت کی حفاظت کی جب کہ مرد رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ معصومی شاخ کے صرف حافظ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ بچ پائے جو ڈھوک چچیاں میں آباد ہوئے۔ اُنھوں نے وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کا تابوت ۱۹۔ اپریل ۱۹۹۳ء کو خاندان کے نئے مسکن واقع کالا دیو، جہلم میں منتقل کیا گیا۔ آپ حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا اور ڈھوک چچیاں کے صدّیقی خاندان کے پہلے آباد کار تھے۔ یہ ڈھوک اب منگلا جھیل کی وجہ سے زیرِ آب ہے۔

سلسلۂ نسب:

قبلۂ عالَم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ قُریشی

Marfat.com

الاصل اور صدیقی النَّسب ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب ۳۸ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بڑے فرزند حضرت عبدالرّحمٰن رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۳ھ) کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرۂ نسب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ قاضی محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ قاضی محمد رکن عالَم رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ قاضی خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ قاضی علی محمد رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ قاضی غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ قاضی محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ قاضی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ قاضی فرض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ قاضی عبدالباسط رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ قاضی عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۸۸ھ)

۱۲۔ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۱۶۔ محمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ شیخ قادن رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ عماد الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ افتخار الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ قوام الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ شیخ ابوبکر ثانی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۳۵۔ ابراھم ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ شیخ اسماعیل تابعی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ عبداللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ حضرت عبدالرحمٰن صحابی رضی اللہ عنہ

۳۹۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اَسبَق الایمان وخلیفۂ اوّل

اَسلاف کی ایران میں آمد:

حضرت کمال الدّین یمنی رحمۃ اللہ علیہ امیرِ یمن تھے۔ آپ مسندِ اقتدار کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے اور مسجدِ نبوی میں برسوں درسِ حدیث دیتے رہے۔ برِصغیر پاکستان وہند میں سلسلۂ سہروردیہ کے عظیم شیخِ طریقت حضرت شیخ بہاء الدّین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۶۶۶ھ) آپ کے شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ نے حدیث پاک کی مشہور کتابوں، صحاحِ ستہ، کی تصحیح کی اور سند حاصل کی۔ شیخ بہاء الدّین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو یہ امتیازی خصوصیت بھی حاصل تھی کہ آپ حجازِ مقدّس میں اپنے پانچ سالہ قیام کے دوران ہر سال اپنے اُستاد حضرت کمال الدّین یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں حج کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ بعد میں حضرت کمال الدّین یمنی رحمۃ اللہ علیہ ایران وافغانستان کے علاقے سیستان میں واقع جُجنیر میں منتقل ہوگئے اور وہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اُس علاقے میں یہ منصبِ قضاۃ آپ کی پانچ پُشتوں تک رہا اور شیخ معین الدّین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علاء الدّین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ فخر الدّین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نظام الدّین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسام الدّین رحمۃ اللہ علیہ یکے بعد دیگرے جُجنیر کے قاضی رہے۔

Marfat.com

اَسلاف کی برِّ صغیر میں آمد:

حضرت کمال الدّین یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی چھٹی پُشت میں قاضی قوام الدّین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اُنھوں نے جُھنجھر سے ترکِ سکونت کی اور دہلی میں منتقل ہوگئے۔ اُس وقت برِّصغیر پر تغلق بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہانِ تغلق ۷۲۰ سے ۸۱۵ھ تک برسرِ اقتدار رہے۔ حضرت قاضی قوام الدّین رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۲۵ھ) کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سلطانِ دہلی کی طرف سے آپ کو رُہتک کا قاضی بنایا گیا۔ یہ تاریخی شہر دہلی اور ہانسی کے مابین واقع ہے۔ جب برِّصغیر پر مسلمانوں کا تسلّط قائم ہوا تو سادات اور قریش کے کئی معزّز گھرانے رُہتک میں آباد ہوگئے تھے۔ حضرت قاضی قوام الدّین رحمۃ اللہ علیہ نے رُہتک کے ایک قریشی خاندان میں شادی کی جس سے آپ کی کثیر اولاد کا سلسلہ چلا۔ قاضی، میر عدل، محتسب، مفتی، اور خطیب جیسے اہم مناصب نسل در نسل آپ ہی کے خاندان میں منتقل ہوتے رہے۔ انگریزوں کے عہد میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بعض افراد اہم مناصب پر فائز رہے۔ انگریزوں نے ۱۹۱۱ء میں دہلی میں دربار منعقد کیا تھا، اُس کی انگریزی رپورٹ میں صدّیقی خاندان کی خدمات کا تذکرہ بہت شاندار الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حضرت قاضی قوام الدّین رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے اور آپ کی روحانی عظمت کا بہت چرچا تھا۔ غرّہ ربیع الاوّل ۱۱۱۷ھ / ۱۲۔ جون ۱۷۰۵ء کو اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان میں انھیں ''زُبدۃُ الاولیاء'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اِس سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ

Marfat.com

کے عہدِ حیات کے تقریباً تین سو سال بعد بھی اس جلیل القدر شہنشاہ کے دل و دماغ میں اس مردِ کامل کی عزّت و عظمت کا نقش کتنا گہرا تھا۔

ریاست جموں کشمیر میں آمد:

اسی خاندان کے ایک چشم و چراغ حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ بن قاضی فرض اللہ رحمۃ اللہ علیہ حصولِ تعلیم کے لیے رہتک سے علی پور سیّداں نزد بھیرہ تشریف لائے۔ بھیرہ ضلع سرگودھا سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع اس قصبے میں، اُس زمانے میں حضرت سیّد مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا بڑا چرچا تھا۔ ان کے زیرِ اہتمام ایک اعلیٰ معیار کا دینی مدرسہ جاری تھا جس میں بڑے بڑے باکمال اساتذہ دینی علوم پڑھایا کرتے تھے۔ اس عظیم تدریسی ادارے کی شہرت سُن سُن کر دُور دُور سے طلبہ یہاں پڑھنے آتے تھے۔ حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دینی علوم سے فیض یاب ہونے کے لیے اِسی معروف مرکز کا انتخاب کیا۔ حضرت سیّد مبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسے استادِ کامل نے فوراً اس ہونہار شاگرد کی ظاہری و باطنی صلاحیتیں پہچان لیں اور ہمیشہ ان کے ساتھ خصوصی محبّت و شفقت کا برتاؤ رکھا۔ اِس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت جلد ہی اپنے استاد و مربّی کے منظورِ نظر بن گئے۔

حضرت سیّد مبارک رحمۃ اللہ علیہ صرف ظاہری علوم و فنون ہی میں باکمال نہ تھے بلکہ روحانیت کے میدان میں بھی بلند مقامات پر فائز تھے۔ آپ شطّاری سلسلۂ طریقت میں حضرت خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا محمد حسن رُہتاسی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور صاحبِ اجازت و خلافت تھے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

آپ عبادت و ریاضت کی طرف خصوصی میلان رکھتے تھے۔ صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود، دنیوی نعمتوں اور نفسانی لذّتوں کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط رویّہ اپناتے اور کثرت سے اعتکاف و خلوت اختیار فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء سے پہلے انتقال فرمایا۔

علی پور سیّداں میں حصولِ علم کے دوران ہی حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں مرشدِ کامل کی طلب پیدا ہوگئی اور آہستہ آہستہ بڑھتی گئی۔ بلاشبہ یہ آپ کے استاد حضرت مولانا سیّد مبارک علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا فیضانِ نظر بھی تھا۔ استاد نے جب اپنے سعادت مند شاگرد میں اِس خالص طلب کی شدّت دیکھی تو انھیں اپنے شیخ خواجہ محمد حسن رہتاسی رحمۃ اللہ علیہ کا غائبانہ تعارف کرایا اور ان کے روحانی فضائل و کمالات سے آگاہ کیا۔ اِس سے آپ کی طلبِ صادق اور بڑھ گئی۔ مرشدِ کامل تک راہنمائی اور رسائی کے لیے آپ نے ایک درویشِ کامل کی ہدایت پر چلّہ اختیار کیا۔ ابھی یہ چلّہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ منزل خود چل کر مسافر تک پہنچ گئی۔ آپ کا جذبۂ طلب اور مجاہدہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگیا۔ حضرت بابا محمد حسن رہتاسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور صاحبِ دل بزرگ حضرت شرف الدّین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علی پور سیّداں تشریف لائے اور یوں مرید و مراد ایک دوسرے تک پہنچ گئے۔

حضرت بابا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فوراً ہی اس جوہرِ قابل کا اندازہ ہوگیا اور انھوں نے آپ سے، اپنی خانقاہ میں رہتاس چلے آنے کی فرمائش کی۔ آپ تعلیم کے آخری مرحلے میں تھے لیکن اس ارشاد کے بعد بغیر کسی ہچکچاہٹ کے رہتاس حاضر ہوگئے۔

Marfat.com

حضرت بابا محمد حسن رہتاسی رحمۃ اللہ علیہ عجیب کیفیات کے حامل مردِ کامل تھے۔ اس زمانے کے کئی نامور علماء اور سادات آپ کے دامنِ طریقت سے وابستہ ہونا چاہتے تھے مگر آپ انھیں حلقۂ ارادت میں قبول نہیں کرتے تھے کہ مجھ سے آشنائی اور میل جول زہرِ قاتل ہے، یہ خیال دل سے نکال دیجیے! آپ کا ارشاد تھا کہ طریقت و معرفت کی امانت ترکِ دنیا، کثرتِ مجاہدہ اور چلّہ و ریاضت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اہلِ دنیا کے لیے یہ سب ممکن نہیں ہوتا۔ پھر جو خوش نصیب اِس راستے پر چل پڑتا ہے، وہ دنیا کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ چنانچہ صرف ایسے لوگوں ہی کو وابستہ کرنا چاہیے جو طلَب میں سچّے ہوں اور وادیِ سلوک کے تمام مشکل مرحلے خلوص اور لگن سے طے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے اِس کڑے معیار پر پورے اترتے تھے۔ لہٰذا خواجہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اُنھیں مجاہدہ و ریاضت میں لگا دیا۔ اُنھوں نے بھی کمال پامردی سے سب کٹھن منزلیں طے کیں۔ کثرتِ مجاہدہ کے ساتھ ساتھ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی اور برسوں کی ریاضت کے بعد، سلوکِ شطاریہ کے نو مرحلے شاندار کامیابی سے طے کر لیے۔ حضرت بابا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت عطا کی اور گکھڑوں کے قصبے میرپور میں قیام کا حکم دیا۔

میرپور کا علاقہ اس دور میں سلطان فتح خان گکھڑ رحمۃ اللہ علیہ کی عمل داری میں شامل تھا۔ سلطان فتح محمد خان گکھڑ کو دہلی کی مرکزی حکومت کی طرف سے دانگلی کے پرگنے کی منصب داری اور ''سلطان'' کا لقب عطا ہوا تھا۔ یہ منصب چار پشتوں

Marfat.com

تک ان کے خاندان میں رہا۔ دنیوی جاہ و منصب کے ساتھ ساتھ وہ ایک خدا ترس، نیک دل، باعمل اور علم پرور شخصیت بھی تھے۔ انھوں نے حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی پرکشش شخصیّت اور فضائل و کمالات سے متاثر ہو کر آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ اسی رشتے سے آپ کی اولاد کا سلسلہ جاری ہوا۔

حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سلطان فتح محمد خان گکھڑ کی وقف کردہ زمین میں مسجد و خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کو اس علاقے کی پہلی جامع مسجد اور دینی و روحانی مرکز بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جموں کشمیر کی سرزمین پر صدّیقی خاندان کا پہلا گھر بھی یہیں بنا۔

اِس مرکز میں ایک وسیع دینی مدرسہ بھی قائم کیا گیا تھا جس میں دور دراز سے آنے والے طالب علم اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ طالب علموں اور سالکوں کی رہائش کا بھی معقول انتظام موجود تھا۔ حضرت قاضی فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی کے مرکزی دربار نے ریاست میرپور کا قاضی القضاۃ بھی بنا دیا اور آپ نے اس علاقے میں تیس برس تک مسندِ تدریس، سجادۂ طریقت اور منصبِ قضاۃ کو رونق بخشی اور ۸۔شعبان ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۷ء کو رحلت فرمائی۔ میرپور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وقف کردہ قبرستان کی مسجد کے جوار میں تدفین ہوئی۔ منگلا ڈیم بن جانے کے بعد مزارِ مبارک زیرِ آب آ گیا اور اسے تدریجاً نقصان پہنچنے لگا۔ زائرین کے لیے حاضری بھی ممکن نہ رہی۔ اِن حالات میں جمعۃ المبارک، ۸۔فروری ۱۹۸۵ء / ۱۷۔جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ کو آپ کا تابوت مبارک کوٹلی آزاد کشمیر منتقل کر دیا گیا۔ جامع مسجد الفردوس کوٹلی کے جوار میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔

Marfat.com

قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کی ساتویں پشت ہیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت:

حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دینی، علمی اور روحانی خانوادے میں آنکھ کھولی۔ آپ کا گھر دینی و روحانی تعلیم و تربیت کا گہوارہ تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اسی ماحول میں ہوئی جس کی بدولت دین سے وابستگی، علم سے لگاؤ اور روحانیت کا رُجحان آپ کی شخصیت میں راسخ ہو گئے۔

آپ کے خاندان میں تعلیم و تربیت کا ایک مثبت عملی انداز چلا آ رہا ہے۔ ضروریاتِ دین کے علم کے ساتھ ساتھ بچوں کو شروع ہی سے عملی زندگی کی مفید تربیت بھی دی جانے لگتی ہے۔ علم اور عمل دونوں شانہ بہ شانہ چلتے ہیں۔ اِس تربیت کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ محض مبلّغ، مناظر، مفتی یا سیاسی علماء پیدا کرنے کے بجائے ایسے افراد تیار کیے جائیں جو حضرتِ رسالت مآب ﷺ کی تقلید میں کامل ہوں۔ ظاہری نمود و نمائش ان کی نظروں میں ہیچ ہو اور روحانی تہذیب و آرائش ہی ان کا مقصدِ زندگی ہو۔ وہ نہ صرف خود زہد و تقویٰ کے حامل ہوں بلکہ اُن میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ دوسروں کے دلوں میں بھی یہ شمع جلا سکیں۔ دین کو رُوئے زمین کی ہر چیز سے مقدّم سمجھیں اور دینی شعائر سے وابستگی ہی ان کے فکر و نظر کی معراج ہو۔

اللہ کی عبادت و معرفت ہی انسان کا مقصدِ تخلیق ہے اور پوری کی پوری زندگی ظاہری علوم میں لگا دینے سے یہ منزل نہیں ملتی۔ زندگی کا بڑا حصّہ علمِ حقیقی کے حصول میں صَرف کرنا چاہیے۔ علمِ حقیقی کا تعلّق دل و نظر سے ہے اور ذوق و اخلاص

Marfat.com

اور مجاہدہ و ریاضت کے بغیر یہ راستہ طے نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں آج بھی اِسی اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ خاندان کے افراد کو بیرونی ماحول اور اس کے مُضر اثرات سے پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ ضروریاتِ دین کے علم اور ضروری دینی تربیت کے ساتھ ساتھ، شروع ہی سے عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ دین سے غیر مشروط وابستگی اور اس کی جُزئیات تک پر عمل تمام افرادِ خاندان کی پہلی ترجیح ہے اور اِن شاء اللہ یہ طرزِ زندگی ایسا ہی رہے گا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں جدید اعلیٰ تعلیم اور رائج ڈگریاں ہرگز ناپسندیدہ نہیں سمجھی جاتیں بلکہ آپ کے مرکزِ فیض کی سرپرستی میں بیسیوں طلبہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مختلف معروف درس گاہوں میں ہمیشہ زیرِ تعلیم رہے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ پہلے دینی تعلیم سے آگاہی اور اُس پر عمل کا راسخ ہو جانا ضروری ہے تاکہ یہ وابستگی مزاج کا حصّہ بن جائے اور بیرونی ماحول کے ناپسندیدہ عناصر کسی سطح پر بھی اثر انداز نہ ہوسکیں۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر ہی میں پائی۔ پھر آپ کو سہالیہ منڈی (وچلا موہڑہ) کے دینی مدرسے میں داخل کرا دیا گیا۔ اِس مدرسے کا انتخاب بھی انھی معیارات کو پیشِ نظر رکھ کر کیا گیا تھا جو خاندانی روایات اور ترجیحات میں سرِفہرست ہیں۔ یہ مدرسہ آج کل نئے ڈڈیال شہر میں ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم کے دوران آپ کی ذاتِ بابرکات سے چند تصرّفات کا ظہور ہوا جن کی بنا پر آپ کے استادِ محترم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

پریشان ہو گئے۔ انھوں نے آپ کے والدِ ماجد کو بلوا کر ان احوال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم کے والدِ گرامی آپ کو اپنے ساتھ واپس گھر لے گئے۔

بیعت وارادت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً بارہ سال کے تھے جب آپ کے والدِ محترم خواجہ محمد رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ایک مردِ کامل کے دامنِ تربیت سے وابستہ کرانے باولی شریف ضلع گجرات لے گئے۔ وہ خود بھی اسی آستانے سے نسبت رکھتے تھے۔ باولی شریف کے حضرات سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ خواجہ محمد رکنِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد خواجہ محمد خانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وصال پا چکے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے: خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ، جو لہندے (مغرب) والے پیر کہلاتے تھے اور خواجہ غلام محی الدّین رحمۃ اللہ علیہ، جو چڑھدے (مشرق) والے پیر کے عرف سے مشہور تھے۔ باولی شریف کی خانقاہ کو علاقے بھر میں خاص احترام حاصل تھا اور ہم عصر علماء وصوفیا میں بھی یہاں کے مشائخ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

خواجہ محمد رکنِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اپنے پیرومرشد خواجہ محمد خانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کی نیت کر رکھی تھی۔ آپ نے راستے میں صاحبزادے کو حاضری کے آداب بتائے اور سمجھایا کہ مزار شریف پر دُعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ علم وہدایت عطا فرمائے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دُعا کرنے لگے اور آپ کے والد مُراقب ہو گئے۔ آپ نے جب مُراقبے سے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ بیٹے کے ہاتھ دُعا کیلئے اُٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بیٹے کا کام کر دیا ہے۔ اس محویت کے عالم

Marfat.com

میں نہ جگہ کا کوئی ہوش تھا اور نہ وقت کا کوئی احساس۔ قال سے حال کی طرف سفر میں یہ پہلا انوکھا تجربہ تھا۔

والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو لہندے والے پیر خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُنھوں نے آپ کو طالبِ صادق پا کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں قبول فرمایا۔ باقاعدہ تربیت کے لیے سلسلے کے دستور کے مطابق لطیفۂ قلب سے بسم اللہ کی۔ طالب خداداد شوق اور اپنی محنت کے بل بوتے پر جلد ہی وادیِ فنا اور بقا کی طرف بڑھنے لگا۔ بعض اوقات غلبے سے یہ کیفیت ہو جاتی جسے صرف صاحبِ حال ہی سمجھ سکتے۔

زمانۂ تربیت کا ایک سراپا کیفیت واقعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کی کچھ غمازی کرتا ہے۔ آپ کے تایا خواجہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات مَیں اپنے وظیفے میں مصروف تھا۔ یہ وظیفہ میرے روزانہ کے معمولات میں شامل تھا۔ اس میں ستر بار سورۂ یٰسین کی تلاوت کی جاتی تھی۔ اِسی اثناء میں محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اونچی آواز میں اِس جُملے کا تکرار شروع کر دیا: ''تُو میرے وچ، مَیں تیرے وچ'' (تُو مجھ میں، مَیں تجھ میں)۔ مجھے بار بار تشابہ پڑتا۔ مَیں نے کئی بار انھیں سمجھایا کہ دل ہی دل میں کہتے رہیں جو کہنا ہے مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر تنگ آ کر ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اس کے بعد راوی کے صاحبزادے خواجہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اُس رات والدِ محترم سوتے سوتے خلافِ معمول اٹھ بیٹھے اور توبہ توبہ کرنے لگے۔ مَیں نے اس اضطراب کا سبب پوچھا تو فرمایا: ''غلطی ہو گئی ہے۔ بھتیجے کو جھڑکا ہے۔ اس کا مقام بلند ہوگا۔ ہزاروں لوگ اس سے فیض یاب ہوں

Marfat.com

گے''۔ اگلی صبح حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ چار پائی بچھائے تھلے (چبوترے) کے پاس بیٹھے تھے کہ خواجہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پاس آ کر کہا: ''جی چاہتا ہے پاؤں پکڑ لوں، غلطی ہو گئی ہے''! آپ خاموش رہے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ برس اپنے پیرومرشد کے حضور میں گذارے اور خدمت گذاری میں مثال قائم کر دی۔ ایک روز پیرومرشد نے فرمایا: ''اگر اَسی (ہم) وانڈے (پردیس) سفر چلے گئے تے تُسی (تو آپ) حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ دی (کی) صحبت اختیار کرنا''! اس کے ساتھ ہی گھر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ الفاظ اور ان میں چُھپے معانی طالبِ صادق پر بجلی بن کر گرے۔ ان لفظوں میں جدائی کی مہک تھی۔ فراق کا مخفی اشارہ تھا۔ ضبط کا یارانہ رہا۔ آنسو بہ نکلے۔ آپ سے تو اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عارضی جدائی بھی برداشت نہیں ہوتی تھی، مستقل جدائی کیسے سہتے؟ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے جاں نثار اور وفا شعار مرید کی اس کیفیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ اس حکم کی تعمیل میں اپنے گھر واپس چلے گئے۔ چند دن بعد ہی وہ لمحہ آ گیا جس کا تصور تک رُوح فرسا تھا۔ آپ کے مشفق مرشد خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

تکمیلِ سلوک:

حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے باولی شریف میں بارہ برس اپنے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذارے۔ اس دوران مرشدِ مہربان نے انھیں اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنائے رکھا اور سلوکِ نقشبندیہ کی تعلیم و تربیت کی۔ آپ کا طریق زبیر یہ تھا۔ ان بارہ برسوں میں حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ نے اپنے شیخِ طریقت کی نگرانی میں زہد وعبادت اور مجاہدہ وریاضت کا حق ادا کیا۔ اسباقِ سلوک کو جُزوِ بدن بنانے کے لیے اَن تھک محنت کی۔ اس سے پہلے کہ تکمیلِ سلوک ہوتی اور سندِ اجازت وخلافت کے مستحق قرار پاتے، مرشدِ کامل بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گئے۔

اس کے بعد حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشدِ گرامی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے، اُن کے خلیفۂ مجاز خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف ضلع جہلم (متوفی ۳۔ربیع الاوّل ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) سے وابستگی اختیار کی تاکہ تکمیلِ سلوک ہو جائے۔ انھوں نے بھی آپ پر بڑی شفقت کی اور ہمیشہ محبت وعنایت کا برتاؤ کیا۔ مزید تقریباً بارہ برس اُن کی خدمت میں رہ کر تکمیلِ سلوک کی اور صاحبِ اجازت وخلافت ہوئے۔ خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کا طریقِ سلوک بھی زبیریہ تھا۔

اِس عرصۂ تربیت کے دوران ایک اہم تبدیلی رونما ہوئی۔ حضرت سیّد محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲۔ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ) جو گوڑہ سیداں شریف نزد میرپور میں آباد تھے اور مُفتیِ عالم اور قطبِ وقت تھے، سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت حاصل تھی اور حضرت شیخ حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ (بفہ شریف ضلع مانسہرہ) سے صاحبِ خلافت تھے۔ ان کا طریقِ سلوک سیفیہ تھا اور وہ سیفیہ نسبت میں طالبوں کی تربیت کرتے تھے۔ نسبتِ سیفیہ میں آپ خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بھی تھے۔ ایک دن خواجہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''حافظ صاحب! آپ کا کچھ حصّہ اِدھر بھی بنتا ہے۔''

Marfat.com

انھوں نے جواباً عرض کیا: ''مجھ پر باولی شریف والوں کا کرم کافی ہے''! پیر محمد نیک عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا: ''آپ کا حصّہ بنتا ہے۔ آپ یہاں سے بھی لے لیں۔ حاضری زیادہ اُدھر ہی دیا کریں، اِدھر کم''۔ اِس کے بعد وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہونے لگے۔

زبیریہ اور سیفیہ سلوک سے متعلّق حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرّشید اور جانشینِ کامل حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کی ایک روایت اہم ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت زید ابوالحسین فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ مقام گلہار، کوٹلی، آزاد کشمیر مجھ سے دریافت فرمایا:

''کیا زبیری اور سیفیہ فیض میں کچھ فرق ہے''؟

مَیں نے عرض کی کہ ضرور کچھ ہوگا اور پھر اِس خیال کی تائید میں بیان کیا کہ حضرت خواجہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ عبدالرؤف احمد مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ خالہ زاد بھائی تھے اور دونوں زبیری نسبت میں صاحبِ خلافت تھے۔ اس کے باوجود دونوں حضرات حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ سلوک میں داخل ہوئے اور سیفیہ سلوک کی تعلیم و تربیت پائی۔ پھر دونوں حضرات نے زندگی بھر سیفی نسبت ہی کو فروغ دیا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے مزید فرمایا کہ یہ محض آپ کی رائے ہے اور حقیقتِ حال سے اللہ ہی واقف ہے!

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو زبیری نسبت بھی حاصل تھی اور سیفی بھی۔ اس کے علاوہ آپ کو بعض دوسرے سلاسل میں بھی اجازت حاصل تھی مگر آپ نسبتِ

Marfat.com

سیفیہ ہی میں بیعت کیا کرتے اور سلوکِ مجددّیہ ہی کی تربیت فرماتے تھے۔

خلافت واجازت:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال کی عمر میں صاحبِ ارشادوخلافت ہوئے۔اس وقت آپ باطنی تزکیہ وتصفیہ میں باکمال ہو چکے تھےاور ہر اعتبار سے طالبوں کی تعلیم وتربیت کے لیے موزوں تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے فیضان میں بے پناہ برکت عطا فرمائی اور اہلِ نظر کی پیش گوئیوں کے مطابق آپ نے ہزاروں لوگوں کی دستگیری فرمائی۔

سَنگی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ مُریدین کو ہمیشہ ''سَنگی'' کہا کرتے تھے۔ آپ کے خاندان میں اب تک یہ روایت اسی طرح چلی آرہی ہے۔''سَنگی'' بہت معنی خیز اور جامع لفظ ہے۔مقامی زبان میں اس کا مطلب ہے''ہم سفر''، ''ساتھی'' اور ''دوست''۔پیر اور مُرید راہِ سلوک کے ہم سفر، خلوت وجلوت کے ساتھی اور دین ودنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔مُرید کے تمام معانی کا احاطہ کرنے والا مقامی زبان کا اور کوئی لفظ اس کا متبادل نہیں ہوسکتا۔پھر اِس لفظ کے صوتی آہنگ میں بھی ایک خاص کشش اور لطف ہے۔

پہلے سَنگی اور پہلے خلیفۂ مجاز:

معتبر روایت کے مطابق جس خوش نصیب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر داخلِ سلسلہ ہونے کی سعادت سب سے پہلے حاصل ہوئی، اُن

Marfat.com

کا نام سائیں عُمر دین ہے۔ وہ چک پٹھانہ، ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔

میاں شاہ ولی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے خلیفۂ مجاز ہیں۔ وہ کنڈور، ڈڈیال کے رہائشی تھے۔

آغازِ ارشاد میں مرتبۂ تاثیر:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب سلسلۂ ارشاد شروع کیا تو آپ کے فیضانِ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ کسی کے جسم کا جو حصّہ آپ کے بدن مبارک سے مَس ہوتا، اُس میں ذکرِ الٰہی جاری ہو جاتا تھا۔

مولانا عبدالخالق چھاچھی رحمۃ اللہ علیہ ضلع اٹک کے رہنے والے ایک عالم و فاضل شخص تھے اور برِّصغیر کے مختلف مقامات پر دین کی تعلیم دیتے رہے تھے۔ انھوں نے باطنی اصلاح کے لیے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا۔ وہ اپنا مشاہدہ اور تجربہ بیان فرماتے تھے کہ مَیں ایک دن چچیاں شریف کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور آپ کھڑکی کے سامنے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے مجھے بُلا کر فرمایا: ''آگے ہو کے دیکھو، یہ کیا لکھا ہے''؟ کتاب چوں کہ آپ کے ہاتھ میں تھی، اس لیے مَیں نے ذرا سا آگے جُھک کر پڑھنا چاہا۔ اسی دوران میرے جسم کا کچھ حصّہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم سے چُھو گیا۔ میرے بدن کے اُس حصّے میں ''اللہ اللہ'' جاری ہو گیا۔

لباس:

لباس کے استعمال میں سنت کا پاس فرماتے تھے۔ حضرت قبلۂ

Marfat.com

عالم رحمۃ اللہ علیہ سادہ اور عام لباس پسند فرماتے تھے۔آپ کا لباس زیادہ تر کھدّر کا ہوتا۔ کھدّر اکثر کھڈّی کا تیار کیا ہوا ہوتا۔ لباس کے معاملے میں آپ بہت بے نیاز تھے۔ نمود و نمائش اور کرّ وفر ناپسند کرتے۔ اکثر و بیشتر لباس کے ایک ہی جوڑے پر قناعت فرماتے۔ وصال کے وقت بھی ایک ہی لباس آپ کا اثاثہ تھا۔ یہ ملبوس آج تک بہ طورِ تبرّک محفوظ ہے۔

آپ کے فرغل (کرتہ) کی لمبائی گھٹنوں سے نیچے نصف پنڈلی تک ہوتی۔ تہ بند باندھتے تھے۔شلوار شاید ہی کبھی پہنی ہو۔ تہ بند بھی ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہی رہتا تھا۔اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ ایک بار سردیوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باریک اُونی شلوار بنوائی مگر اس کے استعمال کی شہادت نہیں ملتی۔ سر پر عام طور پر کپڑے کی پانچ گوشی ٹوپی پہنتے۔ گرمیوں میں چادر اور سردیوں میں کالی اُونی لوئی استعمال کرتے۔ چادر یا لوئی سر پر اس طرح اوڑھتے کہ چہرے کا صرف سامنے کا حصّہ نظر آتا۔ دیسی ساخت کی نوک دار جوتی پہنتے اور عموماً ایک ہی جوڑے پر اکتفا کرتے۔

ایک مرتبہ آپ کے خلیفۂ مجاز خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اُونی فرغل تیار کروا کے پیش کیا۔آپ نے کچھ عرصہ پہنا۔ چنانچہ اس پر پسینے کے آثار موجود تھے۔آپ کے وصال کے بعد وہ فرغل کھونٹی پر لٹکا رہا۔ کچھ عرصہ بعد قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس کر دیا۔۱۹۴۷ء میں جب وہ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو یہ فرغل انھوں نے احتراماً سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اسے متاعِ بے بہا سمجھ کر آخری لمحے تک اس کی حفاظت کرتے رہے۔ آج کل یہ فرغل پاکپتن شریف میں اُن کے خاندان میں وراثتاً محفوظ ہے۔ گرد و غبار، نمی اور حشرات

Marfat.com

وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لیے اس پر غلاف چڑھا دیا گیا ہے۔

تہ بند باندھنے کے صحیح طریقے سے بھی ہر شخص واقف نہیں۔ شریعت کا واضح حکم ہے کہ اسے ٹخنوں سے اوپر رکھا جائے مگر بعض لوگ نخوت و غرور اور بڑائی کے اظہار کے لیے اسے اتنا لمبا چھوڑ دیتے ہیں کہ زمین پر گھسٹتا چلا جاتا ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز اور ''تحفۂ سلطانیہ'' کے مصنف حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں نے آپ کی حلقہ بہ گوشی اختیار کی تو کچھ عرصے کے بعد آپ نے فرمایا: ''حاجی صاحب! نماز پڑھایا کیجیے''۔ مَیں نے تعمیلِ ارشاد میں چند دن نماز پڑھائی۔ ایک روز آپ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مَیں قرآنِ مجید پڑھتا ہوں، آپ سُنیے''۔ مَیں سمجھ گیا کہ غلطیوں کی اصلاح کا یہ حکیمانہ انداز ہے اور اس سے میری تربیت مقصود ہے۔ مَیں تہ بند بھی لمبا باندھا کرتا تھا۔ نماز میں ٹخنے ننگے کرنے کے لیے بار بار تہ بند اوپر اُٹھاتا۔ ایک دن آپ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! آیئے آپ کو تہ بند باندھنا سکھائیں۔ اِس طرح آپ اِسے بار بار اوپر اٹھانے کی زحمت سے بچ جائیں گے''۔ پھر آپ نے مجھے عملاً بتایا کہ تہ بند کو یوں چُنیں اور برابر کرکے، گرہ والی مضبوط تہ میں اڑس دیں، جہاں چاہیں گے، وہیں رہے گا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مَیں زندگی بھر اسی طریق پر عمل کرتا رہا۔

کھانا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''مَیں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں''۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس تربیتِ نبوی کے

Marfat.com

عین مطابق تھی۔ زندگی کے تقاضے مختصر، خواہشیں کم اور انداز ہر قسم کے تکلّف اور تصنّع سے پاک تھا۔ آپ کے اسلوبِ زندگی سے زیادہ سادہ زندگی کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح، کھانے میں بھی ہمیشہ اُسوۂ حَسنہ کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ آپ کھانے کے اہتمام میں کبھی تکلّف اور تردّد میں نہ پڑتے۔ جو آسانی سے میسّر آتا، اُسے ہی کافی سمجھتے تھے۔

چائے کا اس دور میں زیادہ رواج نہ تھا۔ ناشتے کے آپ عادی نہیں تھے۔ نمازِ فجر سے اشراق تک حلقۂ یاراں میں مصروفِ ذکر و فکر رہتے۔ پھر اشراق ادا کرتے۔ دن کا کھانا زوال سے پہلے کھا لیتے۔ نمازِ ظہر سے پہلے قیلولہ کرتے۔ رات کا کھانا مغرب اور عشاء کے درمیان تناول فرما لیتے۔ نمازِ عشاء کے بعد دنیوی گفتگو سخت ناپسند تھی۔ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ سَنگی عشاء کے بعد جلد سو جائیں تاکہ سحر خیزی میں کوئی مانع نہ ہو۔ عشاء کے بعد زیادہ دیر جاگتے رہنے والے لوگ صبح جلد نہیں اُٹھ پاتے جب کہ راہِ سلوک میں سحر خیزی پر بہت زور دیا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کھانے میں زیادہ تر خشک روٹی اور چٹنی پسند کرتے۔ سالن بھی استعمال فرماتے۔ چٹنی کا سفوف سَفر اور حَضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا۔ یہ سفوف انار دانہ، پودینہ، ثمر، میتھی، نمک اور کالی مرچ کے اجزا سے تیار کیا جاتا۔ ضرورت کے وقت پانی ملا کر چٹنی بنا لیتے اور کھانا کھا لیتے۔ چکنائی زیادہ پسند نہ تھی۔ اگر کبھی روغنی روٹی کھانے میں شامل ہوتی تو کسی سَنگی کو دے دیتے۔ میٹھی چیز سے پرہیز نہ تھا۔ اتفاقاً میسّر آجاتی تو کھا لیتے۔ اس کے اہتمام کے لیے تردّد کرتے، نہ ترغیب دیتے۔

Marfat.com

آپ کا مزاج قدرے بلغمی تھا۔ اس سلسلے میں بعض اوقات معجونِ فلاسفہ کا استعمال کرتے۔ کریلے اور بُھنے ہوئے کالے چنے مرغوب تھے۔ آپ کے نزدیک چنے بلغم کے لیے بہت مفید علاج تھے۔ کھانا بدمزہ بھی ہوتا تو آپ کبھی شکایت نہ کرتے۔ کھانا کبھی تنہا کھاتے، کبھی احباب کے ساتھ اور کبھی کسی ساتھی کے اشتراک سے۔ کھانا دسترخوان پر کھاتے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے۔ ابتدا بسم اللہ سے کرتے اور اختتام پر الحمد للہ کہتے اور مسنون دعا بھی پڑھتے۔ کھانے کا انداز بھی سُنّتِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مطابق تھا یعنی دایاں گھٹنا اُٹھا کر رکھتے۔ دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں استعمال کرتے اور کھانے کے دوران وقفے وقفے سے ''الحمد للہ'' کا تکرار کرتے۔ کھانے کے یہ آداب آج بھی اسی طرح مروج ہیں۔ میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ انب والے کے ساتھ کئی بار آپ نے ایک ہی برتن میں کھانا کھایا۔ کھانے کے برتن کو خوب صاف کرتے، یہاں تک کہ وہ دُھلا ہوا معلوم ہوتا۔ برتن عام طور پر مٹی کے ہوتے اور مٹی کے برتن ہی پسند فرماتے۔

آپ مخلص سنگیوں کی دعوت بھی قبول کرتے مگر اس شرط پر کہ دعوت میں کوئی خصوصی تکلف نہ کیا جائے بلکہ آپ کی خواہش ہوتی کہ روزمرّہ کا عام کھانا ہی پیش کیا جائے۔ سفر کے ایّام میں آپ کا قیام مسجد میں ہوتا۔ اگر میزبان کھانا مسجد میں لانے کا ارادہ کرتا تو آپ فرما دیتے: ''ایسا کرنے میں تکلیف ہوگی۔ عاجز خود حاضر ہو جائے گا''۔

سفر کے دوران، ۱۹۲۹ء میں منور کے مقام پر راجہ کریم داد خان عرف راجہ کیاں خان کی اُس دعوت میں بھی شریک ہوئے، جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

Marfat.com

بھی مدعو تھے۔

مہمان نوازی:

اسلام کا اہم وصف مہمان نوازی ہے۔ اہلِ عرب اِس صفت کے حوالے سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہ جذبۂ تواضع قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو وراثت میں ملا ہے۔ آج بھی اس خاندان کے دستر خوان کی وسعت دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ روزانہ سینکڑوں آدمی اس دستر خوان سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا دور عُسرت اور تنگ دستی کا تھا۔ موجودہ دور کی سہولتیں بھی موجود نہیں تھیں۔ قیام بھی شہر سے دُور ایک ڈھوک میں تھا۔ مہمانوں کی آمد ورفت بھی پیدل ہوا کرتی تھی۔ مہمانوں کی تعداد یا آنے کے وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ سنگی دن اور رات کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتے اور ان کے کھانے کا بندوبست کرنا پڑتا۔ باورچی کی سہولت بھی موجود نہ تھی۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ہی کو گھر کے سارے کام کرنا پڑتے۔ چکّی پیسنا، آٹا گوندھنا، تنور پر روٹی لگانا، سالن بنانا، سردیوں میں سنگیوں کے وضو کے لیے پانی گرم کرنا، موسم کے مطابق بستر مہیا کرنا اور گھر کے دیگر تمام کام انجام دینا انھی کی ہمّت تھی۔ مگر اِن تمام مصروفیات کے باوجود سب کو بروقت کھانا مل جاتا۔ سب کے لیے ایک ہی قسم کا کھانا ہوتا اور دستر خوان پر چُنا جاتا۔ مریضوں اور پرہیزی کھانے والوں کے لیے الگ اہتمام کیا جاتا۔ مہمان کی حیثیت سے بالاتر ہوکر ہر ایک کا برابر خیال رکھا جاتا۔ کھانا ہمیشہ دائیں طرف سے شروع کیا جاتا، خواہ بائیں جانب کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہوتی۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھاتے۔ بعض

Marfat.com

اوقات کھانا کھلانے کی خدمت انجام دیتے۔ بعض اوقات مہمانوں کے ہاتھ بھی خود دُھلاتے۔ آپ کی آمدنی کے وسائل محض اراضی تک محدود تھے۔ آپ اپنی اراضی کو بھی سَنگیوں کی طرف منسوب کرتے اور فرماتے: ''جاؤ، انھیں لے جا کر ان کی زمین دِکھالاؤ''۔ گویا اللہ تعالیٰ کی یہ عطا بھی محض ان مہمانوں کی خدمت کے لیے ہے۔

دُور کے مہمان کو واپس جانا ہوتا تو اُسے راستے کے لیے کھانا ساتھ دے دیا جاتا۔ یہ کھانا ایک روغنی روٹی، ایک خشک روٹی، اچار یا انڈے کے سالن یا دونوں پر مشتمل ہوتا۔ مہمانوں کو رخصت کرنے کے لیے چاروں طرف حدود مقرّر تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود وہاں تک الوداع کہنے جاتے اور دعاؤں کے ساتھ مہمان کو رخصت کرتے۔ بعض اوقات کسی مہمان کو کسی حکمت اور مصلحت کے تحت مقامِ الوداع سے واپس لے آتے اور چند دن مزید اپنے پاس ٹھہراتے۔

مہمان کو اس کی خواہش پر رخصت کیا جاتا۔ دُور کا مہمان تین دن تک شرعی مہمان تصوّر رہتا۔ اس کے بعد کوئی اپنی صواب دید پر جتنے دن ٹھہرنا چاہتا، کوئی روک ٹوک یا پابندی نہیں تھی۔ بعض سَنگی مہینوں ٹھہرتے اور باطن کی اصلاح میں مصروف رہتے۔ بعض سفید پوش ساتھی ایسے بھی تھے جنھیں زادِ راہ میں بھی باقاعدہ مدد دی جاتی۔

اِس مہمان نوازی کی جھلک قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے آخری لمحات میں بھی ملتی ہے۔ اس کے عینی شاہد ابھی تک موجود ہیں۔ حاجی پنّوں خان کوٹلی والے اپنے کنبے کے چند افراد کے ساتھ انگلینڈ جا رہے تھے۔ وہ الوداعی ملاقات کے لیے دربارِ عالیہ کالا دیو، جہلم حاضر ہوئے۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا پر وقفے وقفے سے غشی طاری ہو رہی تھی۔ ان سب سے ملاقات کے فوراً

Marfat.com

بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ پورا کنبہ پریشان تھا۔ رات جب مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو ہوش آیا تو سب سے پہلے آپ نے یہی پوچھا: ''مہمانوں کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی ہے''؟ اس کے بعد جلد ہی آپ خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کا یہ جذبہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر تھا جو آپ کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے پورے ماحول میں خدمتِ خلق کی فضا پیدا کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ خدّامِ دربار بھی اس جذبے سے سرشار تھے۔

مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے انھی لمحات کا ایسا ہی ایک اور واقعہ یہ ہے کہ کچھ سنگی عیادت کے بعد جانا چاہتے تھے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا: ''کھانا کھا کر جانا، روٹیاں جلد ہی تنور سے آجائیں گی''۔ انھوں نے معذرت چاہی اور روانہ ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''دو دو روٹیاں اور اچار باندھ کر انھیں ساتھ دے دو''۔ یہ واقعہ آپ کے وصال سے ایک یا دو دن پہلے کا ہے۔

کسبِ حلال:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کسبِ حلال پر بہت زور دیتے۔ سنگیوں کو بھی اس کی تاکید کرتے اور اس حوالے سے خود بھی بہت احتیاط سے کام لیتے۔ آپ نے عمر بھر یہ کوشش کی کہ مشکوک لقمے سے اجتناب فرمائیں۔ آپ نے اپنی ضروریاتِ زندگی ہی اس قدر مختصر رکھیں کہ محض روٹی اور چٹنی پر ہی گذر بسر ہو جاتی۔ معاش کے لیے آپ نے زمین داری کا پیشہ اپنایا جس میں کسی قسم کے استحصال، ناجائز

Marfat.com

منافع خوری یا حق تلفی کا امکان نہ تھا۔ آپ اپنی زمین خود ہی کاشت کرتے، ہل چلاتے، غلّہ اُگاتے، خود کھاتے اور سنگیوں کو کھلاتے۔

آپ زندگی بھر حکومت یا اس کے کسی متعلّقہ نظام سے وابستہ نہیں رہے اور نہ ہی آپ نے کبھی کسی کے سامنے اپنی حاجت بیان کی۔ طبیعت میں استغنا تھا۔ آپ شیخِ طریقت تھے، مریدوں کی خاصی تعداد تھی، کئی خلفاء تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عام مروجّہ مسندِ ارشاد نہ تھی۔ مسجد ہی مسند تھی۔ اسی میں قیام تھا۔ سالکین کی تربیت گاہ بھی مسجد ہی تھی۔ سنگیوں کی تربیت اور توجّہ کے لیے دورے پر جاتے اور ہمیشہ مسجد ہی میں قیام کرتے۔ طالبوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاتے۔ بدعات اور کج روی سے بچاتے۔

آپ کے تقریباً تمام سنگی کسی نہ کسی شغل سے وابستہ تھے۔ بعض زراعت کرتے تھے اور بعض ملازمت۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کی اور ان کے اعمال پر کڑی نظر رکھی۔ اکثر سنگی بھی آپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ محنت مشقت کر کے روزی کماتے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنتے۔ آپ کا مسلک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت بانٹنا تھا۔ اس لیے آپ نے کبھی نذرانوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی البتہ تحفہ وہدیہ قبول فرماتے اور سنگیوں کی دل شکنی نہ کرتے۔

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالَم تھا کہ آپ کے وصال کے وقت تجہیز و تکفین کے لیے گھر میں پیسہ تک نہ تھا البتہ کھلیان میں غلّہ موجود تھا۔ آپ کا زندگی بھر کا نصب العین یہ رہا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی ہے اور یہی زرّیں روایت آپ کے ترکے کے طور پر وراثت میں آگے منتقل ہوئی۔

Marfat.com

اندازِ گفتگو:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اکثر مسجد میں آراستہ رہتی۔ ظاہر ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں تو ہو نہیں سکتیں۔ آپ دین اور اخلاق وعرفان کے نکات بیان فرماتے اور سنگی ادب واحترام سے خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ وہ آپ کا کہا ہوا ایک ایک لفظ اور جملہ غور سے سنتے اور گرہ میں باندھ لیتے۔ سب ساتھی آپ کے ارشادات پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

آپ کبھی کسی کے سوال پر چیں بہ جبیں نہ ہوتے لیکن آپ کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے ساتھیوں کو سوال کرنے کی ہمت کم ہی پڑتی تھی۔ اگر آپ کچھ دریافت کرتے تو مخاطب جواب عرض کرتا۔

آپ کی آواز میں رعب اور دبدبہ تھا۔ بہت صاف اور واضح انداز میں گفتگو فرماتے۔ ایک ایک لفظ سننے والوں تک پہنچتا اور پوری طرح قابلِ فہم ہوتا۔ گفتگو کے دوران آواز نہ زیادہ بلند ہوتی، نہ زیادہ پست۔ مجلس اور موضوع کی مناسبت سے آواز کو معتدل رکھتے۔ گفتگو کے دوران بعض اہم نکات دُہراتے تاکہ اچھی طرح دل نشین ہو جائیں۔

آپ کی مادری زبان میرپوری تھی۔ زیادہ تر اسی زبان میں گفتگو کرتے۔ سامعین کی عقل، فہم اور استعداد کو پیشِ نظر رکھتے۔ اگر کسی سنگی سے کوئی کوتاہی ہو جاتی اور اس کی تنبیہ اور تادیب مقصود ہوتی تو اسے براہِ راست کچھ نہ کہتے بلکہ عمومیت کے طور پر پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال کا ذکر کرتے جو بہت اثر انداز ہوتا۔

آپ کی گفتگو کا موضوع زیادہ تر اصلاحِ باطن ہی ہوتا۔ تائیدی طور پر

Marfat.com

بزرگانِ دین کے واقعات بھی بیان کرتے اور سنگیوں کو اس امر کی تشویق دلاتے کہ وہ نیکی اور پارسائی کی طرف مائل ہو جائیں اور اپنے نفس کی اصلاح کریں۔ کسی ناگوار واقعے پر بھی آپ نے کبھی غم و غصّے کا اظہار نہیں کیا۔ اللہ نے ایسا وسیع ظرف عطا کر رکھا تھا کہ طبیعت کا ٹھہراؤ اپنے اعتدال پر رہتا۔ اس سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نفسِ امّارہ پر آپ کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔

ایک بار آپ گوڑھا، ڈڈیال کی مسجد میں قیام پذیر تھے۔ پڑوس میں ایک چوہدری صاحب کا وسیع رقبہ تھا جس میں بہت زیادہ درخت تھے۔ کسی نے وہاں سے ایک درخت کاٹ لیا۔ چوہدری صاحب کو علم ہوا تو بگڑ گئے۔ انھیں شک ہوا کہ کہیں آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے یہ حرکت نہ کی ہو۔ وہ نہ آدابِ گفتگو سے آشنا تھے، نہ اخلاقی، معاشرتی اور مروّت کے تقاضوں سے واقف تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، مسجد کے باہر کھڑے ہو کر درشت کلامی کرنے لگے۔ انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ نے اپنے گرد سب چور اور ڈاکو اکٹھے کیے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی نے میرا پھلاہی کا درخت کاٹ لیا ہے۔ آپ اُن کی یہ بدگمانی اور بدزبانی تحمل سے برداشت کرتے رہے اور آخر میں بڑی سنجیدگی اور متانت سے فرمایا: ''سنگیا! ہم تو اچھائی اور نیکی ہی کی تعلیم دیتے ہیں۔ بُرائی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی کی غلط تربیت نہیں کرتے''! پھر آپ نے اشارے سے فرمایا کہ اِدھر اُدھر کہیں دیکھ لیجیے۔

اتفاق سے چوہدری صاحب کو جلد ہی کٹا ہوا درخت مل گیا۔ کاٹنے والے نے اس کی گڑیاں بنوا رکھی تھیں۔ چوہدری صاحب کو بھی احساس ہو گیا کہ یہ ان

Marfat.com

درویشوں میں سے کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی ہدایت منظور تھی۔ یہ واقعہ اُن کی اصلاح کا باعث بن گیا۔ انھیں اپنے رویّے پر ندامت محسوس ہوئی اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا صبر و تحمل، حُسنِ سُلوک اور شیریں کلامی اُن کے دل میں گھر کر گئی۔ اب وہ مسجد میں آتے، خاموشی سے آپ کے ارشادات سنتے لیکن عین نماز کے وقت اُٹھ کر چلے جاتے۔ آپ نے اِس حرکت پر نہ خود انھیں ٹوکا اور نہ ہی کسی سَنگی کو کچھ کہنے دیا۔

ایک دن انھیں خود احساس ہوا اور بیوی سے کہنے لگے: ''آج مجھے پاک صاف کپڑے دو۔ نماز میں شامل نہ ہونے سے مجھے سخت ندامت ہوتی ہے۔ بس آج سے نماز شروع کردوں گا''۔ اِس تبدیلی کے بعد وہ بیعت بھی ہوگئے اور محنت و ریاضت سے روحانی مدارج طے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و کرم اور پیرومرشد کی توجّہ سے صاحبِ حال بن گئے۔ اس کے بعد وہ علاقے میں سائیں محمد یعقوب کے نام سے مشہور ہوگئے اور یہ لقب ان کی اولاد میں آج بھی رائج ہے۔

اِس طرح کے کئی واقعات آپ کی زندگی میں پیش آئے مگر آپ نے ہمیشہ حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرکے دوسروں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

آپ کی گفتگو جچی تُلی اور حشو و زوائد سے پاک ہوتی۔ ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں بات کرتے۔ گفتگو میں تعریف یا مذمّت کرنے سے بچتے۔ نہ کسی کی بے جا تعریف کرتے، نہ بُرائی بیان کرتے۔ اگر کوئی سَنگی مجلس میں اشارے یا کِنائے میں بھی کسی کے بارے میں ایسا کرنا چاہتا تو اسے روک دیتے اور فرماتے کہ اپنی فکر کرنی چاہیے۔ دوسروں کے متعلّق کچھ کہنے کا حق صرف اُسے پہنچتا ہے جس نے خود پاک دامنی کی سَند حاصل کرلی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ نفسِ امارہ کی تحریک سے بچو

Marfat.com

اور دوسروں کے بارے میں حُسنِ ظن سے کام لو۔

آپ خوشی کے موقعے پر مسکرا دیتے اور نگاہیں نیچی کر لیتے۔ غم واندوہ کے وقت بھی وقار اور متانت قائم رہتا۔ اپنی ذات کے بارے میں تو آپ ہمیشہ عفو و درگذر سے کام لیتے اور جذبات کو قابو میں رکھتے سختی کا جواب بھی نرمی سے دیتے مگر دین کے معاملے میں آپ کا ردِ عمل قطعاً مختلف ہوتا۔ خدانخواستہ اگر کہیں شعائرِ دین سے متعلق تضحیک یا توہین کا کوئی پہلو سامنے آتا تو آپ کی برداشت سے باہر ہو جاتا۔ اِس طرح کے چند واقعات بھی آپ کی زندگی میں پیش آئے۔ یہاں ان کا تفصیلی بیان قرینِ مصلحت نہیں، اس لیے محض اشارہ ہی کافی سمجھا گیا۔

اتباعِ سنّت:

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کامل تقلید ہی روحِ ایمان اور جانِ روحانیت ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہر وقت سُنّت کی پیروی کا دھیان رہتا۔ آپ سُنّت کی جُزئیات تک پر عمل کا خصوصی اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک تھے جس میں اتباعِ سنّت پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اِس سلسلۂ طریقت میں مباحات کے اختیار کرنے میں باگ کو ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اِس سلسلے کے کاملین کے نزدیک مشتبہ اور مشکوک سے بچنا بھی اُتنا ہی ضروری ہے جتنا حرام سے۔ پھر آپ نے باولی شریف جیسے مرکزِ تربیت میں بارہ سال گذارے جہاں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک روز خواجہ محمد خانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں آیا کہ آج ایک بے نماز بھی گندم کاٹنے والوں میں شامل تھا۔ یہ معلوم ہوتے ہی آپ نے اُس دن کی کٹی ہوئی گندم کا استعمال لنگر میں منع

Marfat.com

فرما دیا۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی عشقِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عبارت تھی اور سچّا عشق محبوب کی تقلید سکھاتا ہے۔ آپ زندگی بھر ہر پہلو سے اُسوۂ حَسنہ پر عمل کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور اس عمل میں بے پناہ لطف و لذّت محسوس کرتے۔ پانی پیتے تو ہمیشہ بیٹھ کر اور تین وقفوں سے۔ کھانا مٹی کے برتن میں کھاتے۔ کوزے کا رخ قبلے کی طرف رکھتے۔ آپ کے وارثِ کامل حضرت خواجہ قاضی محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کا بیان ہے کہ بعض اوقات عشاء کے بعد آپ کے سرہانے کوزہ رکھنے کی سعادت ملتی تو فرماتے: ''اِس کا رخ قبلے کی طرف کر دو''۔ اِسی طرح جوتے کا رخ بھی ہمیشہ قبلے کی طرف رکھتے۔ آپ خود اکثر دوزانو بیٹھتے اور اسی اندازِ نشست کو پسند فرماتے۔

تقویٰ:

آپ پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خشیت غالب رہتی اور ہمیشہ اپنے حُسنِ انجام کی فکر میں رہتے کیوں کہ محو و ثبات رات دن واقع ہو رہے ہیں۔ سوائے انبیاء علیھم السّلام کے کسی کو محو و ثبات سے امان نہیں۔ آپ کوشش کرتے کہ جن امور کی انجام دہی انسان پر عائد کی گئی ہے، ان میں کوتاہی نہ ہو بلکہ اضافی احکام پر بھی جہاں تک ممکن ہو سکے، عمل کیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جن چیزوں سے روکا ہے، اُن سے رک جانا ہی تقویٰ ہے۔ گناہ کے نتائج ہمیشہ بُرے ہوتے ہیں اور اللہ کا قہر و غضب الگ ہوتا ہے۔ بُرے نتائج اور اللہ کے قہر سے بچنے کے لیے گناہوں سے اجتناب کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالَم

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ اِس سلسلے میں بہت احتیاط سے کام لیتے۔ آپ مستحبّات تک کو ترک نہ کرتے اور شرعی رخصت پر بھی عزیمت کو ترجیح دیتے۔ طہارت کا خاص خیال رکھتے۔ ہمہ وقت باوضو رہنے کا اہتمام کرتے۔ آپ اکثر ذکر و فکر اور تلاوت میں مصروف رہتے اور قیام بھی مسجد ہی میں ہوتا۔ وضو کا حق ادا کرنے کے لیے تحیۃ الوضو کے دو نفل بھی آپ کے مستقل معمولات میں شامل تھے۔ یہی صورتِ حال آپ سے وابستہ ارادت مندوں کی بھی ہے۔ یہ لوگ اکثر باوضو رہتے ہیں اور تحیۃ الوضو کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

خورد و نوش میں بھی آپ بہت احتیاط برتتے۔ مشتبہ لقمے کے نزدیک نہ جاتے۔ بازار کی بنی ہوئی چیزیں بھی استعمال نہ کرتے۔ سنگیوں کی مجلسوں میں تقویٰ کی اہمیت واضح کرتے رہتے اور انھیں تقویٰ کا راستہ اختیار کرنے پر اُبھارتے۔

ایک سادہ مَنَش آدمی آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ اُسے صفائی سُتھرائی کا شعور نہ تھا۔ آپ اُسے شفقت سے سمجھاتے مگر اُس بے چارے کے پلّے کچھ نہ پڑتا تھا۔ ایک دن آپ اسے زیرِ ناف صفائی کے لیے پکڑ کر لے جا رہے تھے کہ آپ کے خلیفۂ مجاز مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ راستے میں مل گئے۔ جب انھیں ساری صورتِ حال معلوم ہوئی تو انھوں نے سمجھانے کا یہ فریضہ اپنے ذمّے لے لیا۔

بابا محمد حسین سکنہ رجور کی روایت ہے کہ مَیں ایک دن تنور تاپنے کے لیے کھیت سے ایندھن لایا۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ وہاں قریب ہی دوسروں کے بالن (ایندھن) پڑے تھے۔ پہلے تحقیق کر لو کہ کہیں دوسروں کی لکڑیاں تو نہیں اٹھا لائے ہو۔ تنور تب جلانا جب یقین ہو جائے کہ ایندھن اپنا ہی ہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے اہلِ خانہ کے تقویٰ کی بھی یہ کیفیت تھی اور یہ آپ کا فیضانِ نظر تھا۔ بدقسمتی سے آج کل عام لوگ ایسی باتوں کو بہت معمولی سمجھتے ہیں اور زیادہ احتیاط نہیں کرتے۔

مزاح:

آپ کی طبیعت میں سنجیدگی اور متانت تھی۔ سنگی آپ کے حضور دَم بہ خود بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھی آپ خود ان کی خاموشی توڑ کر خیر و عافیت اور احوال دریافت کرتے۔ بال بچوں اور کاروبار کا پوچھتے۔ زندگی کے معاملات و مسائل پر بات کرتے۔ ایسے لمحوں میں بعض اوقات سنگی آپس میں خوش طبعی اور مزاح کی بات چیت کرتے۔ چوں کہ سنگی مزاج آشنا اور آداب شناس تھے، اس لیے مزاح میں بھی حدودِ شریعت سے باہر نہ جاتے اور شائستگی برقرار رکھتے۔ آپ ایسی باتوں سے محظوظ ہوتے اور کبھی کبھی بے ساختہ مسکرا دیتے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل عین سنّت کے مطابق تھا۔

شعر و سخن:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ شاعر یا ادیب نہیں تھے البتہ سخن شناس اور شعر و ادب کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ زیادہ تر عارفانہ اشعار پسند فرماتے جن سے احوالِ طریقت کی آئینہ داری ہوتی۔ شاعری کے حوالے سے بھی آپ کے تصرّفات ثابت ہیں۔ آپ کے دو سنگی شاعر نہ تھے مگر شوقِ سخن گوئی رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک خواندہ تھے اور دوسرے بالکل اَن پڑھ۔

صوفی فوجدار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مخلص سنگی اور خلیفۂ مجاز تھے۔ وہ پڑھے لکھے تھے اور محکمہ انکم ٹیکس پونچھ میں ملازم تھے۔ ایک دن اُن کی ملاقات

Marfat.com

مشہور صوفی شاعر بابا جی لار رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سنگی سے ہوئی۔ یہ صاحب بھی شاعر تھے۔ صوفی فوجدار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود روایت کی کہ مجھے خیال گذرا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگیوں میں کوئی شاعر نہیں۔ رات کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ''سنگیا! تُو خیال کرتا ہے کہ ہمارے سنگیوں میں کوئی شاعر نہیں۔ ذرا اپنے دل کی تختی کی طرف دھیان دے''! مَیں نے دیکھا کہ دل کی تختی کُھل گئی اور اس پر مختلف زبانوں کے اشعار درج ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کس زبان میں شعر کہنا چاہتے ہو''؟ مَیں نے عرض کی: ''پنجابی زبان میں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کہا کرو''! صبح اُٹھا تو ہر بات شعر بن گئی۔ کلام بیاض کی صورت میں مرتّب کرنا شروع کر دیا۔ اشعار کا موضوع صوفیانہ تھا۔ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ خود روایت کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے اختتام پر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: ''سُنا ہے ہمارا سنگی شاعر ہو گیا ہے''۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مَیں نے مجلس میں ایک خوش الحان ساتھی کو بیاض میں سے چند اشعار پڑھنے کو کہا۔ یہ اشعار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں تھے۔ ایک دو شعر سُن کر آپ چلے گئے۔ آپ اپنی تعریف پسند نہیں کرتے تھے۔ فنِ شعر میں زیادہ محویّت بھی پسند نہیں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ شاعر کی ساری توانائی قافیہ آرائی اور الفاظ کے درو بست میں صَرف ہو جاتی ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ یہ وقت اور توانائی بھی ذکر و فکر میں صَرف ہو!۔

اَن پڑھ سنگی بابا عبدالغفور تھے جنھیں عرفِ عام میں ''بابا غفوری'' کہا جاتا

Marfat.com

تھا۔ان سے متعلق روایت حضرت خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی نے بیان فرمائی ہے کہ ایک دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگلہ مسجد، کوٹلی میں قیام پذیر تھے۔ یہ مسجد اب ڈی۔سی ہاؤس کوٹلی کے پڑوس میں ہے اور سلطانیہ مسجد کہلاتی ہے۔حاجی مولانا بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ اور چند دوسرے سنگی بھی موجود تھے۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بابا غفوری کو شاعر بننے کا بڑا شوق ہے، دعا کیجیے کہ وہ شاعر بن جائیں۔اس کے بعد بابا غفوری پر شعر و سخن کے دروازے کھل گئے۔وہ علم کی ابجد سے بھی ناواقف تھے مگر ان کے کلام سے احساس نہیں ہوتا کہ یہ کسی ناخواندہ شخص کا کلام ہے۔

راجوری میں ایک دن بابا غفوری کو پنجاب کے ایک بزرگ سے واسطہ پڑا۔ ان کے تاثرات نے اِن اشعار کی شکل اختیار کی:

ل　　لالباس کر رأس شکلاں
دعوے بن کے ٹرن فقیریاں دے
رکھن اسپ ،اسواریاں کرن والے
شوکت شان دِکھان امیریاں دے
دینا جان مثال مردار میاں
جمع مال کردے دولت گیریاں دے
ط،م تے ع بغیر نکتے
خالی حال غفورا خیریاں دے

پ　　پیر دی نظر اکسیر ہوندی
سنگ دلاں نوں کرے او لعل کیوں نہ
مارے چمک کوہ طور دے نور والی

Marfat.com

قیمت پوے بے حد کمال کیوں نہ

پکڑ کرد قربانی دی کرے نیّت

ہووے نال تکبیر حلال کیوں نہ

رانجھے وچ سما غفور جاوے

چھوڑے ہیر تمام جنجال کیوں نہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے ایک اور سنگی سائیں محمد حسین، رڑہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اُنھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی پر یہ شعر پڑھا:

کمی نہ آوے بادشاہاں نوں جے اِک لعل گیا تاں

آیا ملنگ سوالی حُسیناں ڈاہڈا تنگ پیا تاں

آدابِ معاشرت:

آپ کا طرزِ عمل اسلامی آدابِ معاشرت کی بہترین تصویر تھا۔ سلام میں پہل کرتے۔ سلام کے جواب میں ''وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' فرماتے۔ محض سر یا ہاتھ کے اشارے کو قطعاً کافی نہ سمجھتے تھے بلکہ مسنون طریقے کے مطابق سلام کا پورا جواب دیتے۔ شریعت نے اِس عمل پر تیس نیکیوں کی بشارت دی ہے۔

آپ خط و کتابت کی طرف زیادہ توجّہ نہ دیتے۔ سنگیوں کی تربیت کے لیے روحانی توجّہ اور ملاقات سے کام لیتے۔ اکثر سنگی روحانی تازگی کے لیے خود حاضرِ خدمت ہوتے۔ آپ کے آخری ایّام میں مولانا فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چک ۴۵، ساہیوال نے عریضہ لکھا۔ یہ خط آپ کی زیرِ مطالعہ دلائل الخیرات کے نسخے سے ملا اور آج بھی محفوظ ہے۔ خط آنے کے چند دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ بعض

Marfat.com

سنگی رنگون، برما میں رہتے تھے۔ انھوں نے خط لکھا۔ کسی ساتھی کی خواہش پر آپ نے جواب کی آمادگی ظاہر کی مگر جواب بھیجا نہ جاسکا۔ حالاں کہ آپ خود بھی جواب لکھ سکتے تھے اور اہلِ علم حلقہ بہ گوشوں میں سے بھی کسی سے لکھوا سکتے تھے۔

مصافحہ:

آپ احباب سے مصافحہ فرماتے۔ دیر یا دُور سے آنے والے سنگیوں سے معانقہ بھی کرتے۔ قدم بوسی کی اجازت نہ دیتے اور جُھک کر ملنے پر بھی ناگواری کا اظہار کرتے۔ مصافحہ کرتے ہوئے بعض ساتھی فرطِ محبّت سے دست بوسی کرلیا کرتے تھے۔ آپ خود انتہائے محبّت سے اپنے پیرومرشد کی قدم بوسی بھی کرتے۔

پردہ:

عورتوں کے پردے کے احکام وضاحت وصراحت کے ساتھ قرآن وسنّت میں موجود ہیں۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ ان پر پوری طرح کاربند تھے۔ اس سلسلے میں بھی بہت احتیاط کی جاتی۔ ایک بار ایک مہمان خاتون کو کچھ عرصہ ڈیرے پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ بہت عابدہ وزاہدہ اور ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک دن وہ چار دیواری کے اندر قدرے بلند آواز سے قرآنِ مجید کی تلاوت کررہی تھیں کہ ایک عالمِ دین کا باہر سے گذر ہوا۔ وہ ترتیل، تلفظ اور لحن سے متاثر ہوکر سننے کے لیے رُکے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اچھا نہ لگا اور آپ نے اُس خاتون کو تاکیدی ہدایت کی کہ آئندہ کمرے کے اندر تلاوت کیا کریں۔

آپ کے گھرانے کو یہ فخر حاصل ہے کہ خاندان کا کوئی فرد کسی قسم کا نشہ نہیں

Marfat.com

کرتا اور فضولیات میں مشغول نہیں ہوتا۔ تفریحِ طبع کی آڑ میں بھی لہو ولعب کا قطعاً کوئی رواج نہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر بھی اسلامی آداب کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے۔ گانا بجانا، رقص و سرود اور تیل مہندی جیسی ہندوانہ رسوم سے پرہیز کی جاتی ہے۔

تصویر:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی شبیہ نہیں ہے۔ خاندان میں تصویر بنوانے یا رکھنے کا کوئی رواج نہیں۔ اُس زمانے میں شناختی کارڈ یا پاسپورٹ وغیرہ جیسی سرکاری مجبوریاں بھی نہیں تھیں، اِس لیے آپ کی کوئی تصویر نہیں بنی۔ آپ احکامِ شریعت کی پابندی میں جتنی احتیاط کرتے تھے اُس کا بھی یہی تقاضا تھا۔

اراضی اور مویشیوں کی نگرانی کے لیے کُتّا:

موضع دولیاہ جٹاں، کوٹلی میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زرعی اراضی تھی۔ یہ دور افتادہ گاؤں تھا۔ مال مویشی بھی تھے۔ محترمہ نانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا وہیں قیام پذیر تھیں۔ دیکھ بھال کے لیے سَنگی بھی اکثر وہاں آتے جاتے رہتے۔ ان حالات میں اراضی اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک کُتّا وہاں رکھا گیا تھا۔ یہ عمل بھی احکامِ شریعت کے مطابق تھا۔

معاشرتی معمولات:

آپ کے معاشرتی معمولات بھی روایتی علماء و مشائخ سے بالکل مختلف تھے۔ آپ کی کوئی الگ مسند نہیں تھی۔ بیٹھنے کے لیے نشست کا مخصوص انتظام بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ مسجد میں جہاں جگہ ملتی، سَنگیوں میں بیٹھ جاتے۔ سَنگی بھی اکثر ہم

Marfat.com

رنگ و ہم لباس ہوتے اور آپ ظاہری طور پر اُن میں ممتاز نہ ہوتے۔ اجنبیوں کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہچاننا مشکل ہو جاتا۔

آپ حفظِ مراتب کا بہت خیال رکھتے۔ ضعیفوں، علمائے کرام اور سادات کی بے حد عزّت و توقیر کرتے۔ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبّت جُز وِ ایمان سمجھتے۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ کرتے۔ مہمانوں کو خود الوداع کہتے۔ مصافحہ اور معانقہ کرتے۔ مریضوں کی مزاج پُرسی کے لیے تشریف لے جاتے اور جنازوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے۔ چھوٹے بچّوں تک کو پورے نام سے بُلاتے اور اُن کے ساتھ خصوصی شفقت کا برتاؤ کرتے۔ اپنا کام خود کرنے میں قطعاً عار محسوس نہ کرتے۔ وضو تک میں کسی کی مدد پسند نہ فرماتے۔ سنگیوں کے ساتھ یوں پیش آتے جیسے وہ آپ کے خاندان کے افراد ہوں۔ ہمیشہ اُن کے نجی، خاندانی، معاشرتی اور دینی و روحانی معاملات پر توجہ دیتے۔ یہی سبب تھا کہ سب ساتھی دل و جان سے آپ کی اطاعت کرتے اور پیر خانے کی خدمات کو سعادتِ دارین سمجھتے۔

تربیتِ سالکین:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی مجدّدی سلسلے کے کامل مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی سرپرستی میں تقریباً چوبیس سال تک جاں فشانی سے سلوک کی تعلیم و تربیت پائی اور اس میں کمال حاصل کیا۔ آپ مراحلِ سلوک کی تمام نزاکتوں سے واقف تھے۔ سلوکِ نقشبندیہ میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے اِس کمال کی بہت شہرت بھی تھی۔ چنانچہ راہِ سلوک میں کسی مقام پر رُک جانے والے کئی سالک گرہ کشائی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بامُراد ہو کر واپس جاتے۔

Marfat.com

ایک بزرگ کسی ایسے ہی مقصد کے لیے کچھ عرصہ چھچیاں شریف میں مقیم رہے۔ انھوں نے کسی کو اپنا نام پتہ تک نہ بتلایا۔ وہ بالکل خاموش رہتے اور کسی سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔ ہمہ وقت قلب کی طرف متوجہ رہتے۔ نسوار کا بہ کثرت اور آزادانہ استعمال کرتے۔ انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا باطنی مسئلہ پیش کیا اور آپ کی توجہ سے کامیاب ہو گئے۔

اِسی طرح ایک بار جنڈ شریف، ضلع گجرات کے ایک قاری صاحب تشریف لائے۔ جنڈ شریف کے قاری حضرات اپنے فن میں دُور دُور تک مشہور تھے۔ انھیں بھی راہِ سلوک کی کچھ راہنمائی درکار تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے ذمّے امامت لگا دی اور اُن کی عقدہ کشائی بھی ہو گئی۔

ایک صوفی اور عالم بزرگ کو بھی ایسی ہی کوئی روحانی مشکل پیش آ گئی۔ انھوں نے آپ کی شہرت سُنی کہ سلوکِ مجدّدیہ کرانے میں بے مثال ہیں۔ وہ خود بھی کسی صاحبِ کمال کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ وہ چھچیاں شریف کے لیے روانہ ہوئے اور جہلم پہنچے۔ انھوں نے اپنے کسی جاننے والے کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور راہنمائی چاہی۔ اُن صاحب نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سَنگی کی نشان دہی کی۔ سَنگی سے رابطہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ چند دن پہلے وصال فرما گئے ہیں۔ صوفی صاحب کو بہت مایوسی ہوئی لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔

ایسی اور کئی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کئی سالک دُور دُور سے راہنمائی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور اپنے اپنے نصیب کے مطابق فیض یاب ہوئے۔

Marfat.com

مراحلِ تربیت:

سالکوں کی تربیت کے لیے آپ کا ایک خاص انداز تھا جس کے مطابق انھیں درجہ بہ درجہ مختلف مرحلوں سے گذارا جاتا تھا۔ اس دوران تربیت پانے والوں کے احوال کی خصوصی نگرانی کی جاتی اور ان پر توجہ مبذول رہتی۔ ان کی کیفیات سے آگاہی حاصل کی جاتی اور تلقین و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سُلوک کی ابتدا ہمیشہ لطیفۂ قلب سے کرتے۔ یہ لطیفہ عالمِ امر اور عالمِ خَلق کے لطائف میں برزخ کا مقام رکھتا ہے۔ آغاز میں سالک کو اسمِ ذات ''اللہ'' سکھایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر مرئی ہے۔ ظاہری حواس اُس کے ادراک میں عاجز ہیں۔ اُس کی کوئی شبیہ یا مثال نہیں۔ اسمِ ذات کا ذکر دل کے لیے صیقل کا کام دیتا ہے۔ یہ صفائے قلب کے لیے اکسیر ہے۔ اسمِ ذات کے تکرار سے قلب کو قوت حاصل ہوتی ہے اور نفس خود بہ خود مغلوب ہو جاتا ہے۔ بندے میں آہستہ آہستہ ملکوتی صفات پیدا ہونے لگتی ہیں۔

اگلے مرحلے میں اسمِ ذات کی مشق دوسرے لطائف پر کرائی جاتی جو نفس اور سیّد الاذکار کو ملا کر سات ہیں۔ اسمِ ذات کی تعداد پچیس ہزار روزانہ ہے۔ اس کے بعد نفی و اثبات اور مراقبات پر توجہ دی جاتی۔ نفی و اثبات حبسِ دَم کے طریق پر بھی کرایا جاتا اور تہلیلِ لسانی کے طریق پر بھی۔

تربیتِ سُلوک میں صحبتِ شیخ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ شیخ پر کسی وقت بھی وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے لمحوں میں اُس کی نظر میں غیر معمولی تاثیر آ جاتی ہے اور اس وقت جو بھی سامنے آ جاتا ہے، مراد حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت قبلۂ

Marfat.com

عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی کیفیتوں میں تربیت پائی۔ مرشد کی ایک نگاہ نے اُن کے باطن میں انقلاب برپا کردیا اور انھیں وادیِ سلوک میں لا کھڑا کیا۔ ان دونوں حضرات نے اعلیٰ روحانی مدارج پائے جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

راہِ سُلوک میں رابطۂ شیخ بھی بہت اہمیّت کا حامل ہے۔ یہ نورانی رابطہ ہی سالک کی روحانی ترقّی کا ضامن ہوتا ہے۔ مرید کے باطن کی زمین میں مرشد اسمِ ذات کا بیج بوتا ہے۔ باہمی ربط و ضبط، شیخ کی توجہ اور مرید کی اطاعت اور محنت وریاضت سے یہ بیج ایک تناور درخت بن کر پھُولتا پھَلتا ہے۔ اس رابطے کی ایک شکل تو شیخ کے حضور حاضری ہے، اس کی دوسری صورت تصوّرِ شیخ ہے۔ تربیتِ شیخ تبھی فائدہ دیتی ہے جب سالک استقامت کا مظاہرہ کرے۔ شروع شروع میں تو ذوق وشوق زیادہ ہوتا ہے اور سالک عبادت، ریاضت اور اوراد و وظائف پڑھنے میں بڑی مستقل مزاجی اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ اِس ذوق و شوق میں کمی ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ فرائض تک کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ایسا سالک کبھی منزلِ مراد تک نہیں پہنچ پاتا۔ اس لیے سالک کو اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیخِ طریقت کے بتائے ہوئے اَشغال ہی کو کافی سمجھے۔ اِسی میں اس کی بھلائی ہے۔ شیخ اپنے زیرِ تربیت سالک کی استعداد سے باخبر ہوتا ہے اور اس کے مطابق ہی اسے مصروف رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف سالکوں کے لیے، ان کی استعداد کے پیشِ نظر مختلف اَشغال تجویز کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

بعض اوقات نتائج ظاہر ہونے میں کچھ دیر لگ جاتی ہے۔ ایسے میں مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ استقامت سے آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔

رابطۂ شیخ اور صحبتِ شیخ کے سلسلے میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صحبت اور مجلس بڑی اثر آفریں نعمت ہے۔ اس کی بدولت راہِ سلوک کے کم ذوق راہی کے ذوق وشوق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح سُوکھی لکڑی کے ساتھ گیلی لکڑی بھی جَل اُٹھتی ہے، اسی طرح کامل ذاکر کی مجلس میں سُست ذاکر بھی ذکر کی تپش اور حدّت محسوس کرتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دیگر سلاسل سے وابستہ سالکین کو ہمیشہ اپنے اپنے سلسلے سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے اور تاکید فرماتے کہ وہ اپنے اپنے مرشد کے بتائے ہوئے وظائف کی پابندی کریں۔ تاہم ان کی دل جوئی کے لیے کچھ نہ کچھ راہنمائی فرما دیتے۔

سالکوں کے لیے آپ کی سب سے پہلی ہدایت یہ ہوتی تھی کہ وہ مسلکِ اہلِ سنت وجماعت سے وابستہ رہیں کیوں کہ اس مسلک کے عقائد قرآن وسنّت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہیں۔ آپ خبردار کرتے کہ ایسے عاملوں کو قطعاً کوئی اہمیت نہ دیں جو حیران کر دینے والے شعبدے دِکھاتے ہیں اور عجیب وغریب کارنامے انجام دیتے ہیں۔

آپ ہمیشہ اپنے سَنگیوں کی صلاحیت اور ان کی روزمرّہ زندگی کی مصروفیات کا جائزہ لے کر متوازن اسباق تلقین فرمایا کرتے۔

آپ کے تربیت یافتہ لوگوں میں یہ ہدایات راسخ ہو گئی تھیں اور وہ اپنے شیخ

Marfat.com

کا بہترین عملی نمونہ تھے۔ جن لوگوں کو ایسے حضرات سے ملنے، ساتھ رہنے یا معاملات کرنے کا موقع ملا ہے، وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ شیخ بھی سالکوں کے حق میں سنگِ پارس تھے، جسے چھُوا، سونا بنا دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ بندے کا کام مرید کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے جو فاعلِ حقیقی ہے۔

ذاتی معمولات:

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی زہد و عبادت اور مجاہدہ و ریاضت میں گذری۔ مشائخِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے زیرِ تربیت رہے تو مجاہدے کے ایک کٹھن دور سے گذرے۔ پھر جب خود شیخِ طریقت ہوئے تو ریاضت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ مجاہدہ و ریاضت کے ذاتی معمولات بھی جاری رہے اور سالکوں کی تربیت، مخلوقِ خدا کی خیر خواہی اور آنے جانے والوں کی دل جوئی کی بھاری ذمہ داری بھی سنبھالنا پڑی۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا تھا جب حاجت مند آپ کی توجہ کے منتظر نہ ہوتے۔ آپ کا وجود دوسروں کے لیے سراپا رحمت و شفقت تھا۔ آپ کی ساری زندگی اظہارِ بندگی سے عبارت تھی۔

شروع شروع میں آپ خود امامت کراتے۔ آخری عمر میں معمول بدل گیا۔ تاہم اس دور میں بھی ضرورت کے وقت نماز پڑھاتے رہے۔ اسی دور میں انب مسجد میں آپ نے نمازِ عشاء پڑھائی اور اس میں سورۂ سجدہ کی آیات تلاوت کیں۔ معتدل نماز آپ کی خصوصیت میں شامل تھی، خواہ امام ہوتے، خواہ مقتدی۔ تعدیلِ ارکان کا پورا پورا خیال رکھتے اور یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھتے کہ نماز کی طوالت کسی مقتدی کے لیے

Marfat.com

گراں نہ ہو۔آپ عموماً چھوٹی سورتیں پڑھتے یا کسی بڑی سورت کی چند آیات پر اکتفا کرتے۔البتہ فجر کی نماز میں ذرا طویل قرأت ہوتی۔

مجاہدہ وعبادت کے حوالے سے آپ کے شخصی معمولات کا آغاز نمازِ تہجد سے ہوتا تھا۔ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ زندگی میں کبھی آپ کی نمازِ تہجد قضا ہوئی ہو۔ تہجد کی آٹھ رکعتیں آپ کا معمول تھا۔ان کے علاوہ دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھتے۔ تحیۃ الوضو کی ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے۔ابتدائی دور میں تہجد کی ہر پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری میں سورۂ مزمّل پڑھتے۔اس طرح چار بار سورۂ یٰسین اور چار بار سورۂ مزمّل پڑھ لیتے۔مگر آخر میں آپ نے یہ معمول بدل دیا اور پہلی دو رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ اور نو بار، دوسری دو رکعت میں سات اور پانچ بار اور باقی چار رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے۔آج کل سنگیوں میں یہی معمول رائج ہے۔سنگیوں کو آپ نے ہدایت کر رکھی تھی کہ نمازِ تہجد ناغہ ہو جانے کی صورت میں، بقائے عادت کے طور پر دن میں پڑھ لی جائے۔

نمازِ تہجد کے بعد ایک سو گیارہ بار استغفار پڑھتے۔(**استغفر اللہ الذی لاالہ الا ھوالحی القیوم**) نمازِ فجر کی سُنّتوں کے بعد سو بار"**سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم بحمدہٖ**" کا ورد کرتے۔اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھتے۔اس کے بعد اکتالیس بار سورۂ فاتحہ پڑھتے اور اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آخری میم کا وصل فرماتے۔اس کے اوّل وآخر بھی گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھتے۔

شروع شروع میں نمازِ تہجد کے متصل پانچ ہزار بار نفی واثبات کا حبسِ دم

Marfat.com

اور دس ہزار بار تہلیلِ لسانی سے ذکر کرتے۔ بعد میں پانچ سو بار حبسِ دَم اور پانچ ہزار بار تہلیلِ لسانی سے ذکر کرتے۔ اس کے علاوہ دن میں پچیس ہزار بار اسمِ ذات کا ذکر مختلف لطائف پر کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ سنتوں کی بھی پابندی کرتے اور ان چار رکعتوں میں چاروں قُل پڑھتے۔ ہر نماز کے بعد حضرت خواجہ محمد خان عالَم رحمۃ اللہ علیہ (باولی شریف) کا ختم بھی معمول میں شامل تھا۔ اِس ختم میں سورۂ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص مع بسم اللہ پندرہ بار اور درودِ ہزارہ سات مرتبہ پڑھا جاتا اور اس کا ثواب حضرت خواجہ محمد خان عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصال کیا جاتا۔

نمازِ عصر کے بعد امامِ ربّانی، مجددالفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم پڑھتے۔ اس میں اوّل و آخر سو سو بار درود شریف اور درمیان میں پانچ سو بار لاحول ولا قوّۃ الاّ باللّٰہ پڑھتے۔ ہر سوویں دانے پر العلی العظیم پڑھا جاتا۔ اس کا ثواب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتے۔

نمازِ مغرب کے بعد پیرانِ پیر حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم پڑھتے۔ اس میں اوّل و آخر سو سو بار درود شریف، درمیان میں پانچ سو حَسْبُنَا اللہ ونعم الوکیل اور سویں دانے پر نعم المولیٰ ونعم النّصیر پڑھتے۔ اس کا ثواب حضرتِ غوث الثّقلین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا۔ یہ ختم کبھی وقت پر ادا نہ ہوسکتا تو بعد میں قضا کر لیتے۔

سلسلہ نقشبندیہ کا معروف ختمِ خواجگان بھی شروع ہی سے معمولات میں

Marfat.com

شامل چلا آرہا ہے۔ یہ ختم عام طور پر فجر یا عصر کی نماز کے بعد یا حسبِ فرصت، مساجد میں موجود نمازیوں کی معیّت میں پڑھا جاتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہمیشہ اِس کا التزام رکھا اور یہ معمول آپ کے خاندان میں بھی جاری ہے۔

شروع شروع میں آپ ہر روز پوری دلائل الخیرات کا ورد کرتے۔ بعد میں پیر، جمعرات اور جمعہ کو پوری پڑھتے۔ آخر میں یومیہ منزل معمول رہا۔ دلائل الخیرات کا وہ نسخہ جو آخری زمانے میں آپ کے زیرِ مطالعہ رہا، دربارِ عالیہ میں بہ طورِ تبرک محفوظ ہے۔

حزب الاعظم روزانہ معمول میں شامل تھی۔ اصحابِ بدر و اُحد کے اسمائے شریفہ کا ورد بھی ہر روز کرتے مگر ایسی کوئی شہادت نہیں ملی کہ آپ نے کسی سَنگی کو بھی یہ اسماء پڑھنے کی ہدایت کی ہو۔ علاوہ ازایں درود حاضری، درود مستغاث اور سلسلے کا شجرہ بھی روزانہ کے معمولات میں شامل رہا۔

آپ ہمیشہ ہر نماز کے بعد قرآنِ کریم کی ایک سورت پڑھا کرتے۔ فجر کے بعد سورۂ یٰسین، ظہر کے بعد سورۂ نوح، عصر کے بعد سورۂ نباء، مغرب کے بعد سورۂ واقعہ اور عشاء کے بعد سورۂ مُلک اور سورۂ سجدہ (۲۱ واں پارہ) کی تلاوت کرتے۔ ہمیشہ قاعدے اور قانون کے مطابق قرأت کرتے۔ مخارج کا خاص خیال رکھتے اور مخارج کے حُسن کو لحن پر قربان نہ ہونے دیتے۔ آپ کتاب سے وظائف پڑھنے کو زبانی پڑھنے پر ترجیح دیتے اور اسے نظر کی عبادت قرار دیتے۔

شروع میں آپ بچّوں کو قرآنِ مجید کی تعلیم دیتے۔ جن حضرات نے آپ سے باقاعدہ قرآنِ مجید پڑھا، وہ آدابِ تلاوت اور اس کے قاعدہ وقانون سے پوری

Marfat.com

طرح واقف تھے۔

مولوی محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق باولی شریف والے بزرگوں نے خواب میں آپ کو فرمایا: ''بیٹا! ظاہری علم پڑھانے والے تو بہت ہیں، آپ باطنی علم پڑھایا کریں''۔ اِس فرمان کے بعد آپ نے یہ سلسلہ موقوف کر دیا اور طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ سالکین کی بڑی تعداد نے آپ سے فیض پایا، تزکیۂ باطن حاصل کیا اور سلوک کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔ اکثر نے رشد و ہدایت کی اجازت پا کر مخلوقِ خدا کو راہِ راست دکھایا، بعض جذب و سکر کی وادی میں گم ہو کر صحرا صحرا پھرے۔ ان میں محمد بوٹا پہلوان کا نام سرِ فہرست ہے۔ وہ جالندھر، مشرقی پنجاب سے کشتی لڑنے کے سلسلے میں جہلم آیا تھا۔

بہت سی مسنون نفلی نمازیں بھی آپ کے معمولات کا حصّہ تھیں۔ نمازِ مغرب کے بعد نمازِ تسبیح روزانہ کا معمول تھا۔ سنگیوں کو بھی اس کی ہدایت کرتے۔ بعض سنگی زندگی بھر روزانہ پڑھتے رہے۔ ان میں حاجی محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ، رولی کوٹلی والے اور سائیں محمد حسن زلفاں والے، ڈڈیال شامل تھے۔ اکثر سنگی جمعے کو نمازِ تسبیح ضرور پڑھتے ہیں۔ باولی شریف کے لہندے والے پیر خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ، اشراق اور اوّابین کے ساتھ دو بار روزانہ پڑھتے تھے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوّابین ادا کرتے اور ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے۔ آپ کے اکثر سنگی اور وابستگانِ سلسلہ بھی آج تک باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ مغرب اور عشاء کے درمیان آپ اکتالیس بار یہ کلمات دہراتے:

Marfat.com

یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ زَمِّلْنِیْ زَمِّلْنِیْ زَمِّلْنِیْ بِقُدْرَۃِ الْخَفِیِّ وَادْرِکْنِیْ قَضَاء حَاجَتِیْ یَا اَحْمَدُ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

آپ نمازِ اشراق بھی ہمیشہ اہتمام سے ادا کرتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد مسجد ہی میں مُراقب رہتے۔ یہ اجتماعی مراقبہ ہوتا۔ اس میں سَنگی بھی شامل ہوتے۔ اشراق کی چار رکعت پڑھتے۔ ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے۔

کچھ معمولات خاص ایام اور مناسبات سے متعلّق بھی تھے۔ دعائے عاشورہ آپ کا خاندانی معمول تھا۔ خاندان کا ہر بزرگ عاشورہ کے روز یہ دُعا پڑھتا۔ جس سال رحلت ہونا ہوتی، اُس سال اتفاق سے بُھول جاتا۔ حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک روز عاشورہ کے دن مَیں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آج آپ نے دعائے عاشورہ پڑھی ہے؟ اِس سوال پر آپ گہری سوچ میں پڑ گئے اور پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی دراز کرے۔ ہم اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ زندگی کی بہاریں گذار چکے ہیں''۔ چنانچہ تیرہ دن بعد، ۲۳۔ محرم الحرام کو آپ کا وصال ہوا۔ یہ دُعا حضرت قاضی فتح اللہ قادری شطّاری رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی تصنیف ''خزائن فتحیۃ الاسرار'' میں درج ہے، جس کا واحد معلومہ قلمی نسخہ دربارِ عالیہ میں محفوظ ہے۔

نصف شعبان کو شبِ برات کے موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ سو رکعت نفل پڑھتے اور سنگیوں کو بھی ہدایت کرتے۔ ایک بار حاجی سخی ولایت رحمۃ اللہ علیہ، مہنڈڑ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے انھیں بھی ترغیب دلائی۔ حاجی صاحب

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ بڑے زیرک اور استدلالی ذہن رکھنے والے تھے۔ وہ بلا سند کسی چیز کو آسانی سے قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ میری نظر سے ایسا کوئی قول نہیں گذرا تھا، اس لیے مَیں متذبذب تھا۔ مگر مرشد کے حکم کی تعمیل سب سے فائق تھی۔ تعمیل تو کی لیکن دل سے پھانس نہ نکلی۔ اتفاق سے مَیں کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ مطالعے کا شوق تھا۔ زندگی کُتب بینی میں گذری تھی۔ جو کاغذ بھی ملتا، اُسے خوب پڑھتا۔ جس کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا، اُس میں ایک آلا (دیوار میں کچھ رکھنے کے لیے چند اینٹوں کی خالی چھوڑی ہوئی جگہ، طاقچہ) تھا جس میں ایک کتابچہ پڑا تھا۔ کتابچے کا سرورق موجود نہیں تھا اور بھی کوئی ایسا سراغ نہ ملا جس سے معلوم ہوتا کہ کتاب یا مصنّف کا کیا نام ہے۔ جہاں سے عبارت شروع ہوتی تھی، وہاں یہی مسئلہ زیرِ بحث تھا اور دلائل سے ثابت کیا گیا تھا کہ شبِ برات کو سو نفل پڑھنا فضیلت کا باعث ہے۔ نہ صرف یہ کہ اطمینانِ خاطر ہو گیا بلکہ مرشد کے تصرّف پر یقین مزید پختہ ہو گیا۔

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں مراقبے کی بہت اہمیت ہے۔ مراقبہ کے لغوی معنی تو گردن جھکانا یا حفاظت کرنا ہیں مگر سلوک کی اصطلاح میں یہ ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ دل کی طرف متوجّہ ہو کر، مشائخِ سلسلہ کے توسّط سے انوارِ الٰہی کا انتظار مراقبہ ہے۔ شیخ کی توجّہ اس میں خاص کردار ادا کرتی ہے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں اشراق سے پہلے اور اکثر رات کو سنگیوں کا حلقہ ہوتا۔ اس دوران آپ توجّہ دیتے۔ حلقے کے دوران سنگی رُو بہ قبلہ ہوتے اور آپ کا رخ سنگیوں کی طرف ہوتا۔ تمام ساتھی کپڑے سے چہرہ ڈھانپ کر متوجّہ الی القلب ہو جاتے۔ شیخ ان کے تزکیہ و تصفیہ کے لیے توجّہ دیتے اور ہر ایک کی استعداد کے مطابق فیوض و

Marfat.com

برکات سے نوازتے۔ اس سلسلے میں یہاں صرف دو واقعات لکھے جاتے ہیں۔

مولانا حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۵۔ اگست ۱۹۷۶ء) کی آپ سے پہلی ملاقات محض اتفاقی تھی۔ وہ اپنے فرائضِ منصبی کے سلسلے میں علاقہ اندرہل میں تھے۔ انھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سنگی کے ذریعے آپ کے روحانی کمال کی خبر پہنچی۔ ان کے دل میں ملاقات کا شوق پیدا ہوگیا لیکن انھوں نے اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ کیا۔ ارادۂ اَزَلی کا اظہار اپنے خاص وقت پر خود بہ خود ہوتا رہتا ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بار مَیں رات کو موہڑہ کینال ٹھہرا۔ صبح اگلی منزل کے لیے روانہ ہوا۔ سردی کا موسم تھا اور اس میں بڑی شدّت تھی۔ ہم سردی سے ٹھٹھر گئے اور مزید چلنا محال ہوگیا۔ سردی سے بچنے کے لیے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھے۔ انب کے مقام پر ایک مسجد دِکھائی دی۔ سردی کی شدّت میں کمی آنے تک مسجد میں پناہ لینے کا سوچا۔ مسجد کا دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چند حضرات چہرے ڈھانپے، گردنیں جُھکائے، متوجّہ الی القلب بیٹھے ہیں۔ انھیں دنیا و مافیھا کی کوئی خبر نہیں۔ اسی وضع قطع کے ایک بزرگ ان سب کے سامنے مراقب ہیں۔ قریب ہی آگ دہک رہی ہے اور اس وقت ہمیں آگ ہی کی ضرورت تھی۔ مسجد میں مکمل سکوت تھا اور فضا میں ہر طرف ایک نورانی کیف چھایا ہوا تھا۔ اچانک سورج کی کرنوں نے اس پُرسکون فضا میں مداخلت کی۔ سب سے پہلے میرِ مجلس نے نقاب اُلٹا۔ نظروں میں ایسا پُرنور جلال تھا کہ ہماری نگاہیں خیرہ ہوگئیں اور حرکت کی سب توانائیاں سلب ہوگئیں۔ اُن کا نقاب اُلٹنا تھا کہ سب سنگیوں نے بھی نقاب الٹ دیے۔ اس کے بعد سب نے اشراق کے چار نفل ادا کیے۔

Marfat.com

فارغ ہو کر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری خیریت اور آمد کا سبب پوچھا۔ اسی اثناء میں ایک بُڑھیا نے آواز دی کہ روٹی اور دودھ اندر لے جائیں۔ روٹی باجرے کی تھی۔ شاید قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمول کا ناشتہ تھا۔ ہمیں مہمان اور مسافر سمجھ کر ناشتہ ہماری طرف بڑھا دیا گیا۔ آپ کے حسنِ اخلاق کی یہ پہلی ضیافت تھی۔ آپ کی پہلی نگاہ نے ہی دل میں ہلچل مچا دی تھی، جب یہ معلوم ہوا کہ یہی چھچیاں والے بزرگ ہیں تو طبیعت کا پورا جھکاؤ ان کی طرف ہو گیا۔ مَیں گھر واپس آیا مگر دل کی خلش نے پھر چنبہار پہنچا دیا۔ ان دنوں آپ چنبہار میں مقیم تھے۔ مَیں نے سلسلہ مجددیہ میں داخل ہونے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرما لیا اور مَیں داخلِ سلسلہ ہو گیا۔

مجھے اسمِ ذات کا پہلا سبق ملا۔ رات کو ذکر کا حلقہ ہوا۔ آپ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''اِن کا خیال رکھنا، مُلّا ہوتے ہیں''۔ مَیں سلسلۂ طریقت میں نو وارد تھا۔ انانیت پوری طرح بیدار تھی۔ اِس جملے پر کچھ پریشان ہوا۔ پھر متوجہ الی القلب ہونے کا کہا گیا۔ اس دوران میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''اللہ ہو'' کی ضرب لگائی۔ جسیم ہونے کے باوجود مَیں چھت سے ہو کر لَوٹا۔ اس واقعے نے خود سپردگی کی ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ تمام مولویانہ طمطراق جاتا رہا اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا صندوق اٹھائے، ان کی ہمراہی میں ایک خاص کیف ملتا تھا۔

خود میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی اِس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ چنبہار (تھب) کے رہنے والے تھے۔ منڈی سے بھینس خرید کر واپس گھر جا رہے تھے۔

Marfat.com

راستے میں مسجد میں رُکے۔ ارادۂ اَزلی کے نمودار ہونے کی گھڑی تھی۔ اسی مسجد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ مراقب تھے۔ مراقبے سے فارغ ہوئے تو پہلی نظر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی۔ یہ نظران کا کام کرگئی۔ رہی سہی کسر اُس مختصر سی ملاقات سے جاتی رہی۔ طبیعت نے ایسا پلٹا کھایا کہ چند دن بعد گھر بار چھوڑ کر دربار عالیہ چچیاں میں ڈیرے ڈال دیے۔ بعد میں اپنے اعزہ و اقارب کو بھی وہیں بُلوالیا۔ آپ کا شمار حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے۔ مہنڈر، مقبوضہ پونچھ میں آپ کا فیض عام تھا۔ مقبوضہ کشمیر میں آج بھی آپ کے عقیدت مند موجود ہیں۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور سیاست:

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اپنے دور کی بے مثال شخصیات تھے۔ یہ حضرات ظاہری اور باطنی علوم میں باکمال تھے مگر انھوں نے مخلوقِ خدا کی باطنی اصلاح کا کام زندگی بھر اپنے ذمّے لیے رکھا اور دیگر معاملات دوسروں کی استعداد اور صلاحیّت پر چھوڑ دیے۔ یہ حضرات اپنی مساجد میں بیٹھتے، امامت کراتے، حلقۂ احباب کو توجہ دیتے اور ہر لمحہ یادِ خدا میں گذارتے۔ یہاں تک کہ کسی دینی اجتماع میں شرکت یا خطاب کرنے کی بھی فرصت نہ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے وادیِ سیاست سے ہمیشہ دامن بچائے رکھا۔ ان کی ترجیحات اور مصروفیات کچھ اور تھیں ''اقتدار نمی خواہیم اصلاح اقتدار می خواہیم'' (ہم اقتدار نہیں چاہتے بلکہ صاحب اقتدار کی اصلاح چاہتے ہیں) جب کہ سیاست کے تقاضے یکسر مختلف تھے۔ دونوں میں کوئی مناسبت اور سازگاری نہ تھی۔ البتہ دین وملّت کا سچّا درد رکھنے والے ان بزرگوں نے ملّت کی خیر خواہی اور بہتری کے لیے دعائے سحر گاہی کو

Marfat.com

اپنے معمولات کا مستقل حصہ بنائے رکھا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے حضرات سے تعلیم وتربیت پائی اور انھی کے رنگ میں رنگے گئے۔ آپ نے عمر بھر اپنے مشائخ کی پیروی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور مسجد ہی آپ کی زندگی کا مرکز ومحور رہا۔ آپ نے کسی سیاسی تحریک میں حصہ لیا، نہ کسی اجتماع میں شرکت کی۔ اس وقت تک تحریکِ پاکستان کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔

آپ نے اربابِ اقتدار سے کبھی راہ ورسم پیدا نہ کی اور نہ ہی معاشرے کے سرکردہ اور بااثر افراد سے کوئی ضرورت وابستہ کی۔ آپ کی زندگی کا سرمایہ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ تھا اور یہی دولت آپ اپنے سنگیوں میں بانٹتے تھے۔ آپ کے متوسلین کے دامن بھی فقر واستغنا سے مالامال تھے۔ البتہ آستانہ عالیہ پر جو بھی آجاتا، عزت وتکریم کا مستحق سمجھا جاتا اور جہاں تک ممکن ہوتا، اس کی خدمت میں کوئی کمی نہ کی جاتی۔ آپ تواضع میں خوشی محسوس کرتے اور خود خدمت کرنے کو سعادت جانتے۔ مہمان کو الوداع بھی خود فرماتے۔ مخلوقِ خدا کی باطنی اصلاح کے علاوہ، کسی سیاسی وابستگی کو آپ کی ذات سے منسوب کرنا محض مبالغہ ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریکِ پاکستان سے عملی دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔

سالکین کے لیے اذکار و اوراد:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ طالبوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرماتے۔ آپ کو دیگر سلاسل میں بھی بیعت کرنے کی اجازت تھی مگر آپ نے تربیت کے لیے مجددی سلوک ہی کو پسند فرمایا۔

Marfat.com

آپ سب سے پہلے قلب پر اسمِ ذات کی مشق کراتے۔اس کے بعد روح، سر، خفی اور اخفیٰ پر اسمِ ذات کا ذکر کرایا جاتا۔آپ طالب کو ان لطائف کے مقامات سے آشنا کرتے اور اپنی موجودگی میں درجہ بہ درجہ تمام لطائف پر مشق کراتے۔شروع شروع میں زبان تالو سے لگا کر اسمِ ذات کی مشق کرائی جاتی۔اس کی بدولت جب دل کا تزکیہ ہو جاتا اور دنیا کی آلودگی دُور ہو جاتی تو طالب کے لیے آئندہ روحانی ترقی کے دروازے کُھل جاتے۔عالمِ اَمر کے لطائف کے بعد، عالمِ خَلق کے لطائف، نفس اور سیّد الاذکار پر بھی اسمِ ذات کی مشق کرائی جاتی۔اس کے دوران لفظِ ''اللہ'' کا تصوّر اس کے قائم مقام خیال کیا جاتا ہے۔لطیفہ پیشِ نظر رکھ کر اسے فیض کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

تمام لطائف پر اسمِ ذات کی تعداد پچیس ہزار مقرر ہے۔ہر تسبیح کے بعد یہ جُملہ دہرایا جاتا ہے: ''تُوں ہیں مقصود میرا اَتے رضا تیری، اے خدا! عشق اَتے محبت دل میرے نُوں مہربانی کر'' (تُو اور تیری رضا میرا مقصود ہیں، اے اللہ! میرے دل کو عشق و محبت عطا فرما)۔

اسمِ ذات کے بعد آپ نفی و اثبات کی مشق کراتے۔حبسِ دَم اور تہلیلِ لسانی دونوں طریقوں پر تلقین کرتے اور اس کا طریقہ عملی طور پر یہ بتاتے: ''لا'' کو ناف سے کھینچ کر پیشانی پر لایا جائے۔''الٰہ'' کو دائیں کندھے سے نیچے لاکر ''الاّ اللّٰہ'' کی ضرب دونوں پستانوں پر لگائی جائے۔بعض طالبوں کے لیے اس کی تعداد پانچ سو اور بعض کے لیے پانچ ہزار مقرر فرماتے۔اس کے بعد ہر فرض نماز کے بعد متوجہ الی القلب ہونے کی تلقین کی جاتی۔اس توجہ کا دورانیہ دو نفل پڑھنے یا تین وقفوں میں پانی

Marfat.com

کا ایک گلاس پینے کے برابر ہے۔ نمازِ فجر سے اشراق اور نمازِ عصر سے مغرب تک خاموش رہنے کی ہدایت کرتے اور اس دوران استغفار پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

اسمِ ذات اور نفی و اثبات کے بعد طالب کو مراقبات کی تعلیم دی جاتی۔ مراقبۂ احدیّت سے دائرۂ لاتعیّن تک اور بعض کو مراقبۂ مشارب تک تلقین فرماتے اور مشق کراتے۔ اس کی نیّت اِس طرح بیان کرتے: ''مینوں فیض آوندا ہے اُس ذات پاک تھیں جیہڑی موسوم ہے نال صفتاں کاملاں دے اور پاک ہے ساریاں عیباں تھیں، بہ واسطہ پیرانِ کرام رحمۃ اللہ علیہم دے، اوپر لطیفۂ دل میرے دے'' (مجھے اُس ذات پاک سے فیض عطا ہوتا ہے جو کامل صفتوں سے موسوم ہے اور تمام عیبوں سے پاک ہے، پیرانِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلے سے، میرے لطیفۂ دل پر)۔

ذکر کے بعد آپ سنگیوں کو ختمات تلقین کرتے۔ عصر کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم اور مغرب کے بعد حضرت پیران پیر سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم تلقین کیا جاتا۔ بعض کو ختم خواجگان بھی تلقین فرماتے۔ دربارِ عالیہ کی مسجد میں اس کا پڑھنا معمول تھا۔

طالبوں کو تلقین کیے جانے والے کتابی وظائف میں دلائل الخیرات سرِفہرست ہے۔ یہ درود شریف کا مجموعہ ہے اور اس کی یومیہ منزلیں طے ہیں۔ اکثر سنگیوں کو یومیہ منزل اور بعض کو روزانہ پوری پڑھنے کی ہدایت تھی۔ بعض کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ صرف جمعۃ المبارک کو پوری پڑھیں اور باقی دنوں میں یومیہ منزل پر اکتفاء کریں۔ سنگیوں کو درود حاضری اور درود مستغاث پڑھنے کی بھی ہدایت تھی۔ بعض کو حزبُ الاعظم، حزبُ البحر اور قصیدۂ بُردہ بھی تلقین کیا گیا۔ بعض ساتھیوں کو درود تنجینا

Marfat.com

تین سو تیرہ بار پڑھنے کی تاکید کی گئی۔ اِسی درود پاک کی برکت سے لاہور کی ایک مغویہ انبالہ چھاؤنی سے مل گئی تھی جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

آپ نوافل میں تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، اوّابین اور نمازِ تسبیح تلقین فرماتے۔ نمازِ تسبیح کا طریقہ عملی طور پر سمجھاتے۔ آپ نے صوفی غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ سکنہ ہل سنیاریاں ضلع جہلم کو نمازِ مغرب کے بعد نمازِ تسبیح تلقین کی اور عملی طور پر پڑھائی۔

تلاوتِ قرآنِ مجید پر بے حد زور دیتے۔ ہر سَنگی کے وظائف میں تلاوت شامل تھی اور ہر ایک کے لیے مختلف مقدار مقرر تھی۔ بعض سَنگی سات منزلوں میں قرآنِ مجید ختم کرتے، بعض اڑھائی پارے روزانہ پڑھتے اور اکثر سوا پارہ۔ رمضان المبارک میں یہ مقدار بڑھ جاتی اور اکثر سَنگیوں کو اس مہینے میں چار بار مکمل تلاوت کرنا ہوتی۔ سَنگی صبح سورۂ یٰسین، سورۂ مزمّل اور عشاء کے بعد سورۂ مُلک اور سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتے۔

سَنگیوں کو ہر نماز کے بعد تسبیحاتِ فاطمی (سبحان اللہ: ۳۳ بار، الحمد للہ: ۳۳ بار اور اللہ اکبر: ۳۴ بار) اور گیارہ بار درود خضری پڑھنے کی ہدایت تھی۔ صبح کی سنّتوں اور فرضوں کے درمیان سو بار استغفار مع ایک سو گیارہ بار درود شریف، سو بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ مع گیارہ بار درود شریف اور اکتالیس بار (سو بار) سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کے وصلِ میم سے مع گیارہ بار درود شریف پڑھنے کی تلقین تھی۔ اِس نصابِ تربیت سے جو نتائج نکلتے ہوں گے، ان کے ظاہری و باطنی فوائد و ثمرات کا بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

یہاں آپ کے اُسلوبِ تربیت کے ایک خاص پہلو کا ذکر ضروری ہے۔ ایک عام خیال یہ ہے کہ جب دل میں بے کیفی اور خشکی محسوس ہو اور چشمۂ فیض بند ہو جائے تو ذکر کو کسی دوسرے وقت کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔ بعض لوگ اِس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ ایسی حالت سُلوک کی اصطلاح میں "قبض" کہلاتی ہے اور اس کے برعکس کیفیت کو "بَسط" کہا جاتا ہے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت یہ تھی کہ ذکر ہر حال میں جاری رہنا چاہیے خواہ خشکی کی حالت ہو، خواہ کشائش کی۔ ضروری نہیں کہ ہر وقت فیض جاری ہو۔ ذکر جاری رکھنے سے قلب صاف ہو کر یادِ الٰہی کا ملکہ حاصل کر لیتا ہے۔ آپ لوہے کے ہَل سے اس کی مثال دیتے جو کثرتِ استعمال سے صیقل ہو کر آئینے جیسا صاف ہو جاتا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ایک اور مثال بیان فرماتے کہ دیہاتوں میں روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ چَٹّو (مٹی یا پتھر کا بڑا گول برتن) میں دھان چَھڑتے وقت، پہلی ضرب پر سارا دھان چٹّو سے باہر آ جاتا ہے۔ بار بار ڈالنے اور ضرب لگانے سے بُھوسہ الگ ہو جاتا ہے اور چاول الگ۔ پہلے ہی مرحلے میں دل نہ جَمے اور کوشش چھوڑ دی جائے تو کامیابی میسّر نہیں آ سکتی۔

کسی عقیدت مند نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ دوسرے کاموں میں مشغول رہ کر بھی روحانی رابطہ قائم رکھا جا سکتا ہے؟ اِس سلسلے میں حضرت شیخ مدظلّہ نے حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر بیان فرمایا کہ آپ کے خیال میں ایسا بالکل ممکن تھا۔ عام مشاہدے میں آیا ہے کہ دیہاتوں میں عورتیں دو، دو، تین، تین گھڑے اٹھائے ہوتی ہیں اور آپس میں بات چیت بھی کر رہی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات سر کو بھی حرکت دیتی ہیں مگر گھڑے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ چلتے ہوئے

Marfat.com

اور گفتگو کے دوران ان کی توجہ گھڑوں کی طرف ہوتی ہے۔قرآنِ مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔فرمایا گیا کہ خرید وفروخت جیسے معاملات اللہ والوں کو اللہ سے غافل نہیں کرتے۔

خدمتِ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باولی شریف میں لہندے والے پیر حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بارہ سال گذارے اور ان کی صحبت میں رہ کر مجددیہ زبیریہ سلوک کی تحصیل کرتے رہے۔اس بارہ سالہ قیام کے دوران آپ نے جو حقِ خدمت ادا کیا، اُس کی کچھ تفصیل ملتی ہے۔قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا (باولی شریف) نے ایک ملاقات کے دوران حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدظلہ کو اس ضمن میں بتایا کہ باولی شریف میں قیام کے دوران قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ادب اور خدمت کی انتہا کردی۔ہنگامی اور وقتی کاموں کے علاوہ، روزانہ کی جو خدمات آپ نے مستقل اپنے ذمے لے رکھی تھیں، ان میں اپنے شیخ کو وضو کرانا، دَبانا، گرمیوں میں بعض اوقات ساری رات پنکھا چلانا، سٹیشن کے کنوئیں سے تازہ پانی لانا، تنور تاپنا اور زمینداری میں ہاتھ بٹانا جیسے مشقت طلب کام شامل تھے۔ساتھ ہی آپ اپنے اسباق اور وظائف کی بھی پابندی کرتے اور خود تہجد پڑھ کر شیخ کو تہجد کے لیے بیدار کرتے۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے اس ادب شناسی پر حیرت کا اظہار کیا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ احترام زندگی بھر اپنے شیخ کی چارپائی پر کبھی پاؤں نہیں رکھا۔(وہ چارپائی اب بھی باولی شریف میں موجود ہے۔) حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے تبصرے میں فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہ ظاہر بڑے سادہ تھے مگر قدرت نے

Marfat.com

انھیں روحانی کمال تک پہنچنے کے لیے حیرت انگیز استعداد اور صلاحیت عطا کر رکھی تھی۔

حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی ہی میں آپ کو خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف سے تکمیلِ سلوک کی ہدایت فرمائی تھی اور اس کے کچھ ہی دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حسبِ ہدایت اپنے شیخ کے مرید اور خلیفۂ مجاز سے وابستہ ہو گئے اور مزید کئی سال ڈھنگروٹ شریف میں مقیم رہ کر خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت پاتے رہے اور انھی سے صاحبِ ارشاد ہوئے۔ اس دوران بھی آپ نے عقیدت اور خدمت کا حق ادا کیا اور اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ آپ پیر خانے میں لنگر تقسیم کرتے مگر خود سب کے بعد کھاتے۔ آپ میں کمال درجے کا عجز و انکسار تھا۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ سنگیوں کے بچے کھچے ٹکڑوں پر گزارہ کر لیتے اور سالم روٹی اِس خیال سے نہ توڑتے کہ کوئی مہمان آ گیا تو اسے پیش کر دی جائے گی۔

ڈھنگروٹ شریف دریائے جہلم کے کنارے پر واقع تھا۔ علاقہ پتھریلا، پہاڑی اور ناہموار تھا۔ زمین کو قابلِ کاشت بنانا جان جوکھوں کا کام تھا مگر آپ نے آہنی عزم سے کام لے کر اس زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ آپ کی اِس محنت کا اعتراف صاحبزادگان کو بھی تھا۔ آپ نے اپنے جذبۂ ایثار، تواضع اور خدمت سے اپنے شیخ کے ہاں وہ اعتماد حاصل کر لیا تھا کہ رشد و ہدایت کے اُمور میں بھی اکثر اپنے شیخ کی نمائندگی کا شرف حاصل کرتے رہے۔ یہ اعزاز بلاشبہ خلوص، عقیدت اور انکسار کے صلے میں نصیب ہوا۔ باہمی اعتماد اور ربط کا پتا خواجہ حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی اِس

Marfat.com

شہادت سے ملتا ہے کہ آپ کے والد حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے: ''محمد علی! جس طرح تم میری اولاد ہو، اسی طرح سلطان عالم بھی میری اولاد ہے''۔

ایک بار حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بیٹے حافظ علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کسی غرض سے قبلۂ عالَم کے پاس چچیاں شریف بھیجا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں صاحبِ ارشاد تھے۔ صاحبزادہ صاحب کو اُسی دن لَوٹنے کی ہدایت تھی مگر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ صاحبزادہ صاحب نے معذرت چاہی کہ اجازت نہیں ہے۔ قبلۂ عالَم نے فرمایا: ''اجازت لے دوں گا''۔ آپ نے آنکھیں بند کیں، متوجہ الی القلب ہوئے اور فرمایا: ''اجازت ہوگئی ہے!'' صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں بتایا کہ دوسرے دن جب مَیں واپس پہنچا تو والدِ گرامی نے کل واپس نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ مَیں نے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ مسکرا کر چپ ہوگئے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی پاک دامنی اور عفت و عصمت پر آپ کے شیخ کا یہ قول گواہِ صادق ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''میرے پُتّر نوں عورت دی بُکّل وچ سُلا دیوتے پتا نہیں چلے گا عورت ہے کہ مرد''۔ (میرے بیٹے کو عورت کے بستر میں بھی سُلا دو تو پتا نہیں چلے گا کہ عورت ہے یا مرد!)۔

خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ہی کے توسّط سے قبلۂ عالَم کو قطبِ زماں حضرت سیّد محمد نیک عالَم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری اور خدمت کا موقع ملا۔ ایک دن آپ حضرت پیر سیّد محمد نیک عالَم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے کی

Marfat.com

لپائی کر رہے تھے اور بہت انہماک سے اس خدمت میں مصروف تھے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاص اور انہماک کا جائزہ لیتے رہے اور پھر آپ کے جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر اندر سے مراقبات کا رجسٹر اُٹھا لائے اور آپ کو فیوض و برکات سے نوازنا چاہا مگر آپ نے عرض کیا کہ آپ میرے شیخ، خواجہ صاحب پر عنایت فرمائیں، مجھے بالواسطہ سعادت نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو سیفیہ سلوک اسی واسطے سے حاصل ہوا۔

آستانۂ مرشد سے محبت و عقیدت کا ایک اور واقعہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو سنگیوں کے اصرار پر ہل سنیاریاں جانا پڑا۔ آستانہ عالیہ ڈھنگروٹ راستے میں تھا۔ آپ کے صاحبزادے اور موجودہ سجادہ نشین حضرت شیخ مدّ ظلہ العالی بھی ہمراہ تھے۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ڈھنگروٹ شریف زندہ تھیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کے ذریعے کچھ کپڑے اور نقدی اندر بھیجی اور خود باہر کھڑے رہے۔ حضرت شیخ مدّ ظلہٗ فرماتے ہیں کہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا اُس وقت چرخہ کات رہی تھیں۔ شفقت کے بعد فرمایا: ''ابجی (والد) کہاں ہیں؟'' عرض کی: ''صحن سے پرے باڑھ کے ساتھ کھڑے ہیں''۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے آواز دی اور فرمایا: ''کیا اب اجنبی ہو گئے ہو؟'' اِس آواز نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو بے تاب کر دیا۔ سارا ماضی ایک لمحے میں نگاہوں کے سامنے پھر گیا۔ بے تابانہ ننگے پاؤں اندر حاضر ہو گئے۔ ٹوپی مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے قدموں پر رکھی اور زار و قطار رونے لگے۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا بھی اشک بار ہو گئیں اور آپ سے رات

Marfat.com

ٹھہرنے کو کہا۔ آپ نے عرض کی: ''ہل سنیاریاں وعدہ دے چکا ہوں۔ سنگی منتظر ہیں''۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے اصرار نہ فرمایا۔

ایک بار خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاجزادے خواجہ حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے پاس بھیج کر تارامیرا کے تیل کی خواہش کی۔ پیغام ملتے ہی آپ نے گھڑا اُنڈیلا۔ تارامیرا کی گٹھڑی اٹھائی اور تنگدیو جا کر کولھو پر تیل نکلوایا۔ تیل اُٹھا کر آپ صاجزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دریائے جہلم تک گئے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ پیرومرشد کے لنگر کی ضروریات کے لیے کھلیان سے سارا غلّہ اُٹھوا کر ڈھنگروٹ شریف بھجوا دیتے۔

باولی شریف میں ایک سنگی میاں محمد دربار کی بکریاں چَرایا کرتا تھا۔ وہ کسی بات پر رنجیدہ ہو کر چھچیاں شریف چلا آیا۔ جتنا عرصہ وہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقیم رہا، آپ نے کبھی اُس کی طرف پُشت نہیں کی۔ سنگیوں کو بھی ہدایت کر رکھی تھی کہ میاں محمد کا خصوصی احترام کیا جائے اور اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھا جائے کیوں کہ اس کی نسبت دربارِ عالیہ باولی شریف سے ہے۔

سفر:

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں محدود اور مختصر نوعیت کے سفر کیے۔ آپ زیادہ تر اپنے اَشغال میں مصروف رہتے اور سنگیوں کی تربیت سے بہت کم فرصت پاتے۔ سنگیوں کی آمدورفت بھی اچھی خاصی تھی۔ اُن کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ وہ آپ کی خدمت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ کسبِ فیض کریں۔ سنگیوں کی بڑی تعداد علاقہ اندرہل میں تھی۔ اندرہل اور چھچیاں شریف کے درمیان احباب کا آنا

Marfat.com

جانا لگا رہتا۔ کسی اہلِ دل نے سنگیوں کی ہمہ وقتی آمد و رفت سے متاثر ہو کر کہا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگیوں کی آمد و رفت دیکھ کر عالمی جنگ کے دوران فوجیوں کی نقل و حرکت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے! حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کے سنگی بھی ٹولیوں کی شکل میں، بالکل فوجی دستوں کی طرح، صبح و شام آستانۂ شیخ کی جانب رواں دواں رہتے۔

آپ نے اکثر سفر علاقہ اندر ہل ہی میں کیے۔ ان سفروں کی جولان گاہ بیلی بٹھار سے گوڑا اچلایار مسجد تک رہتی۔ آپ کا قیام کبھی تاجپور کی مسجد میں ہوتا، کبھی پوٹھہ بنگش کی مسجد میں یا پھرانب، سارتھلہ یا سملوٹھہ کی مساجد میں۔

آپ کے سفر محض سفر نہ تھے۔ ان میں نہ تفریح کا کوئی پہلو پیشِ نظر ہوتا، نہ کسی دنیوی منفعت کا۔ ان تمام سفروں کا واحد مقصد تعلیم و تربیت تھا۔ آپ کسی مرکزی مسجد میں ٹھہرتے۔ قرب و جوار سے سنگی بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے۔ آپ ان کی روحانی بالیدگی کے لیے توجہ دیتے۔ اجتماعی مراقبہ ہوتا۔ ذکر و فکر کی مجلس آراستہ ہوتی۔ ہلکے پھلکے انداز میں اسلامی تعلیمات اور تصوّف پر بات ہوتی۔ بعض طالبانِ حق وہیں آپ سے بیعت ہوتے اور حلقۂ ذکر و فکر میں شامل ہو جاتے۔ آپ چند دن کے قیام کے دوران سنگیوں کی ظاہری اور باطنی حالت کا جائزہ لیتے۔ ان کی ہمّت بندھاتے۔ کمزوریوں کی نشان دہی کرتے۔ اصلاح کی ترغیب دیتے اور اپنے عمل سے نمونہ پیش کرتے۔

سفر و حضر میں آپ کے معمولات یکساں تھے۔ ان میں سرِ مُو فرق نہ آتا۔ جو سنگی ساتھ ہوتے، انھیں متوجہ الی اللہ رہنے کی ہدایت کرتے۔ فضول اور بے کار گفتگو

Marfat.com

کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ راستے میں جہاں کہیں بھی نماز کا وقت آتا، صفیں درست ہو جاتیں اور آپ خود امامت فرماتے۔

ایک بار باولی شریف حاضری کا ارادہ تھا۔ کھوکھر (دربار شریف کالا دیو کے قریب گاؤں) سے سفر شروع ہوا۔ ٹرین کو علی الصبح روانہ ہونا تھا۔ آپ نے صبح داخل ہونے سے پہلے سفر کا آغاز کیا۔ آپ گھوڑی پر سوار تھے۔ سنگی آپس میں بات چیت کرنے لگے تو آپ نے ٹوکا اور فرمایا کہ یہ قیمتی اور قبولیت کے لمحات ہیں، انھیں یادِ الٰہی میں صرف کریں۔ جہلم کچہری موڑ پر نمازِ فجر کا وقت محسوس ہوا۔ آپ نے فوراً گھوڑی روکی، صف درست کی اور نمازِ فجر کی امامت فرمائی۔ یوں آپ کی زندگی کا ہر لمحہ سنگیوں کے لیے سراپا تعلیم تھا۔

اندرہل کے علاوہ تحصیل کوٹلی کو آپ کی دوسری تربیت گاہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تحصیل کوٹلی میں آپ تین چار بار تشریف لے گئے اور مختلف اوقات میں نکہ کڑتی، لٹوئی، رولی، کھڈ، منور، کلّہ، رجور اور سروعہ وغیرہ میں ٹھہرے۔ آپ کے یہ سفر بھی سنگیوں کی دل جوئی اور تربیت کے لیے تھے۔

اپنے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے آستانوں پر حاضری دینے کے لیے بھی آپ نے سفر کیے اور باولی شریف، ڈھنگروٹ شریف اور گوڑہ سیّداں جاتے رہے۔ آپ کے اکثر سفر پیدل یا گھوڑی پر تھے البتہ باولی شریف کے لیے آپ نے جہلم سے کریالہ اور واپسی پر کریالہ سے دینہ تک ٹرین میں سفر کیا۔ سفر کے دوران ضروری سامان ہمراہ رہتا اور اس میں چٹنی کا سفوف بھی شامل ہوتا۔ سفر میں آپ کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ کسی سنگی پر بوجھ نہ بنیں۔ اس سلسلے میں آپ بے حد احتیاط کرتے۔

Marfat.com

سفر کے دوران آپ کی روحانی بصیرت کے کئی واقعات مشاہدے میں آئے۔ یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

ایک بار آپ نکہ کڑتی سے بہ راستہ کرتوٹ کھڈ جا رہے تھے۔ جمیری تھاتھی کوٹلی کے مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اچانک رُکے۔ اُس روز آپ گھوڑی پر سوار تھے۔ یہ علاقہ اس وقت غیر آباد تھا اور خاردار خودرو جھاڑیوں سے اٹا پڑا تھا۔ آپ نے سنگیوں سے فرمایا: ''ذرا دیکھو، ادھر کہیں کوئی قبر تو نہیں؟'' سنگیوں نے جھاڑیوں میں اِدھر اُدھر دیکھا مگر کوئی آثار نظر نہ آئے۔ پھر فرمایا: ''ذرا اُدھر دیکھو''۔ اس نشان دہی پر جھاڑیوں میں قبروں کے آثار مل گئے۔ ایک قبر بہت پرانی تھی۔ آپ نے اس کا جائزہ لینے کے بعد مختصر تبصرہ فرمایا اور ایک ولیِ کامل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اِن کی نسبت اُن سے قوی تھی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ صاحبِ مزار، دوسرے مذکورہ بزرگ کے ہم عصر تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے مزید کوئی تبصرہ نہ کیا۔

اِس واقعے کے تقریباً ساٹھ سال بعد، آپ کے فرزند حضرت شیخ مدظلّہ نے اس نشان دہی کی بنیاد پر جمیری تھاتھی میں پانچ مزارات پختہ بنوائے اور ان پر عمارت تعمیر کرائی۔ عمارت کے پہلو میں خوب صورت مسجد بنوائی، درس جاری کیا اور معلّم کے لیے بہترین رہائشی مکان بنوایا۔ اب اِس خوب صورت اور پُر فضا مقام پر زائرین اکثر حاضری دیتے ہیں۔

اِس سفر کے دوران جب آپ کھڈ کے مقام پر پہنچے تو ایک مخلص سنگی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی توجہ سنگی کے بھائی کی طرف مبذول کرائی گئی۔ سنگی بہت غریب تھا۔ اُس کے پھٹے پُرانے کپڑے اُس کی بدحالی کی چغلی کھا

Marfat.com

رہے تھے۔آپ کواُس کی حالت دیکھ کر بہت رحم آیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے کیلے لگانے کا مشورہ دیا۔ایک تو وہاں کی زمین سنگلاخ تھی، دوسرے پانی ناپید تھا۔سنگی آپ کی یہ ہدایت سُن کر مسکرادیے۔سب کوآپ کی روحانی عظمت اور بصیرت کا یقین تھا۔اُس سنگی نے فرمان پر عمل کیا۔کیلے کثرت سے اُگے اور بہت پھلے۔یہاں تک کہ سنگی کی معاشی حالت بدل گئی۔یہ کیلے پھگواڑ موہڑہ روڈ پر بہ کثرت فروخت ہوتے تھے۔۱۹۴۷ء میں کیلوں کے اِس جنگل نے مجاہدین اور فوج کے لیے مورچے اور دشمن کے خلاف دفاعی حصار کا کام دیا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قدموں کا ایک اور فیضان بھی سب کے سامنے ہے۔آپ اپنے سفر کے دوران جہاں جہاں رُکے،ٹھہرے اور قیام کیا، وہاں آج خوب صورت مساجد موجود ہیں، درسِ قرآن چل رہے ہیں اور بڑی تعداد میں حافظ تیار ہو رہے ہیں۔

حضرت زید ابوالحسن فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کئی بار گلہار، کوٹلی تشریف لائے۔آپ ان مساجد کے فنِ تعمیر اور اعلیٰ پائے کے نظم ونسق سے بے حد متاثر ہوئے۔رجور کے مقام پرآپ کی ملاقات ایک سن رسیدہ سنگی بابا ستار محمد سے ہوئی۔ بابا ستار محمد کے ہاتھ میں موٹے دانوں کی تسبیح تھی۔ایسی تسبیحیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں آپ اور آپ کے سنگی استعمال کرتے تھے۔ڈھڈ بالہ کے مولوی غلام محی الدّین رحمۃ اللہ علیہ یہ تسبیحیں بناتے تھے۔وہ غیر مقلد تھے۔اُن کا تسبیح سازی کا فن ہی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے رابطے کا باعث بنا اور وہ بیعت ہوکر مخلص سنگیوں میں شامل ہوگئے۔بعد میں انھوں نے حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّظلّہ کے ہمراہ

Marfat.com

سرہند شریف بھی حاضری دی۔ حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بابا ستار محمد کے ہاتھ میں یہ تسبیح دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُن سے گفتگو کرتے رہے۔ پھر آپ نے صاحبزادہ محمد معروف صاحب ابنِ قاضی محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''یہ بوڑھا بڑا قابلِ احترام ہے۔ اِس کی نسبت تمھارے نانا جان سے ملتی ہے''۔ پھر پیر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا جی سے پوچھا: ''کیا قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اِس علاقے میں آئے؟ اگر آئے تو کس طرح؟'' بابا جی نے بتایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں پیدل چل کر آتے رہے۔ اس پر پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''انھوں نے دین کی خاطر کتنی مشقتیں برداشت کی ہیں! بڑے باحوصلہ اور باعزم لوگ تھے۔ یہ باغ انھی کا لگایا ہوا ہے اور اب پھل دے رہا ہے''۔

ازواج:

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تین شادیاں کیں:

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی شادی اپنے قبیلے میں ہوئی۔ اہلیہ محترمہ کا نام محمد بی تھا۔ وہ رشتے میں آپ کی چچازاد تھیں۔ ان کے والدِ محترم کا نام قاضی نور عالم تھا۔ یہ شادی کامیاب نہ رہی۔ میاں بیوی کی طبیعت میں تضاد تھا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا گھر دارالارشاد تھا۔ وقت بے وقت مہمان آتے رہتے اور ان کی تعداد کا بھی پتا نہ ہوتا تھا۔ بعض سنگی محض زیارت اور کسبِ فیض اور بعض تربیت کے لیے آتے۔ انھیں کئی کئی دن ٹھہرنا پڑتا۔ ان کی خدمت اور تواضع اہلِ خانہ ہی کے ذمّے ہوتی۔ اُس زمانے میں آج کی طرح مختلف سہولیات بھی موجود نہ تھیں۔ ہر کام محنت طلب تھا۔ چکّی پیسنا پڑتی، آٹا گوندھنا، کھانا تیار کرنا، موسم کے مطابق بستر مہیا کرنا اور گھر کے دیگر

Marfat.com

امور کی دیکھ بھال کرنا پڑتی۔ مائی صاحبہ کو خدمت اور تواضع سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اکثر ناگواری کا اظہار کرتی رہتیں۔ اُدھر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا خمیر ہی خدمت اور تواضع سے گوندھا گیا تھا۔ آپ ان حالات سے سمجھوتا نہ کر سکے اور آخر یہی اختلاف جدائی کا سبب بنا۔ مائی صاحبہ کو حقِ مہر ادا کیا گیا۔ اس کی رسید قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے کاغذات میں موجود ہے۔ یہ دستاویز پوہ ۱۹۷۶ بکرمی میں لکھی گئی۔

۲۔ آپ کا دوسرا عقد محترمہ بیگم بی رحمۃ اللہ علیہا سے ہوا۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے خاندان نے زیادہ تر تعلیم و تربیت آستانہ عالیہ ہی میں پائی۔ انھوں نے بابا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پوٹھے والے سے قرآنِ مجید پڑھا تھا۔ تلفّظ بہت اچھا تھا اور قانون، قاعدے کا بہت خیال رکھتیں۔ زندگی نے زیادہ وفا نہ کی۔ بخار ہوا جو پیچیدہ ہو کر مرض الموت کی صورت اختیار کر گیا اور رحلت کر گئیں۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی آمنہ بی بی پیدا ہوئیں مگر بچپن ہی میں انتقال کر گئیں۔

بتایا جاتا ہے کہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے آخری لمحات میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلوایا اور عرض کی: ''مَیں نے کبھی دنیا کی کوئی چیز آپ سے طلب نہیں کی، نہ دولت، نہ زیور، نہ آرام۔ آپ نے جو دے دیا، سو۔ لے لیا۔ آپ کی پسند کو ہمیشہ اپنی پسند پر ترجیح دی۔ اب آپ سے آخری درخواست ہے کہ میرے انجام بہ خیر کے لیے دعا فرمائیں۔ مَیں نے سَنگیوں کی خدمت میں ہمیشہ آپ کی خوشنودی کا خیال رکھا''۔ ساتھ ہی عرض کی: ''فقیر محمد پوٹھے والے میرے استاد ہیں۔ مَیں نے ان سے قرآنِ مجید پڑھا ہے۔ وہ اپنا گھر بار، کنبہ قبیلہ چھوڑ کر اِس گھر کے ہو رہے ہیں۔ ان کی طبیعت ذرا سخت ہے۔ ان کا خیال رکھیے گا''۔ اس موقع پر محترمہ نانی صاحبہ رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہا بھی موجود تھیں جنھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اللہ اللہ بتانے کی اجازت تھی۔

۳۔ آپ کی تیسری اہلیہ کا اسمِ گرامی محترمہ سجادہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا (مائی صاحبہ کلاں) ہے جو محترمہ بیگم بی رحمۃ اللہ علیہا کی بڑی بہن تھیں۔ اِن مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے فضائل و کمالات کا ذکر اکثر ہوتا رہتا ہے اور ان کے تصرّفات کے عینی شاہد بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اگرچہ آپ نے ظاہری علوم حاصل نہیں کیے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے روحانی اسرار و رموز اور باطنی فیوض و برکات کا وافر حصّہ عطا کر رکھا تھا۔ آپ کے حُسنِ اخلاق اور کمالِ خدمت کا سب کو اعتراف تھا۔ آپ کا وجود سبھی اپنوں بیگانوں کے لیے سعادت اور نیک بختی کی دلیل تھی۔

حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ ۱۹۳۴ء میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے دربارِ عالیہ کے امور میں تعطّل نہ آنے دیا۔ سنگیوں کو خلا محسوس نہ ہونے دیا اور سب کو شفقت و محبت کے سائے میں لے کر مایوسی سے بچا لیا۔ اس علاقے میں تین صدیوں سے فعّال یہ مرکزِ ارشاد ۱۹۳۴ء میں سانحے کا شکار ہو گیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ صرف تیرہ سال کے تھے۔ اس روحانی خلا کو پُر کرنے کی بہ ظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اِن حالات میں مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے تمام ذمّہ داریاں اُٹھا لیں اور لاکھوں آنکھوں نے دیکھا کہ آپ نے کس حُسن و خوبی سے نصف صدی تک تمام فرائض نبھائے۔ آپ نے نہ صرف مسندِ ارشاد کا تقدّس بحال رکھا بلکہ اسے ایسی مضبوط بنیادوں پر استوار کیا کہ آستانہ عالیہ میں ہر

Marfat.com

طرف شریعت کی عمل داری قائم رہی اور طریقت بہ منزلۂ اخلاص شریعت کا جزوِ لاینفک بن گئی۔ آپ نے بڑی حکمت سے سنگیوں کو احساسِ محرومی کے داغ سے بچایا، اولاد کی پرورش و تربیت کی مثال قائم کی اور ایک جامع منصوبے کے تحت قرآنی تعلیم اور قرآنی فکر و ذوق کو فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایسا اہتمام بھی رکھا کہ خانقاہی نظام کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام مخلصانہ کوششوں کو قبولیت بخشی اور آپ کی جدّ و جہد بارور ثابت ہوئی۔ آپ کا راستہ جذب و محبت کا راستہ تھا۔ آپ کا وصال ۱۰۔ جنوری ۱۹۸۵ء کو ہوا۔ نمازِ جنازہ حضرت مولانا محمد فاضل صاحب، ڈھانگری شریف نے پڑھائی۔ مزارِ مبارک کالا دیو، جہلم میں ہے۔ اِس تذکرے کا انتساب انھی مائی صاحبہ کے نام کیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے پسندیدہ اشعار

اسم اپنے دی شوق الٰہی ہر دم دیویں مینوں
وقت نزع دے شوقاں اندر یاد کراں میں تینوں

اللہ اللہ کردیاں جیواں وچ اللہ مرجاواں
جاں جاں رُوح جُسے وچ ہووے تیرا اسم پکاواں

باجھ تیرے کُجھ نظر نہ آوے جتول نظر اُٹھاواں
اٹھدیاں بہندیاں ٹردیاں پھردیاں تیرا ذکر پکاواں

قلب منور کردے میرا برکت اسمِ الٰہی!
جتول ویکھاں توں ہی دِسّیں ، غیر نہ دسے کائی

Marfat.com

اللہ اللہ کردیاں ربّا میری جان کڈھائیں
مُرشد ماپیو راضی رہون فضل کرے رب سائیں

اولادامجاد:

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد مائی صاحبہ سجّادہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا کے بطن سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ ان کے اسمائے گرامی علی الترتیب یہ ہیں:

۱۔ حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدظلّہ العالی۔ آپ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۲۱ء، ۲۲۔ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ، ۱۰۔ پوہ ۱۹۷۸ بکرمی کو پیدا ہوئے۔ اس روز ہفتہ تھا۔ آپ موجودہ شیخِ طریقت ہیں۔ آپ ظاہر و باطن میں اپنے اسلاف اور مشائخ کا عکسِ جمیل ہیں۔ آپ کے اوصاف وکمالات اور دینی وروحانی خدمات کے جامع تعارف کے لیے ایک جداگانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ زیرِ نظر کتاب ابھی اشاعت پذیر نہ ہو پائی تھی کہ ۳۱۔ دسمبر ۲۰۰۸ء اور یکم جنوری ۲۰۰۹ء کی درمیانی شب، ۲۔ محرم ۱۴۳۰ھ کو رات سوا گیارہ بجے کے قریب حضرت شیخ کی روحِ اقدس بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یکم جنوری ۲۰۰۹ء/ ۲۔ محرم ۱۴۳۰ھ، جمعرات کو نمازِ ظہر کے فوراً بعد نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ جس کی امامت حضرت شیخ کے فرزندِ اکبر حضرت شیخ عبدالواحد حاجی پیر صاحب مدظلہ العالی نے کی اور حضرت شیخ خانقاہِ فتحیہ، کوٹلی، آزاد کشمیر میں اپنے مورثِ اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

۲۔ محترمہ مقبول بیگم رحمۃ اللہ علیہا۔ آپ کی شادی مہتہ لوسر دینہ کے مولانا

Marfat.com

محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے صاحبِ ارشاد تھے۔ ہفتہ، ۲۷۔مارچ ۱۹۷۶ء کو مولانا کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک مہتہ لوسر مسجد کے پہلو میں ہے۔

۳۔ محترمہ منظور بیگم۔آپ کی شادی قاضی محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے تایازاد بھائی اور صاحبِ ارشاد حضرت قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۔محرم ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء) کے فرزند تھے۔

۴۔ محترمہ رحمت بیگم رحمۃ اللہ علیہا۔آپ کی شادی میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو صاحبِ ارشاد تھے۔میاں فضل الٰہی کے والد ماجد حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبِ ارشاد بزرگ تھے۔میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ رشتے میں قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے ماموں زاد تھے۔ان حضرات کا زیادہ تر فیض مہنڈر، مقبوضہ پونچھ میں تھا۔میاں فضل الٰہی کا یومِ وصال ۳۔نومبر ۱۹۹۲ء ہے۔محترمہ رحمت بیگم رحمۃ اللہ علیہا کا وصال ۲۱ ذوالحج ۱۴۲۴ھ / ۱۳ فروری ۲۰۰۴ء کو ہوا۔سب کے مزارات دربارِ عالیہ کالا دیو، جہلم میں ہیں۔

۵۔ محترمہ فاطمہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا۔آپ کی شادی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے چچا قاضی چراغ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قاضی محمد افضل صاحب سے ہوئی۔محترمہ عنفوانِ شباب ہی میں انتقال فرما گئیں۔ان کی ایک ہی صاحبزادی ہیں جو صاحبزادہ محمد معروف بن قاضی محمد لطیف بن قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں ہیں۔

Marfat.com

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال:

آپ کا وصال منگل، ۹۔ مئی ۱۹۳۴ء، ۲۳۔ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو نمازِ ظہر کے وقت ہوا۔ اس سے اگلے دن بدھ، ۱۰۔ مئی ۱۹۳۴ء، ۲۴۔ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو چچیاں شریف میں تدفین ہوئی۔

آپ کی مرض الموت بالکل مختصر تھی۔ یہ بیماری محض چند دن کے بخار کی شکل میں تھی۔ اُن دنوں آپ کی چارپائی کے پہلو میں لکڑی کا ایک تخت بچھایا گیا تھا۔ بخار کی شدّت میں اس تخت پر نماز ادا کرتے۔ وصال کے روز اُسی تخت پر نمازِ ظہر پڑھ رہے تھے کہ جسم مبارک ایک طرف لڑھک گیا۔ سنبھالا دے کر چارپائی پر لٹایا گیا اور چند لمحے بعد وصال ہو گیا۔ اس آخری نماز کا وضو کرانے کی سعادت آپ کے جاں نثار سَنگی بابا فقیر محمد پہاڑیہ کو نصیب ہوئی۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ سے روایت ہے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چند لمحے پہلے دریافت فرمایا تھا: ''سَنگیوں نے کھانا کھالیا ہے؟'' پچاس سال بعد، مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے بھی وصال کے وقت سَنگیوں کے بارے میں ایسا ہی استفسار کیا!

خوشبو:

حضرت قبلۂ عالَم کے آخری ایّام میں ایک تعجب انگیز بات یہ تھی کہ آپ کا کمرہ ہر رات کو خوشبو میں بسا رہتا۔ ساری فضا معطر رہتی۔ حالاں کہ کوئی قوی شہادت موجود نہیں کہ آپ نے زندگی میں کبھی خوشبو استعمال کی۔ خوشبو کے سلسلے

Marfat.com

میں آپ کا احتیاطی رویّہ محض تقویٰ کی بنیاد پر تھا۔

ایک بار مانڈلے، برما سے آپ کے سَنگیوں نے آپ کے لیے خوشبو کا تحفہ بھیجا۔ آپ نے اسے استعمال نہ کیا۔ ہل سنیاریاں کی ایک خاتون محترمہ شرفاں بی نے دربارِ عالیہ میں رہ کر سلوکِ مجددیہ طے کیا تھا اور اپنی پارسائی اور خوش اطواری کی بنا پر دربار میں عزّت وقدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ انھوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ وہ خوشبو استعمال کریں مگر آپ نے معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر خوشبو کا استعمال مقصود ہو تو بہتر ہے کہ سرسوں کے تیل میں چنبیلی یا رویل کے پھول ڈال کر چند دن بعد خوشبو حاصل کر لی جائے''۔

فقیر محمد پہاڑیہ:

فقیر محمد پہاڑ کے رہنے والے تھے، اس لیے پہاڑیہ کہلاتے۔ بہت مخلص اور وفا شعار سَنگی تھے۔ انھوں نے دربارِ عالیہ کی خدمت کے لیے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ جب انھیں اندازہ ہو گیا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات قریب ہیں تو ان کی خواہش میں شدّت پیدا ہو گئی کہ آپ اپنے صاحبزادے کے لیے وصیّت کریں۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ فرماتے ہیں کہ بابا فقیر محمد پہاڑیہ بار بار مجھے پیش کرتے اور وصیّت کی درخواست کرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے سپرد، اچھا ہو گا!'' پھر آپ نے دعا فرمائی اور سَنگیوں کو اِن الفاظ میں وصیّت کی: ''نماز کی پابندی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہیں''۔ اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ بابا فقیر محمد پہاڑیہ اس خاندان کے لیے خیر خواہی کا کتنا جذبہ رکھتے تھے اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے سنگیوں کے لیے کتنی شفقت محسوس کرتے تھے اور نماز اور

Marfat.com

ذکر کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

۱۹۳۴ء کا سال:

۱۹۳۴ء کا سال قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے لیے رنج والم کا سال تھا۔ قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تایازاد بھائی اور صاحبِ ارشاد تھے۔ دونوں میں مثالی باہمی محبت تھی۔ قاضی محمد عالَم تایازاد بھائی ہونے کے باوجود اپنے شیخ کے لیے بے حد اخلاص و عقیدت رکھتے تھے اور کبھی ادب کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن سے بہت مانوس تھے۔ وہ مختصری علالت کے بعد ۷۔ محرم ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کو وصال پا گئے۔ جب کہ دو ہفتے بعد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بھی بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گئے۔ ان دونوں حضرات کی ظاہری جدائی خاندان بھر کے لیے بہت بڑا صدمہ تھی۔

تجہیز و تکفین:

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ایثار، قناعت، خودداری اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالَم تھا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو گھر میں نقدی نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ روپیہ پیسہ جمع کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ جو میسّر آتا، اربابِ طریقت اور مہمانوں پر خرچ کر دیتے۔ تجہیز و تکفین کے لیے گھر والوں کے پاس کچھ نہیں تھا۔ گندم تھی جو ابھی کھلیان میں پڑی تھی اور اس کی صفائی باقی تھی۔ اہلِ خانہ بھی اُسی مجسمۂ صدق و صفا کے تربیت یافتہ تھے۔ انھوں نے بھی خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے رجوع نہ کیا اور اس سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہا۔ جو صدق و یقین سے اللہ تعالیٰ پر

Marfat.com

بھروسہ کرتے ہیں، وہ مایوس نہیں ہوتے۔عین اُسی دن تدفین سے پہلے آپ کے ایک مخلص سنگی بابا فوجدار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک منی آرڈر پہنچ گیا۔وہ پونچھ میں ملازم تھے اور منی آرڈر وہیں سے روانہ کیا گیا تھا۔رقم اتنی تھی کہ ایک درویشِ خدامست کی تجہیز وتکفین کے لیے کافی ہوگئی۔تجہیز وتکفین نہایت سادہ انداز میں ہوئی۔کھدّر کا کفن دیا گیا تھا۔

تابوت:

آپ کے جسدِ خاکی کولکڑی کے تابوت میں دفن کیا گیا۔اس تابوت کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ایک بار آپ کلّہ پلندری تشریف لے گئے۔جس تخت پر بیٹھے، وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔مقامی زبان میں اسے تُن کی لکڑی کہتے ہیں۔یہ لکڑی دیمک یا کرم خوردگی سے محفوظ رہتی ہے۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے محض معلومات کے لیے اس لکڑی کی خصوصیت دریافت کی۔سنگیوں نے عقیدت ومحبت کی بناء پر آپ کی اتنی سی بات کو آپ کی پسندیدگی جانا اور قریبی گاؤں اودھے چک سے تُن کا ایک پختہ درخت حاصل کر کے آپ کا تابوت تیار کرایا اور اسے بڑے ادب واحترام سے، ذکر کے جلوس میں، سر پر اٹھا کر، طویل مسافت طے کر کے چھچیاں شریف پہنچایا۔یہ تابوت آپ کے وصال سے کئی سال پہلے وہاں موجود تھا۔

جنازہ:

آپ کے داماد اور خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔بابا فقیر محمد پوٹھیہ اور سائیں محمد حسن زلفاں والے بھی شریک تھے۔نمازِ جنازہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

پڑھائی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ عالمِ باعمل، صوفی باصفا اور باولی شریف سے اجازت یافتہ تھے۔

نمازِ جنازہ میں آستانہ عالیہ ڈھنگروٹ شریف سے حضرت خواجہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ نے نمائندگی کی۔ انھوں نے آخری زیارت کے بعد فرمایا: ''میں نے کسی کا چہرہ اتنا روشن اور شگفتہ نہیں دیکھا۔ البتہ آپ ہی کے ایک پیر بھائی میاں حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کس ہاڑاں والے کا چہرہ بھی ایسا ہی پایا تھا''۔

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آستانہ عالیہ باولی شریف کے کچھ تبرکات بھی دفن کیے گئے۔

آخری آرام گاہ:

آپ کو اُس کچے حُجرے میں سپردِ خاک کیا گیا جس میں آپ عمر بھر عبادت و ریاضت کرتے رہے اور جو انوارِ الٰہی کا مرکز تھا۔ آپ کی قبر کچی تھی۔

مقبرہ:

حُجرہ کچا تھا اور بارشوں میں خوب ٹپکتا تھا۔ ایسی حالت میں زائرین کو حاضری پر بہت پریشانی ہوتی تھی۔ آخر سنگیوں کے باہمی مشورے سے مستری محمد ابراہیم اکھنوروی سے رابطہ کیا گیا۔ وہ علاقے میں مساجد اور مقابر تعمیر کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ خود بھی باعمل بزرگ تھے اور اکثر تلاوت کرتے رہتے۔ اُن کی بزرگی کا اندازہ اِس سے بھی ہوتا ہے کہ جن دنوں وہ تعمیرِ مقبرہ کے سلسلے میں چچیاں شریف میں مقیم تھے، ایک بار ڈھنگروٹ شریف سے حضرت خواجہ حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے اور آپ نے مستری صاحب کی اقتداء میں نماز

Marfat.com

پڑھی۔ آپ نے ان کے تلفظ اور انداز کو پسند فرمایا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ زائرین کو سہولت میسّر آئی مگر منگلا جھیل کی وجہ سے اب یہ مقبرہ زیرِ آب ہے۔ ۱۹۶۷ء میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت کالا دیو، جہلم منتقل کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقبرے کا عکس کسی سنگی کے پاس ہے۔ مگر اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ تعمیر مقبرہ کی نگرانی حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ تعمیر کے لیے کوئی چندہ نہ لیا گیا بلکہ ایک قطعۂ اراضی فروخت کر کے اس کے اخراجات پورے کیے گئے۔

عُرس مبارک:

عُرس ایک معروف اصطلاح ہے۔ بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے یومِ وصال کی مناسبت سے اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے منعقد ہونے والی سالانہ تقریب کو عُرس کہتے ہیں۔ اس موقعے پر عقیدت مندوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ انھیں صاحبِ مزار کی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اِس روحانی تقریب کا بنیادی مقصد متعلّقین میں نیکی کا شعور بیدار کرنا اور صاحبِ مزار کے نقشِ قدم پر چلنے کی خواہش پیدا کرنا ہوتا ہے مگر آج کل ان پاکیزہ تقریبات میں کچھ ایسی چیزیں بھی پیدا ہوگئی ہیں جو تقریبات کی اصل روح سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتیں۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دن پہلے پہل قمری تاریخِ وفات کے مطابق ہر سال ۲۳۔ محرم الحرام کو منایا جاتا تھا۔ یہ قمری تاریخ مختلف موسموں میں پھرتی رہی۔ ایک بار شدید بارش کی وجہ سے بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد سنگیوں کے مشورے سے شمسی تاریخِ وفات کو عُرس کا دن طے کر دیا گیا۔ اب ہر سال ۹۔ مئی کو

Marfat.com

یہ مقدّس اجتماع خانقاہ سلطانیہ جہلم میں منعقد ہوتا ہے۔ اسے بڑے ختم، سالانہ ختم یا اجتماعی دعا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عُرفِ عام میں اکثر لوگ عُرس مبارک ہی کہتے ہیں۔

یہ ایک سیدھا سادا ختم شریف ہے۔ سَنگی ہر سال جمع ہوتے ہیں اور ان کا اجتماع اِس ختم کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد سالانہ ختم ہے۔ اس کے لیے دربارِ عالیہ کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ اشتہار چھپتے ہیں، نہ خطوط لکھے جاتے ہیں اور نہ ہی پیغام رسانی کا کوئی رائج ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے۔ علمائے کرام اور واعظین کو بھی زحمت نہیں دی جاتی۔ عقیدت مندوں نے یہ تاریخ دل ودماغ پہ لکھ رکھی ہے۔ وہ دنیا کے کسی خطے میں بھی ہوں، اگر کوئی قطعی عذر یا قانونی رکاوٹ نہ ہو تو ازخود اِس سالانہ تقریب میں شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ چند دن پہلے ہی سے احباب کی بڑی تعداد جمع ہونے لگتی ہے۔ یہ اجتماع دربارِ عالیہ کو سَنگیوں کی میزبانی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ کافی تعداد میں نوجوان رضا کار مختلف انتظامات میں شریک ہو جاتے ہیں اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سَنگی اور خاندان کے افراد مہمانوں کی خدمت کے لیے دل و جان سے مستعد ہوتا ہے۔ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہزاروں کے اجتماع میں ہر آنے والے سے انفرادی رابطہ قائم کر کے اس کے قیام وطعام کا اطمینان کر لیا جائے۔ جن حضرات کو اِس تقریب میں شرکت کا کبھی موقع ملا ہے، اُنھیں اِس امر کا بہ خوبی تجربہ اور مشاہدہ ہو گا کہ اس اجتماع میں سَنگیوں کی تواضع کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے!

اِس سالانہ ختم شریف کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں

Marfat.com

آئے ہوئے سنگی ان دنوں میں بھی اپنے اپنے معمولات کی پابندی کرتے ہیں۔ نماز باجماعت، اشراق، اوّابین، تہجد، دیگر نفلی عبادات، ذکر وفکر اور مراقبے کے علاوہ اپنے اپنے کتابی وظائف بھی انہماک سے ادا کرتے ہیں اور آئندہ کی مواظبت اور مداومت کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ سنگیوں کے پاس اس کے کتابی وظائف ہوتے ہیں۔ احباب مقرّرہ معمولات کے بعد باقی وقت مزارات پر قرآن خوانی میں صرف کرتے ہیں۔ ہزاروں کا یہ اجتماع اطمینان وسکون اور خاموشی سے باوضو حالت میں مصروفِ عبادت وریاضت پایا جاتا ہے۔

اِس عُرس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مستورات اور بچوں کو شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔ خواتین اور بچوں کو سالانہ ختم سے دو ہفتے پہلے اور دو ہفتے بعد تک دربارِ عالیہ پر آنے سے روک دیا جاتا ہے تاکہ ماحول کا ظاہری و باطنی تقدّس کسی حوالے سے بھی مجروح نہ ہونے پائے۔

اِس کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان دنوں میں دربارِ عالیہ کے زیرِ اثر علاقے میں کسی کو دکان، خوانچہ یا کھوکھا لگانے کی اجازت نہیں ہوتی اور سنگیوں کے لیے بھی یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ان ایام میں کسی مجبوری کے بغیر دربارِ عالیہ کی حدود سے باہر نہ جائیں، صرف دربارِ عالیہ کی مہیا کردہ سہولتوں پر اکتفاء کریں اور نفس کی ہر تحریک پر غالب آنے کی کوشش کریں۔

پانچویں خصوصیت اوقات کی پابندی ہے۔ ہزاروں حاضرین کو دوبار کھانا اور چائے پیش کی جاتی ہے۔ خورد ونوش کے اوقات طے ہیں جو کبھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ تواضع میں اسلامی اَقدار کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد

Marfat.com

صفوں ہی میں رس وغیرہ کے ساتھ چائے تقسیم کی جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا ظہر سے پہلے دیا جاتا ہے اور رات کا کھانا مغرب کے بعد۔ مختصر وقت میں دسترخوان بچھا کر، ختم شریف کے تمام شُرکاء کو شرعی آداب کے مطابق کھانا کھلا دیا جاتا ہے۔ اس دوران کوئی شور وغل یا بدنظمی دیکھنے میں نہیں آتی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی ساتھی کھانے سے محروم رہ گیا ہو۔

اِس نورانی تقریب کی چَھٹی خصوصیت یہ ہے کہ ان ایّام میں سبھی کے لیے ایک سا ہی کھانا ہوتا ہے البتہ بیماروں اور پرہیزی کھانے والوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

ختم شریف کی تقریب ہر سال ۹۔ مئی کو ٹھیک نو بجے صبح قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر شروع ہو جاتی ہے۔ یہ مختصر ہوتی ہے اور اس کا دورانیہ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔ تقریب کے آغاز سے آدھ گھنٹہ پہلے تمام حاضرین میں سپارے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ دس بجے کے لگ بھگ تلاوتِ کلامِ پاک سے تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد مختصر وقت میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور سنگیوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا محاسبہ کریں کہ پچھلے سال اس موقعے پر جو تعلیمات اُن تک پہنچائی گئی تھیں، ان پر کتنا عمل ہوا؟ پھر یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ اجتماع صرف اور صرف اُن کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے منعقد کیا جاتا ہے اور ان سے بہ جا طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اِس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔ جو سنگی اِن تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، انھیں محض رسماً یا تفریح کے لیے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا وقت اور پیسہ ضائع نہ کریں۔ دربارِ عالیہ کو ہجوم

Marfat.com

سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ صرف ایسے سنگیوں کی ضرورت ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے احکامات پر سچے دل سے عمل کریں۔

اِس عُرس کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ سنگیوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ جو نذرانے یہاں پیش کرنے کے لیے لائے ہیں، انھیں اپنی مساجد یا مدارس پر خرچ کریں اور یہ خیال نہ کریں کہ کسی کی توقیر نذرانے وغیرہ کی مرہونِ منّت ہے۔ یہاں آنے والے سبھی یکساں احترام کے مستحق ہیں کیوں کہ سبھی دربارِ عالیہ کے معزز مہمان ہیں۔ صدق وصفا سے آنا ہی ساتھیوں کا سب سے بڑا نذرانہ ہے۔

اس مختصر خطاب کے بعد ختمِ خواجگان پڑھا جاتا ہے۔ سیّد پیر محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام سے چند اشعار اور حضرت مائی صاحبہ کلاں رحمۃ اللہ علیہا کے پسندیدہ اشعار جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے بے ساختہ اظہار پر مبنی ہیں، برکت کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مروّجہ ختمات پڑھ کر صاحبِ مزار حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور اکابرِ خاندان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ آخر میں سنگیوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی نشستوں پر صفیں درست کرلیں، یہیں کھانا تقسیم ہوگا۔ کھانے کے بعد عام اجازت ہوگی۔ جو احباب ٹھہرنا چاہیں، وہ ٹھہر سکتے ہیں۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض خصوصیات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ولیِ کامل تھے۔ جو بھی صحبت میں بیٹھا، اپنے حصّے کا فیض لے کر اٹھا۔ آپ کے سنگیوں کے ذریعے معلوم ہونے والی آپ کی بعض نمایاں خصوصیات کا ذکر فائدہ وبرکت سے خالی نہ ہوگا۔

Marfat.com

آپ اہلِ سنّت و جماعت عقائد کے پابند اور فقہ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد تھے۔ دینی علوم سے واقفیت رکھتے تھے اور دینی کتابوں کا مطالعہ بھی زندگی بھر جاری رہا۔ اس کے علاوہ آپ نے علمائے حق کی صحبت میں عمر بسر کی تھی مگر احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی فقہی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر آپ نے تحقیق کی ہوتی تو بتا دیتے ورنہ فرماتے کہ کسی سُنّی عالمِ دین کی طرف رجوع کیا جائے۔

بزرگانِ دین کے آستانے دکھیارے لوگوں کا مرکزِ امّید ہوتے ہیں۔ اہلِ حاجت، دردمند اور ستم رسیدہ لوگ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے اور راہنمائی لینے اِن آستانوں پر آتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی لوگ طرح طرح کے مصائب اور مسائل لے کر آتے۔ آپ ہر ایک کی دل جوئی کرتے۔ کسی کو بھی مایوس نہ لوٹاتے۔ سائلوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ فاعلِ حقیقی اُسی کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اُس کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔ روزانہ بیسیوں شکستہ دلوں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ آپ تعویذ بھی دیتے اور بعض کو حسبِ ضرورت اوراد و وظائف کی تلقین بھی کرتے۔ کسی کو سوا لاکھ یَاسَلَامُ کا ورد بتاتے اور کسی کو فجر کی سنّتوں سے متصل اکتالیس بار سورۂ فاتحہ تعلیم کرتے۔ کئی لوگ آسیب زدگی یا جنّات کے دخل کی شکایت لے کر آتے، انھیں بھی چاند کے چار مہینوں کے لیے سات سات تعویذ عطا کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرانی شکایت بھی دُور ہو جاتی۔ مگر آپ کا انداز عام عاملوں کی جھاڑ پھونک جیسا نہ تھا۔ محض توجہ اور دعا پر انحصار کرتے اور اکثر اللہ تعالیٰ فضل فرماتے۔

آپ کا ہر قول و فعل شریعت کے مطابق ہوتا۔ کسی سے کوئی خلافِ شریعت

Marfat.com

عمل صادر ہوتا تو آپ اپنی بیزاری اور ناگواری کا برملا اظہار فرماتے۔آپ کے ایک سنگی کو کیمیا گری کا شوق تھا۔حالاں کہ وہ بہت متقی اور پرہیز گار تھے اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار بھی۔مگر آپ نے اُن کے اِس شوق کو ناپسند فرمایا اور بارہا انھیں روکا۔آپ فرماتے کہ اصل نسخۂ کیمیا تو اپنے نفس کی تسخیر ہے۔اس پر محنت کرنی چاہیے تاکہ روحانی مدارج میں اضافہ ہو۔

آپ خود ہمہ وقت ذکر وفکر اور عبادت وریاضت میں مصروف رہتے۔ حکیمانہ انداز میں طالبوں کی تربیت کرتے۔آپ کے ہمہ وقتی ذکر اور عبادت ہی کا فیض تھا کہ جو لوگ باقاعدہ آپ کے مرید نہیں تھے مگر چند دن آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے،ان میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی۔

دو آدمیوں کا واقعہ ہے کہ وہ کسی شیخِ طریقت کی مجلس میں بیٹھے تھے۔شیخ نے انھیں مروّجہ طریقے کے مطابق بیعت ہونے کو فرمایا۔انھوں نے عرض کی کہ ہم چند دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھے۔اگرچہ ہم نے ان سے بیعت نہیں کی مگر ہم نے اپنے باطن میں تبدیلی محسوس کی ہے۔اس لیے ہم اس صحبت ہی کو بیعت سمجھتے ہیں۔

آپ کی صحبت میں چند دن بیٹھنے سے پانچ نمازیں معمول کا حصہ بن جاتیں۔یہ آپ کی صحبت ہی کا اعجاز تھا کہ دوسرے مشائخِ کرام کے وابستگان بھی اگر آپ کی طرف رجوع کرتے تو اپنا حصہ پاتے۔بعض اسباق حاصل کرتے اور آپ کی تربیت کے نتیجے میں مسندِ ارشاد تک پہنچتے۔ان میں میاں فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چنبھار والے،مولوی عبدالعزیز جہلمی رحمۃ اللہ علیہ،حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ کڑتی کوٹلی،

Marfat.com

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ تھکیالہ، میاں کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ پکھرنی علاقہ بناہ، میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ پلندری کلّہ، مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ باروالے پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدّین اور خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کالا بن کوٹلی حال محلّہ پیر کریاں پاک پتن شریف قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی خاصی بڑی تعداد آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئی۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سلوک میں بڑے وسیع القلب اور فیاض تھے۔ آپ نے کبھی کسی سنگی کی سابقہ بیعت کو موضوعِ گفتگو نہیں بننے دیا۔ آپ ہمیشہ ایسے سنگیوں کا حوصلہ بڑھاتے اور فرماتے کہ بیعت وہی کافی ہے، یہاں اللہ اللہ کرو۔ آپ کے نزدیک صرف اور صرف اخلاص ہی وہ معیار تھا جو کسی کو فیض یاب کر کے مسندِ ارشاد تک پہنچا سکتا تھا۔ آپ کے ہاں ذات پات یا دنیوی وجاہت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جس نے خلوص سے دامن پھیلایا، وہ خالی نہیں گیا۔ اس کے ثبوت میں سائیں رانجھا رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کافی ہے۔

سائیں رانجھا رحمۃ اللہ علیہ مُصلّی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع کھوکھر میں اہلِ دیہہ کے مویشی چَرایا کرتے تھے۔ کنبہ تھا، نہ قبیلہ اور نہ کوئی قابلِ ذکر دنیوی نسبت۔ ایک آسودہ حال زمیندار بابا غلام حسین صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے تھے۔ قبلہ دادی صاحبہ حافظہ رحمۃ اللہ علیہا سے رشتہ داری کی نسبت بھی تھی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ باولی شریف جاتے ہوئے کبھی وہاں قیام کرتے تو سائیں رانجھا خدمت انجام دیتے۔ ایک بار آپ صبح وہاں سے روانہ ہوئے تو سائیں رانجھا الوداع کہنے ساتھ ہو گئے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے تایازاد بھائی اور

Marfat.com

خلیفۂ مجاز قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سائیں رانجھا کا بخت بیدار ہوا۔ قبلۂ عالَم نے قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: ''رانجھے کو اللہ اللہ سکھایا ہے''؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سکھا دیجیے!'' سائیں رانجھا کو سلسلے میں داخل کر کے اسباق دیے گئے اور کوئی نسخہ بھی تعلیم کیا گیا کیوں کہ بعد میں وہ اسی کی روشنی میں علاج کیا کرتے تھے اور بڑے لوگ ان سے شفا یاب ہو جاتے۔ ساتھ ہی انھیں بچّوں کو قرآنِ مجید پڑھانے کا حکم ہوا۔ آن کی آن میں رانجھا مُصلّی، سائیں رانجھا رحمۃ اللہ علیہ بن گیا۔ خلقِ خدا رجوع کرتی اور فیض پاتی۔ آج ان کا مقبرہ ہے اور سالانہ ختم بھی ہوتا ہے۔ ایسا بہت کم ہرا کہ اس حیثیت کے آدمی کو اپنے ہی لوگوں میں یہ مقام اور منصب نصیب ہوا ہو۔ سائیں محمد اشرف صاحب ازراہِ مزاح فرمایا کرتے تھے: ''یہ ہمارے ہی مرشد کا کمال ہے کہ چوہڑے کو ولی بنا دیا''۔

اِسی پس منظر میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت شیخ مدّ ظلّہ کی ایک روایت بھی بہت دلچسپ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن مَیں گھوڑی پر سوار، قمروٹی سے گذر رہا تھا کہ ایک شخص آوازیں دیتا اور دوڑتا ہوا میری طرف بڑھا۔ بہ ظاہر دیوانہ لگ رہا تھا مگر اس نے پاس آ کر کہا: ''تم اُس کے بیٹے تو نہیں ہو جو اَن پڑھوں کو ولی بناتے تھے؟''

جاہل صوفیاء کی اصطلاح کا اطلاق عام طور پر اُن صوفیاء پر ہوتا ہے جنھوں نے مشائخِ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے باضابطہ سلوک طے نہ کیا ہو، محض وراثتاً مسند پر بیٹھ گئے ہوں اور تصوّف کی کتابیں پڑھ پڑھ کر طالبوں کی تربیت کرتے ہوں۔ ایسے ہی

Marfat.com

لوگوں کے بارے میں حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ غافل عالم ، مکار فقیر اور جاہل صوفی''۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ دو زانو بیٹھتے۔ خصوصی نشست کا کوئی اہتمام نہ ہوتا۔ جہاں جگہ ملی ، بیٹھ گئے۔ لباس اور وضع قطع میں بھی کوئی امتیازی تکلف نہ ہوتا۔ کبھی باہر سے سنگیوں میں آنے کا اتفاق ہوتا اور محسوس کرتے کہ سنگی احتراماً کھڑے ہونا چاہ رہے ہیں تو منع فرما دیتے۔ اپنے احترام میں اُٹھنے کی قطعاً اجازت نہ دیتے اور فرماتے: ''آپ کے اُٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے !''

بعض اوقات کوئی بھاری بھرکم یا نوآموز سنگی خدمت میں بیٹھا ہوتا اور آپ کو اندازہ ہوتا کہ دو زانو بیٹھنا اس کے لیے دشوار ہو رہا ہے تو آپ فرما دیتے کہ اپنی سہولت سے بیٹھیں۔ ہم تو بچپن سے اِس طرح بیٹھنے کے عادی ہیں۔

آپ سنگیوں میں بہت خوش رہتے۔ یہ لوگ مخلص اور درویش صفت ہوتے۔ صاحبِ ثروت اور بڑے لوگوں سے میل جول کی رغبت نہ تھی۔ بڑی بے نیاز طبیعت پائی تھی۔ خوشامد کرتے ، نہ خوشامد پسند فرماتے ، خواہ اس کا اظہار کسی عزیز اور پرانے سنگی سے ہی ہو رہا ہوتا۔

صوفی فوجدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے قریبی سنگی نے آپ کی مدح میں کہے ہوئے اپنے اشعار جب ایک محفل میں آپ کو سُنوانا شروع کیے تو آپ اظہارِ ناپسندیدگی کے طور پر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

آپ اصلاح و تربیت کی خاطر بیعت فرماتے۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جس سے ان کی تعداد کا اندازہ ہو سکے۔ آپ کے پیشِ

Marfat.com

نظر سنگیوں کا تزکیہ تھا۔ ان کی تعداد بڑھانا کبھی ترجیحات میں نہیں رہا۔ شہرت، عوامی مقبولیت اور کسی مالی فائدے کا حصول بھی درکار نہیں تھا، اس لیے بیعت ہونے والوں کا ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔

آپ اپنے خلفاء کو تحریری سندِ ارشاد یا خلافت نامہ عطا نہ کرتے اور نہ ہی انھیں مسند نشینی کی ترغیب دیتے۔ جسے سلوک میں کامل پاتے، اللہ اللہ بتانے کی اجازت دے دیتے۔ آپ کے کسی خلیفے کے پاس کوئی تحریری اجازت نامہ نہ تھا۔ البتہ حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق کے اختتام پر ایک جگہ آپ کے دستخط ثبت ہیں جنھیں بہ طورِ تبرّک محفوظ کر لیا گیا ہے۔

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ سنگیوں کے جلو میں چلنا پسند نہ فرماتے۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو سنگی ساتھ لے کر چلتے۔ سفر کے دوران کبھی اتفاق سے سنگی زیادہ ہوتے تو فرماتے: ''آگے چلو۔ دل میں اسمِ ذات کا ذکر کرتے رہو۔ فضول یا دنیوی گفتگو سے پرہیز کرو''۔

آپ مختلف اغراض کے لیے تعویذ بھی دیتے۔ تعویذ زیادہ تر اسمِ ذات ''اللہ'' کے ہوتے۔ خاص ضرورتوں کے لیے مخصوص تعویذ بھی عنایت فرماتے۔ تعویذات کے عوض میں کوئی صلہ یا نذرانہ قبول نہ کرتے۔

کشف و کرامات کاملین کے نزدیک معمولی تصرّف ہے مگر آپ اس کے اظہار سے بھی گریز کرتے۔ اگر کبھی کوئی سنگی آپ کے بارے میں کسی ایسے مشاہدے یا تجربے کا ذکر کرتا تو فرما دیتے: ''بزرگانِ سلسلہ کی برکت سے ایسا ہوا ہوگا۔ یہ سب ان کی عنایت ہے''۔ کوئی تصرّف آپ کی طرف منسوب کیا جاتا تو بہت ناگواری کا

Marfat.com

اظہار کرتے اور فرماتے: ''یہ سب عقیدت مندوں کا مبالغہ ہے ورنہ یہ بندۂ عاجز کس خوبی اور کمال کا حامل ہے؟''

آپ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بارہ ربیع الاوّل کو حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یومِ ولادت خصوصی احترام اور تقدّس سے مناتے۔ آج کل اس کے لیے ''عید میلادالنّبی'' کی اصطلاح رائج ہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ اصطلاح رائج نہیں ہوئی تھی۔ آپ اکثر ایسے مواقع پر حلقۂ احباب میں بیٹھ کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کے مستند واقعات بہ حوالہ سلَف صالحین بیان کرتے یا پھر دلائل الخیرات پڑھی جاتی۔ سنگی مسجد میں سوا لاکھ درود شریف پڑھتے۔ حسبِ استطاعت ماحضر پیش کیا جاتا۔ دعا ہوتی اور سنگیوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ اس کے بعد انھیں اجازت ہوتی کہ اس مبارک دن کا تقدّس ملحوظ رکھا جائے اور ذکر وفکر پر زیادہ توجّہ دی جائے۔ عیدِ میلادالنّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ روایت آپ کے خاندان میں اب بھی جاری ہے۔ دربارِ عالیہ کی مساجد میں سوا سوا لاکھ درود شریف پڑھا جاتا ہے اور مٹھائی اور کھانے کا بندوبست ہوتا ہے۔

چند اقوال:

سنگیوں کے ذریعے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال روایت ہوئے ہیں جو افادہ وراہنمائی کے لیے پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ بعض خام اور ناقص پیر مالی یا معاشرتی فوائد کے حصول کے لیے مسندِ ارشاد سجاتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگوں سے روابط پیدا کرتے ہیں اور انھیں دنیوی مقاصد تک پہنچنے کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل تصوّف کی

Marfat.com

پاکیزہ روح کے منافی ہے۔ تصوّف کا اصل کام تو نفسِ امّارہ کو شریعت کے تابع بنانا ہے۔ یہ روح کی ترقّی اور بالیدگی کا ایک تربیتی نصاب ہے۔ نفسِ امّارہ کی تسخیر ہی فنا فی اللہ کی منزل ہے۔

حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر کسی وقت شیخ کو کسی سنگی کے ہاں جاتے ہوئے، راستے میں مالی منفعت کا خیال آجائے تو چاہیے کہ راستے ہی سے پلٹ آئے اور آگے نہ جائے''۔

۲۔ ایک عام خیال ہے کہ دنیوی معاملات کے سلسلے میں پیر سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے مگر اس بارے میں آپ کا ارشاد تھا: ''اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔ دنیا دارالاسباب ہے۔ ہر کام کسی سبب سے بندھا ہوا ہے۔ دنیوی معاملات بھی شیخ تک پہنچانے چاہئیں۔ عین ممکن ہے کوئی دنیوی غرض ہی دین داری اور خدا طلبی کا سبب بن جائے''۔

اس قول کی تائید میں حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے مائی جیونی کا واقعہ بیان کیا۔ مائی جیونی بوڑا جنگل نزد دینہ کی رہنے والی تھی۔ کسی وجہ سے گھر والوں سے ناراض ہو کر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ دنیا کے دُکھوں کا مداوا ڈھونڈنے آئی تھی مگر دربارِ عالیہ کے دینی اور روحانی ماحول سے اتنی متاثر ہوئی کہ اس کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی۔ خدا طلبی اور خدا جوئی کے سوا اس کو اور کوئی شغف نہ رہا۔ جب اس کا بیٹا ماں کی تلاش میں دربارِ عالیہ پہنچا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے آدابِ فرزندی اور حقوقِ والدین کا احساس دلایا۔ وہ بے حد نادم ہوا اور ماں کے قدموں پر گر کر اسے ساتھ لے گیا۔ وہ مائی آخری وقت تک اپنے اوراد و وظائف کی

Marfat.com

پابند رہی اور روزانہ پچیس ہزار بار اسمِ ذات کا ذکر کرتی رہی۔ دربارِ عالیہ پر حاضری اس کے معمول میں شامل رہی۔ آخری ایام میں اس کی بینائی کمزور ہوگئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے پوتے کے ہمراہ حاضری دینے آتی رہی۔ اس سے پتا چلا کہ بعض اوقات دنیوی اغراض، روحانی انقلاب کا نقطۂ آغاز بن جاتی ہیں۔

۳۔ تمام سلاسلِ طریقت میں سَنگیوں کو ذکر کی نیت تعلیم کی جاتی ہے۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اِن الفاظ میں ذکر کی نیت تلقین فرماتے: ''مَیں متوجہ ہوں قلب کی طرف اور قلب متوجہ ہے اللہ کی طرف اور اللہ تعالیٰ سے فیض میرے لطیفۂ قلب میں آرہا ہے اور میرا لطیفۂ قلب محبت کے ساتھ اللہ اللہ کہہ رہا ہے''۔

۴۔ بعض حضرات مراقبہ یا ذکر کے دوران چہرہ ڈھانپنے کو ریا سمجھتے ہیں اور بعض کا خیال اس کے برعکس ہے۔ اس بارے میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایسا معمول جو ہر حال میں انجام دینا ہو، خواہ جلوت ہو یا خلوت، اگر وہ معمول، لوگوں کی موجودگی میں انجام دیا جائے تو ریا نہیں ہے۔

۵۔ آپ نے سلوک میں ''کم گفتن، کم خوردن، کم خفتن'' پر بڑا زور دیا ہے۔ سَنگیوں کو اکثر کم بولنے، کم کھانے اور کم سونے کی تاکید فرماتے۔ خود بھی عمر بھر اس اصول پر عمل کرتے رہے۔

۶۔ رمضان المبارک کے حوالے سے آپ کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے دوران شدید مجبوری کے بغیر سفر نہ کیا جائے۔ مزید فرمایا: ''اگر رمضان المبارک نماز و روزہ کی پابندی، تلاوتِ قرآنِ مجید اور اوراد و وظائف کی پابندی سے

Marfat.com

گزارا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سارا سال خیروخوبی اور عافیت وسلامتی سے گزرتا ہے۔"

۷۔ حضرت شیخ مدظلہ نے ایک بار مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خود اللہ اللہ کرنا اور دوسروں سے اللہ اللہ کرانا ہی اصل تعلیم وتربیت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لفظ "اللہ" اتنا جامع ہے کہ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام پہلو سما جاتے ہیں اور یہ پورے نظامِ شریعت کی نمائندگی کرتا ہے۔

۸۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کے بارے میں رائے دینے میں بڑے محتاط تھے۔ بہت کم ایسا ہوا۔ کہ آپ نے کسی ہم عصر سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہو۔ موصولہ معلومات کے مطابق آپ نے صرف دو حضرات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ایک حضرت پیر جماعت علی شاہ ثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بابا جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لار پرگنہ وانگت سری نگر۔ دونوں سے متعلق آپ نے ایک ہی قسم کا تبصرہ کیا اور فرمایا: "ان کا، پرانے لوگوں کا طریقہ ہے!" یعنی یہ حضرات اسلاف کی نشانی ہیں۔

۹۔ آپ تمام بزرگانِ دین کا دلی احترام کرتے اور سب کا نام عزت سے لیتے۔ آپ کی موجودگی میں اگر کسی بزرگ کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے: "اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں"۔

۱۰۔ حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ آپ کے خلیفۂ مجاز بھائی محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سے ذکر کیا کہ ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ انھیں راستے

Marfat.com

میں ملے اور پوچھا: ''آپ کہاں تھے اور کہاں سے آرہے ہیں؟'' انھوں نے جواباً عرض کی: ''آپ کے بھائی قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گیا ہوا تھا''۔ اس پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہاں جو آئے، اسے چاہیے کہ مسجد کی حدود میں ہمارے پاس رہے۔ باہر جانے کی ضرورت نہیں''۔

۱۱۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کسبِ حلال پر بڑا زور دیتے اور فرماتے: ''اکلِ حلال، صدقِ مقال، نمازِ پنج گانہ کی با جماعت ادائگی اور نمازِ تہجد کا اہتمام روحانی کمال کے حصول کے لیے ضروری ہیں''۔

۱۲۔ آپ کا تاکیدی ارشاد ہے کہ تنہائی میں نامحرم کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے۔ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے بتاتے تھے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نظروں کی حفاظت کرو۔ غیر محرم عورتوں کی پیشانی میں جادو ہے!'' نیز آپ کا ارشاد ہے کہ غیر محرم عورت اور بے ریش لڑکا سالک کے لیے خطرہ ہیں۔

۱۳۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بہ قول درویش کو لا طامع، لا مانع اور لا جامع ہونا چاہیے۔ کسی سے کوئی طمع نہ رکھے۔ کوئی از خود ہدیہ یا نذر دے تو منع نہ کرے اور کچھ بھی جمع کر کے نہ رکھے۔ آپ کی زندگی اس کی عملی تفسیر تھی۔ آپ کے سنگی بھی اس حکم کے چلتے پھرتے نمونے تھے۔

۱۴۔ آپ اکثر فرماتے: ''ہتھ کار وَل، دل یار وَل (ہاتھ کام میں مصروف ہوں اور دل محبوبِ حقیقی میں۔)

۱۵۔ بابا نعمت علی، کھیارا، ڈڈیال نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں فرمایا کہ اسمِ ذات کا ذکر جب سو ہو جائے تو یہ پڑھا کرو:

Marfat.com

مقصودِ من توئی ، رضا توئی یا خدا

عرفانِ عشقِ خویش عطا کن دلِ مَرا

(اے اللہ! تُو اور تیری رضا ہی میرا مقصود ہیں۔ میرے دل کو اپنی ذات کا عشق و عرفان عطا فرما۔)

بابا نعمت علی نے مزید بتایا کہ ان کے پاس آپ کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی یہ تحریر موجود ہے۔

مجرّب نسخہ جات:

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم جہاں روحانی طبیب ہوتے ہیں، روح کی بیماریوں اور باطن کی آلودگیوں کا علاج کرتے ہیں، وہاں دیکھا گیا ہے کہ جسمانی امراض کے معالج بھی ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ نے ظاہری بیماریوں کے لیے بھی بعض علاج تجویز کیے ہیں۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض مواقع پر بعض ساتھیوں کے لیے کچھ طبّی نسخے تجویز کیے۔ ایسے چند مجرّب نسخہ جات یہاں درج کیے جاتے ہیں تاکہ آپ کی شخصیت کے اِس پہلو کی یادیں بھی محفوظ ہو جائیں:

۱۔ سردیوں میں اکثر نمازیوں کے پاؤں یا ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں اور بعض اوقات خاصا درد بھی محسوس ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ تجویز کرتے کہ تیل توریہ کے چند قطرے ہتھیلی پر ڈال کر اسی مقدار میں پانی ملا لیا جائے اور یہ محلول متاثرہ جگہ پر لگایا جائے۔ ان شاء اللہ شکایت رفع ہو جائے گی۔

۲۔ جو بھینس گابھن نہ ہو، اسے آدھ سیر باجرے میں ایک چھٹانک نمک ملا کر، سات دن سات روٹیاں پکا کر کھلائی جائیں تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ سنگیوں

Marfat.com

کی روایت کے مطابق عام طور پر تیسری یا چوتھی روٹی پر ہی مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔

۳۔ دانتوں میں درد ہوتا تو نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت نفل ہدیۂ حضرت خواجہ اُوَیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔ ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص تجویز کرتے۔ فرماتے کہ یہ عمل ہمیشہ جاری رکھا جائے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید فضل احمد صاحب بجوٹھی کے رہنے والے تھے اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی آتے جاتے۔ ایک بار انھوں نے چورماں کی نیاز تقسیم کی اور اس کا کچھ حصّہ لے کر رات کو چیچیاں شریف حاضر ہوئے۔ اُس دن اُنھیں دانتوں میں سخت درد تھا۔ آپ نے انھیں یہی عمل تجویز کیا۔ وہ خود فرماتے تھے کہ اس واقعے کو چالیس برس گذر گئے مگر پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

۴۔ آپ دانتوں کی حفاظت کے لیے ہدایت فرماتے کہ تیل تارا میرا خالص، ہتھیلی پر ڈال کر اس میں باریک نمک ملا کر دانتوں پر مَلا جائے۔ دانتوں کے لیے یہ مرکّب اکسیر کا کام دیتا ہے۔

حضرت شیخ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کے ایک سنگی نور محمد صاحب کے بہ قول اکثر ڈاکٹر بھی اس عمل کی تائید کرتے ہیں۔

۵۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز مولانا حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر سر درد رہتا اور بعض اوقات ناقابلِ برداشت حد تک شدید ہو جاتا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں فرمایا کہ بادام کی سات گریاں رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح نہار منہ چھلکے اتار کر خوب چبا کر کھائیں اور یہ احتیاط رکھیں کہ اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ

Marfat.com

ملائی جائے۔ یہ نسخہ دماغ کے لیے بے مثال ہے۔

۶۔ کامل اولیاء کا فیض ان کے وصال کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے میں گورسیاں کے فتح محمد صاحب کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ فتح محمد صاحب درویش صفت آدمی تھے۔ رات کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے اکثر آیا کرتے۔ انھوں نے غالباً ساری عمر تجرّد میں گزاری۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پیش آنے والا ایک واقعہ وہ خود سناتے تھے کہ میری انگلی پر ایک زہریلا پھوڑا نکل آیا جسے مقامی زبان میں ''موہری'' کہتے ہیں۔ اس کی تپش اور جلن برداشت سے باہر ہوگئی۔ تکلیف کی اس شدّت میں کئی دن گذر گئے۔ ایک دن چارپائی پر تکیہ لگائے، بازو اوپر اٹھائے بیٹھا تھا کہ اچانک غنودگی سی طاری ہوگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پریشانی کا سبب پوچھتے ہیں اور پھر علاج تجویز کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''لاکھ کوئی دوائی بتائے، استعمال نہ کریں۔ صرف گھی گرم کرکے اس پر ڈالتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر کریں گے''۔ جب مجھے ہوش آیا تو نمازِ فجر کا وقت قریب تھا۔ سوچا نماز سے واپس آکر یہ علاج شروع کروں گا۔ مسجد سے واپس آیا تو دیکھا کہ صحن میں ایک آدمی چارپائی پر بیٹھا ہے۔ خیال گذرا کہ علاقہ اندرہل کا کوئی مسافر ہوگا۔ وہ لوگ صبح عدالتوں میں جاتے اور لسّی پانی کے لیے مقامی گھروں میں چلے آتے۔ جب اُس آدمی نے مجھے دیکھا تو پوچھا: ''کیا تکلیف ہے؟'' مَیں نے پھوڑے کا بتایا۔ اُس بندۂ خدا نے بالکل وہی نسخہ تجویز کیا جو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر پہلے فرما چکے تھے۔ الفاظ بھی بالکل وہی تھے۔ مَیں حیرت زدہ ہوگیا اور گھی لانے اندر چلا گیا۔ چند لمحے بعد واپس باہر آیا تو وہ صاحب موجود نہیں تھے! آج تک یہ معمّا ہے کہ وہ کون تھے؟

Marfat.com

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ معاصر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں:

۱۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ، لار شریف:

آپ کا اسمِ گرامی عبد اللہ تھا مگر ''جی صاحب'' کے نام سے مشہور تھے۔ بالا کوٹ کے رہنے والے تھے۔ تکمیلِ سلوک کے بعد، اپنے پیرومرشد کے حکم پر وانگت پرگنہ لار، کشمیر منتقل ہو گئے۔ اُمّی تھے مگر آپ کی صوفیانہ شاعری میں بہت گہرائی اور تاثیر ہے۔ آپ کا عارفانہ کلام علاقے بھر میں زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اپنے زمانے کے کامل ولی اللہ تھے۔ گوجری زبان بولتے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اسی زبان میں فرمایا:

''میر پور کول اک جنورہ منا مُجِ چنگو نظر آیو''

(میر پور کے قریب ایک مردِ کامل مجھے بہت اچّھا نظر آیا۔)

۲۔ علاّمہ نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تصنیف عالمِ دین اور باکمال صوفی تھے۔ پنجابی میں منظوم تفسیر نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کی یادگار ہے۔ آپ بے حد راسخ العقیدہ سُنّی درویش تھے۔ مزارِ مبارک لاہور میں کوتوالی گیٹ مسجد کے پہلو میں ہے۔ لاہور میں حضرت شیخ مدّ ظلّہ کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: ''آپ سَلَف کی یادگار تھے''۔

۳۔ بابا الف دین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ''باجی صاحب'' کے نام سے مشہور ہیں۔ کوٹلی آزاد کشمیر

Marfat.com

کے ایک نواحی موضع ریاگزیں کے رہنے والے تھے۔ خدامست درویش اور کامل بزرگ تھے۔ علاقے میں کئی کرامات آپ سے منسوب ہیں۔ آپ نے قاری محمد بشیر سکنہ کھڈ گوجراں کوٹلی کے والد سائیں بہادر علی سے دورانِ ملاقات فرمایا: ''آپ کِت ملیں۔ تھاری بیعت کِت ہے''؟ (آپ کا تعلق کس سے ہے؟ آپ کی بیعت کہاں ہے؟) سائیں صاحب نے بتایا کہ مَیں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوں تو بابا الف دین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''قاضی صاحب مُچ فقیر ہے!'' (قاضی صاحب بڑے فقیر ہیں۔)

۴۔ سائیں نُور مجذوب رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگر وٹ شریف کے نواح میں رہتے تھے۔ صاحبِ جذب بزرگ تھے اور ہمیشہ حالتِ سُکر میں رہتے۔ کرامات وتصرّفات کا چرچا علاقے بھر میں تھا۔

سائیں نُور مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار قبلۂ عالَم کی ملاقات ہوئی۔ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ساتھ تھے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا: ''بَلّے بَلّے! یہ زمین ہو اور یہ ہَل ہو، اسے زمین میں ڈالیں، فصل کون سنبھالے''! مطلب واضح ہے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ جیسا ولیِ کامل مرشد ہو اور میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسا صاحبِ استعداد طالب ہو تو نتیجہ ظاہر ہے۔ یہ بات درست ثابت ہوئی اور میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت وخلافت عطا ہوئی اور انھوں نے مہنڈر، مقبوضہ پونچھ کے علاقے میں سلوک کا فیض عام کیا۔ آپ نے ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: ''کالا ناگ ہے! اس کا ڈسا ہوا نہیں بچتا۔ کوئی منتر نہیں چلتا''

Marfat.com

۵۔ سائیں عیدو مجذوب رحمۃ اللہ علیہ:

چھتروہ، ڈڈیال میں رہتے تھے۔ اپنے مجذوبانہ انداز میں جواب دیتے جو اکثر سمجھ میں نہ آتے۔ بھائی محمد زمان صاحب کی ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ مدظلہ بھی ساتھ تھے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھائی محمد زمان صاحب کا تعارف دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''سلطان خان ایک بڑا بادشاہ ہوا ہے، یہ اُس کا غلام ہے''۔

Marfat.com

بابِ دوّم

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سنگیوں کے بارے میں

حضرت خواجہ قاضی محمد صادق مدّ ظلہ العالی کے ملفوظات

Marfat.com

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و اخلاق، روحانی کمالات، اندازِ تربیت اور آپ کے خلفاء اور سنگیوں کے احوال وکوائف کے بارے میں معلومات کا سب سے اہم اور مستند ذریعہ آپ کے خلف الرشید اور سجادہ نشین حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ افرادِ خاندان کے مشاہدات، تجربات اور تاثرات اپنے دل و دماغ میں جمع کیے بلکہ آپ کے خلفاء اور سنگیوں کی روایات بھی ذہن نشین فرمائیں اور اپنی مجالس میں اکثر و بیشتر ان بابرکت واقعات اور دل نشیں یادوں کو دہراتے رہے تاکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کا یہ روحانی ورثہ اور خانقاہِ فتحیہ کی یہ تاریخ آنے والی نسلوں کو منتقل ہوتی رہے اور طالبانِ حق اس کی روشنی میں اپنی اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ مدّ ظلّہ کو قابلِ اعتماد حافظے، مورّخانہ ذہن، تجزیاتی شعور، خاندانی روایات کی حفاظت و امانت کے ذوق وشوق، اصلاح و تربیت کے غیر معمولی جذبے اور مافی الضمیر کے اظہار کی بہترین قدرت سے نوازا ہے۔

اس حوالے سے، ۴۔ اپریل ۱۹۸۹ء سے ۲۵۔ نومبر ۱۹۹۶ء تک حضرت شیخ مدّ ظلّہ کے بعض ملفوظات قلم بند کیے گئے جو خود آپ کی نظر سے بھی گذرے اور آپ نے بعض مقامات پر اصلاح و ترمیم بھی فرمائی۔ اِس طرح ان تحریری ملفوظات نے سندِ اعتبار پائی۔ چوں کہ ان ارشادات کا بنیادی موضوع حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سنگیوں کے احوال و کوائف ہیں، اس لیے انھیں تذکرۂ سلطانیہ میں شامل کیا جارہا ہے۔ اِن یادداشتوں کی شکل میں خاندان کی روحانی تاریخ کا بڑا حصّہ محفوظ ہوگیا

Marfat.com

ہے۔

ذیل میں تاریخی ترتیب سے یہ ملفوظات درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ۴۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی چھچھوی مدظلہ العالی نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ آپ کے دادا خواجہ محمد رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پردادا خواجہ حافظ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات چھچیاں شریف میں پہلو بہ پہلو تھے۔ دونوں مزارات کے درمیان اتنی گنجائش تھی کہ آسانی سے بیٹھا جاسکتا تھا۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نمازِ ظہر کے بعد ان مزارات کے درمیان بیٹھ کر وظائف پڑھا کرتے۔ پاس ہی کیکر کا ایک درخت تھا۔ اس کے تنے میں ایک طاقچہ نما خلا تھا۔ موسم سازگار ہوتا تو آپ اپنے وظائف اس خلا میں رکھ دیا کرتے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ منگلا جھیل کی وجہ سے چھچیاں شریف کا علاقہ زیرِ آب آگیا تھا۔ تقریباً چھبیس برس بعد، ۱۹۹۳ء میں ان حضرات کے تابوت خانقاہِ سلطانیہ، جہلم منتقل کر دیے گئے۔ یہ حضرات قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے ہی میں آپ کے مزار کے دائیں اور بائیں آسودہ ہیں۔ چھچیاں شریف میں مزارات خام تھے۔ لپائی کی جاتی تھی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی میں کسی قبر کو پختہ نہیں کیا۔

حضرت شیخ مدظلہ نے صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ایک دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی صاحب سے کہا کہ ان مزارات کے درمیان بیٹھ کر ان بزرگوں کی ارواحِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہوں۔

Marfat.com

انھوں نے حسبِ حکم مراقبہ کیا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کچھ اثرات محسوس ہوئے ہیں؟ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مزار میں ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے یہ دعا کرتے نظر آئے کہ اے اللہ تعالیٰ! میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کو صحت عطا کر اور ان کی بیماری دُور کر! میاں صاحب اُن دنوں علاقہ پونچھ میں تھے اور بیمار تھے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ پونچھ کے رئیس خواجہ عبداللہ جُو بڑے فقیر دوست اور درویش منش آدمی تھے۔ فقراء کی بڑی قدر کرتے۔ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو کئی کئی دن مہمان ٹھہراتے اور خدمت کر کے خوش ہوتے۔ خود بھی نماز روزے کی پابندی کرتے اور سلسلے کے وظائف باقاعدگی سے پڑھتے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اظہارِ عقیدت کے لیے حاضر ہوتے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ سائیں محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ انب والے کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ انھیں کشفِ قبور حاصل تھا۔ پنڈ پنیام میں رہنے والے میاں مردان علی نوشاہی نے اپنے ایک شعر میں بھی اس کی تصدیق کی ہے:

سائیں یعقوب انب والا ، بندہ خاص حضوری
اللہ صاحب رحمت کیتی ، ہویا کشف قبوری

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اِس قسم کے علوم کی حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے منع کر دیا جس کے نتیجے میں انھوں نے یہ شغل ترک کر دیا۔

حضرت شیخ نے بتایا کہ چچیاں شریف میں لنگر کی خدمت میں دو بابے پیش

Marfat.com

پیش رہا کرتے تھے: بابا فقیر محمد پہاڑیہ اور بابا فقیر محمد پوٹھیہ۔ بابا فقیر محمد پہاڑیہ نے مجھے گود میں اُٹھا کے پالا اور انھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو آخری وضو کرانے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ آپ کے آخری لمحوں میں بابا جی نے مجھے بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور وصیّت کی درخواست کی مگر آپ نے اتنا فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اچّھا ہوگا''۔ اور سنگیوں کو نماز پڑھنے اور اللہ اللہ کرنے کی تلقین کی۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ دہلی والے حضرت ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی بار دربارِ عالیہ جہلم آئے تو انھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی طرف اشارہ کر کے صاحبزادہ محمد معروف سے فرمایا: ''معروف میاں! اور تو ان کے متعلق کچھ کہتا نہیں، یہ جتنی بہار ہے، انھی کے طفیل ہے''!

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک کم گفتن، کم خوردن اور کم خفتن تھا۔ سنگیوں کو بھی یہی تعلیم دیتے، خود بھی اِس اصول پر عمل پیرا رہے اور اسی اصول پر آپ نے میری تربیت کی۔ آپ فرماتے: ''صحت کا راز سادہ غذا اور خواہش سے چند لقمے کم کھانے پر منحصر ہے''۔

۲۔ ۵۔ اپریل ۱۹۸۹ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوب صورت اور طاقتور انسان تھے۔ کھیوڑہ کے رہنے والے تھے۔ وادیٔ سلوک میں داخل ہوئے تو اسباقِ سلسلہ کی تکمیل پاک پتن شریف والے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور خلافت پائی۔ آپ کا حلقۂ اثر ریاست بہاول پور، منچن آباد

Marfat.com

اور ملحقہ علاقے میں تھا۔ ریاست چنبہ کے وزیر عبدالصمد خان بھی آپ کے مرید تھے۔ آپ کا مزار حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ میں ہے۔

۳۔ ۶۔ اپریل ۱۹۸۹ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدظلہ نے مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مزید فرمایا کہ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ چیچیاں شریف سے روانگی کے وقت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے پاس کھڑے ہو کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار پڑھتے اور پھر صاحبِ مزار سے مخاطب ہو کر کہتے: ''بھلیاں کو بھلیاں لاجاں'' (نیک لوگوں سے اچھی لاج کی امید ہوتی ہے)۔

آپ نے مزید بتایا کہ مولوی صاحب دل و جان سے اپنے مرشد پر فدا تھے۔ عقیدت کا یہ عالَم تھا کہ خود کسی پیر یا پیر خانے کی طرف متوجہ ہوتے اور نہ ہی کسی سنگی کا متوجہ ہونا پسند فرماتے۔ ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے ساتھ کھیوڑہ گئے۔ یہ بزرگ کسی اور آستانے سے تعلق رکھتے تھے اور اجازت یافتہ بھی تھے۔ مولوی فضل احمد نے مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی اس رفاقت کو ناپسند کیا اور انھیں احساس دلایا کہ بہتر تھا کہ آپ تنہا آتے۔ مَیں محض آپ کی خاطر ان سے ملا ہوں۔ پھر کہا کہ اگر مالی منفعت کا خیال تھا تو مَیں بہتر خدمت کرا سکتا تھا۔ اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ دے گا تو ربّ دے گا۔ جب پوری چھان پھٹک کے بعد مرشد کا دامن پکڑ لیا تو پھر اِدھر اُدھر کیا جھانکنا۔ حضرت شیخ مدظلہ نے بتایا کہ وہ بزرگ ایک بار ملے اور انھوں نے مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عدمِ توجہ کا گلہ کیا۔

Marfat.com

آپ نے مزید فرمایا کہ حافظ محمد ابراہیم اور مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شادیاں مہنڈر ریاست پونچھ میں ہوئی تھیں۔ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں کے رابطے کا سبب یہی شادیاں بنیں۔ دونوں حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر صاحبِ اجازت ہوئے۔

یہی مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اپنے پیر کو پنجاب لے جاؤ۔ اس پر ان کے پیر خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ پنجاب میں بڑے عالم اور بزرگ حضرات موجود ہیں، پہاڑی لوگوں کی زبان پر بھی ہنستے ہیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آپ کا کام کسی کا تعاقب کر کے اللہ اللہ بتانا نہیں، جو طالب آئے، اسے بتا دیں!''

۴۔ ۸۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

راجہ رنگ باز خان صاحب لدڑ کے رہنے والے تھے۔ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے مگر زیادہ رابطہ حضرت شیخ مدّ ظلّہ سے رہا۔ چھچیاں شریف میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دن میں دو بار حاضری دیتے اور مزار مبارک کی منتقلی کے بعد جہلم بھی زیارت کے لیے آیا کرتے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ ایک بار راجہ صاحب نے مزار کی حاضری کے بعد مجھ پر ایک راز کا انکشاف کیا اور کہا کہ مَیں نے اپنے اکلوتے بیٹے محمود احمد سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا اور چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں یہ راز ہی رہے۔ راجہ صاحب نے بتایا کہ ایک دن مَیں نے مزار مبارک پر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل رمضان المبارک میں ہر روز ایک ختم قرآنِ مجید کی توفیق عطا کرے! اللہ

Marfat.com

نے کرم فرمایا اور اب برسوں سے یہی معمول ہے۔ رمضان المبارک میں ہر روز تین نشستوں میں پورے قرآنِ مجید کی تلاوت کر لیتا ہوں۔ یہاں تک کہ شوّال کے چھ روزوں میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ سب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔

۵۔ ۱۰۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے بتایا کہ سائیں محمد اسماعیل پوٹھہ بنگش کے رہنے والے تھے اور باولی شریف کے چڑھدے والے پیر خواجہ غلام محی الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ ان کا تکیۂ کلام تھا: ''دستگیر جیسا کوئی نہیں''! پیل سیاکھ کے بخشی موتی رام کے دوست تھے۔ موتی رام جب ریاست پونچھ میں وزیر بنے تو سائیں صاحب پونچھ گئے۔ وہاں پونچھ کے رئیس عبداللہ جُو سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ سائیں صاحب نے بعد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا۔ آپ کلمۂ طیّبہ کا ذکرِ جہر کیا کرتے۔ ان کی آواز باریک تھی۔

ایک بار سائیں صاحب تلہ کڑتی مسجد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھے۔ کھڈ گوجراں والے بابا لعل دین نے ان سے کہا کہ کلمۂ طیّبہ کا ذکر کریں۔ سائیں صاحب نے کہا کہ نہیں، سانپ آجاتے ہیں۔ بابا لعل دین نے کہا کہ کوئی سانپ نہیں۔ آپ ذکر کریں۔ سائیں صاحب نے ذکر شروع کیا۔ اچانک مسجد کی چوکھٹ پر نظر پڑی۔ دیکھا کہ سانپ سر نکالے ہوئے ہے۔ سائیں صاحب کہنے لگے: ''وہ دیکھو، دستگیر جیسا کوئی نہیں، سانپ آگیا۔'' سب سنگی سانپ کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ بابا لعل دین نے اسے مار دیا۔

Marfat.com

نکہ کڑتی مسجد کا ذکر ہوا تو اس کا مختصر تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کوٹلی، آزاد کشمیر میں سب سے پہلے نکہ کڑتی میں قیام کیا۔ مسجد نہ تھی۔ آپ نے مکان میں نماز ادا کی بلکہ تحصیل کوٹلی میں آپ نے پہلی امامت اسی جگہ کرائی۔ بعد میں اس مقام پر مسجد تعمیر ہوئی۔ پھر حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے اسی مسجد کو سادہ مگر فنی اعتبار سے اپنی نوعیت کی بہترین مسجد میں تبدیل کیا۔ یہ مسجد ایک کمرے اور برآمدے پر مشتمل تھی۔ اس مسجد کے پڑوس میں یونیورسٹی کیمپس تعمیر ہوا اور ایم بی اے اور ایم کام اور آئی ٹی کی تدریس شروع ہوئی۔ بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیشِ نظر ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی گئی۔ پہلی مسجد اس موجودہ مسجد میں شامل ہے اور امتیازی علامات سے اس کا محلِّ وقوع واضح کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے آج کی ڈاک ملاحظہ کر کے فرمایا: ''اس میں وہ نادر اور نایاب نسخہ ہے جس کی حفاظت دستِ غیب سے ہوتی رہی ہے۔ اِس کتاب سے بہت سی معلومات ملیں جو اب تک سربستہ راز تھیں اور ہمارا اضطراب کسی حد تک دور ہوا۔'' اس کے بعد آپ نے اختصار سے اس مسوّدے کی تاریخ بیان فرمائی کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حاجی مولانا بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ترتیب دی۔ اس میں سلوک کے مسائل کے علاوہ ضمناً اپنے شیخ کے بعض واقعات، حالات اور واردات بھی بیان کیے۔ یہ کتاب مولانا کی ذاتی کوشش اور کاوش تھی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رضا اس میں بلاواسطہ یا بالواسطہ شامل نہ تھی۔

یہ مسوّدہ آج سے تقریباً ستر، اَسّی سال پہلے لاہور کے ایک پبلشر ''اللہ والے'' کے پاس پہنچا۔ انھوں نے پسند کیا اور اشاعت کا وعدہ فرمایا۔ قبلۂ عالم رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ کے عرس پر اس کتاب کی تقریبِ رونمائی مقصود تھی۔ عرس مبارک کو صرف چند دن رہ گئے تھے مگر اس کی طباعت وقت پر نہ ہو سکی اور مسوّدہ پبلشر کے پاس ہی پڑا رہا۔ بیس پچیس برس کسی نے کروٹ نہ بدلی۔ آخر بڑی تگ و دو اور جستجو کے بعد یہ مسوّدہ پبلشر سے واپس ملا۔

مہنڈر، پونچھ کے ایک معروف تاجر حاجی سخی ولایت رحمۃ اللہ علیہ مؤلف کے مرید تھے۔ وہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کوٹلی آ گئے تھے۔ دھمال میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں۔ انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ نسخہ انھیں دے دیا جائے، وہ اسے پونچھ کے مطبع سے شائع کرالیں گے مگر وہ بھی ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یہ مسوّدہ مزید پچیس برس تک مہنڈر کی مسجد کی ایک الماری کی زینت بنا رہا۔

حضرت شیخ کو مہنڈر جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ حاجی صاحب کی مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ الماری میں دہلی سے چھپنے والے ماہنامہ ''مولوی'' کی فائلیں پڑی تھیں۔ آپ ان کا جائزہ لینے لگے تو یہ نسخہ دستیاب ہو گیا۔ شاید قدرت کو اس کی طباعت اور اشاعت کے لیے موزوں وقت اور ہاتھ کا انتظار تھا۔ آپ، حاجی صاحب کی اجازت سے نسخہ ساتھ لے آئے۔ اس پر مزید کئی سال گذرے۔ ملک تقسیم ہوا اور اب مہنڈر مقبوضہ کشمیر میں ہے۔

مختلف مراحل سے گذرنے کے بعد آج ۱۰۔ اپریل ۱۹۸۹ء کو اصل مسوّدہ اور پروف ڈاک کے ذریعے موصول ہوئے تاکہ پروف ریڈنگ کر لی جائے۔ حضرت شیخ مدظلہ نے جستہ جستہ مقامات سے اقتباسات پڑھے۔ یہ کتاب کئی عُقدوں کی گرہ کشائی کرے گی۔

Marfat.com

بڑی کوشش کے باوجود یہ حل نہیں ہوسکا تھا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پہلی بار کب کوٹلی تشریف لائے؟ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ آپ پہلی بار ۱۹۷۷ بکرمی، ۱۹۲۰ عیسوی میں، گویا حضرت شیخ مدّ ظلّہ کی ولادت سے بھی ایک سال پہلے، کسی بیع نامہ کی غرض سے کوٹلی تشریف لائے۔ آپ کا قیام نکّہ کڑتی میں رہا اور آپ نے کوٹلی محلّہ بلیاہ کی مسجد میں بھی نماز ادا کی۔ اس وقت کوٹلی میں اہلِ سنّت و جماعت کی یہی ایک مسجد تھی۔ اس سے نکّہ کڑتی مسجد کی قدامت کا بھی پتا چلتا ہے۔

(اس اہم کتاب کا نام ''تحفہ سلطانیہ'' ہے اور ۱۹۹۳ء میں اس کی اشاعت عمل میں آچکی ہے)۔

۶۔ ۱۱۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز منگل

آج کی نشست میں حاجی عبدالرشید بنگالی صاحب تشریف لائے۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا: ''آ گئے ہو!'' پھر اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے ایک سنگی کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ واقعہ سنگی نے خود آپ کو بتایا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ پوٹھہ، اندرہل میں دو محمد حسن تھے۔ ایک ''سودائی'' کہلاتے اور دوسرے ''زلفوں والا'' کے نام سے مشہور تھے۔ یہ واقعہ محمد حسن سودائی سے متعلق ہے۔ محمد حسن سودائی رحمۃ اللہ علیہ کی رشتہ داری رجور علاقہ کوٹلی میں بھی ہے۔ ان کی بیعت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ زبیری سلسلے کے مطابق بھی توجہ دیتے۔ اس میں طالب کو وجد آجاتا ہے۔ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی توجہ سے متاثر ہوئے۔ نیند غالب ہوگئی۔ طبیعت میں عجیب سی بے چینی رہنے لگی۔ ذکر جاری ہوگیا۔

Marfat.com

یہ ایسی کیفیات تھیں کہ گھر والوں کو طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوئے۔ بعض کہتے دماغ چل گیا ہے۔ بعض کسی جن بھوت کا سایہ خیال کرتے۔ انھیں گھر پر پابند کرنے کی کوشش کی۔ نگرانی پر آدمی مقرر کیے۔ رات کو چارپائی سے باندھ دیا جاتا۔ وہ اِس فرزانے کو دیوانہ سمجھتے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتے۔ آخر سب تدبیریں ناکام ہوئیں۔

اسی اثناء میں ایک عامل بلایا گیا۔ وہ اپنا تھیلا لے کر آپ کے پہلو میں بچھی چارپائی پر بیٹھا اور ابھی اس نے ایک پاؤں ہی جوتی سے نکالا تھا کہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ قوی ہیکل اور تنومند جوان تھے۔ عامل کو گھور کر دیکھا۔ نگاہ میں جلال تھا اور آواز میں رعب۔ اچانک زور سے کہا: ''آ گئے ہو؟'' عامل خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تھیلا اور ایک جوتا وہیں رہ گیا۔ دور کھڑے ہو کر کہنے لگا: ''میرا سامان لا دو۔ یہ چیز میری طاقت سے باہر ہے''۔ وہ ایسا سراسیمہ ہوا کہ بغیر کھانا کھائے چلا گیا۔

جب محمد حسن سودائی رحمۃ اللہ علیہ کی بے قراری حد سے بڑھ گئی تو انھوں نے باولی شریف، ڈھنگروٹ شریف اور گوڑہ سیّداں شریف کے بزرگانِ سلسلہ کو ایصالِ ثواب کیا اور دستگیری کے طالب ہوئے۔ انھوں نے خواہش کی کہ بزرگانِ سلسلہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں کہ انھوں نے مجھے جو چیز عطا کی ہے، واپس لے لیں۔ یہ میری برداشت سے باہر ہے۔

وہ خود روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بیداری کی حالت میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے دل کو چوس لگی اور چند شبنمی قطرے گرے۔ اس کے بعد میری طبیعت

Marfat.com

ٹھنڈی ہوگئی۔ پہلی سی کیفیت نہ رہی۔ یہاں تک کہ بعد میں عمر بھر کوشش کے باوجود قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور تک نہیں آتا تھا۔

اِسی نشست میں حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سنگی سائیں علم دین رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی کے کچھ واقعات سُنائے۔ بزرگوں کے آستانوں پر اکثر اس قسم کے سادہ لوح لوگ دیکھنے میں آتے ہیں۔ سائیں علم دین اگرچہ نہایت سادہ تھے مگر مخلص اور درویش صفت انسان تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے انھیں بڑی عقیدت تھی۔ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن سے بہت شفقت فرماتے۔

سائیں علم دین اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ادب آداب کے قرینوں کا خیال نہیں رکھ سکتے تھے اور یہی ان کی امتیازی شان تھی۔ وہ اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرتے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رضا ہر خواہش پر مقدم تھی۔ ''اللہ بے پروائی'' اکثر ان کا تکیۂ کلام ہوتا۔

ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سملوٹھ مسجد میں قیام فرما تھے۔ سائیں علم دین سوئے ہوئے تھے کہ محمد حسن سودائی نے ان کی دونوں آنکھوں میں نسوار کی چٹکی ڈال دی۔ وہ بے چارے کراہ اٹھے۔ محمد حسن سودائی رحمۃ اللہ علیہ بھاگ گئے۔ سائیں علم دین نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حضور اِن الفاظ میں شکایت کی: ''تُساں (آپ نے) سارے سودائی پال رکھے ہیں''۔ آپ نے ان کی دل جوئی کی اور آنکھیں دھونے کو کہا۔

سائیں علم دین حضرت شیخ مدظلّہ کی نانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کرتے

Marfat.com

کہ مجھے پراٹھا پکا کر دیں۔ اتفاق سے ایک دن تعمیل نہ ہو سکی۔ وہ شکایت لے کر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''بے ہوراں کی خدائیں بخشے گا''۔ (مائی صاحبہ کو اللہ نہیں بخشے گا۔) مزید کہا کہ جیسا منہ دیکھتے ہیں، ویسی چپیڑ مارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کل پکا دیں گے۔ آج گھی نہیں ہے''۔ اس پر کہنے لگے: ''آج ہی پانی سے پکا دیں''۔

ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ انب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ چند سنگی بھی مسجد میں موجود تھے۔ سائیں علم دین نے بابا فقیر محمد پوٹھیہ سے کہا کہ میری حجامت بنا دیں۔ انھوں نے حجامت کی آڑ میں ان کی مونچھیں صاف کر دیں۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ مونچھیں بالکل صاف ہیں تو شور مچاتے ہوئے، قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا فقیر محمد کچھ وقت قبلۂ عالَم کے خوف سے غائب رہے کہ آپ اِس شرارت پر ناراض ہوں گے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے سائیں علم دین سے کہا: ''جب مونچھیں صاف ہو رہی تھیں تو اطمینان سے بیٹھے رہے ہو، اب شور مچاتے ہو! کیا ہو سکتا ہے''۔

سائیں علم دین سے کئی واقعات منسوب ہیں جن سے ان کی سادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف انھی واقعات پر اکتفا کیا گیا جو عام نوعیت کے ہیں۔

پھر حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے سائیں علم دین کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ان کی ٹانگ پر بھڑ نے کاٹا۔ زخم بگڑ گیا۔ ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی۔ آپ تیمارداری کے لیے میرپور ہسپتال روانہ ہوئے۔ چند سنگی بھی ہمراہ تھے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مصری بہت اچھی لگتی تھی۔ راستے سے

Marfat.com

ان کے لیے مصری خریدی گئی۔ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہسپتال کے گیٹ سے داخل ہوئے تو سائیں صاحب نے پہچان لیا اور اپنے کمرے میں مودّب کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اصرار کر کے انھیں بیڈ پہ لٹایا اور سارا واقعہ سنا۔ اِس دوران آپ نے ان کے سر، چہرے اور سینے پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ آپ کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر واپس چلے آئے۔ یہی بہ ظاہر معمولی سا بہانہ سائیں علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے جان لیوا ثابت ہوا اور وہ رحلت کر گئے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز مولوی محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک سنگی نے آپ کی خدمت میں شکایت کی کہ سارے گھر میں چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں کا راج ہے۔ زندگی تلخ ہو گئی ہے۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن جتن کیا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اب سوچتا ہوں رہائش تبدیل کر لوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مکوڑا پکڑ لو اور اس پر سورۂ یٰسین پڑھتے جاؤ۔ راستے میں کسی سے بات نہ کرو۔ جہاں سورۂ یٰسین ختم ہو، وہاں وہ مکوڑا پھینک دو۔ سنگی نے بعد میں بتایا کہ یہ عمل کرنا تھا کہ مکوڑوں سے جان چھوٹ گئی۔

۷۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ مَیں نارووال سے ملّا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر ان کے گاؤں گیا تھا۔ وہ گاؤں ڈیرہ بابا نانک کے قریب تھا۔ ملّا محمد رمضان نے بتایا کہ انھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کئی بار گورداس پور آنے کی درخواست پیش کی۔ بلکہ ایک بار تو عجیب اتفاق ہوا قبلۂ عالم

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''گورداس پور کا راستہ کون سا ہے''؟ مَیں نے عرض کیا: ''وزیرآباد سے نارووال''۔آپ نے پھر پوچھا: ''وزیرآباد جسے کہتے ہیں، شہر ہے یا گاؤں؟'' آپ نے یہ جملہ پھر دہرایا۔مَیں سمجھ گیا کہ اِس وقت آپ کسی کیف اور محویت کے عالَم میں ہیں، لہٰذا خاموش ہوگیا۔

حضرت شیخ مدّظلہ العالی نے فرمایا کہ خواجہ محمد اکبرعلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گاؤں کوٹلی کالابن تحصیل راجوری میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس منایا کرتے تھے۔۱۹۴۷ء میں انھیں جنگِ آزادیِ کشمیر کے نتیجے میں ہجرت کرنا پڑی۔آپ کچھ عرصہ چندووال، نارووال میں ٹھہرے۔سنگیوں نے فیصلہ کیا کہ عرس مبارک کا معمول جاری رکھا جائے اوراس سال چندووال میں عرس کا اہتمام کیا جائے۔اس سلسلے میں انھوں نے مجھے بھی شرکت کی دعوت دی۔مَیں تین سنگیوں ماسٹر سائیں خان صاحب، حاجی بوستان صاحب اور حاجی فیض عالَم صاحب کے ساتھ چندووال گیا۔

تقریب کا اہتمام ایک مقامی سکول میں تھا۔ جب وہاں پہنچے تو چند آدمی سکول میں موجود تھے۔ان میں سے کوئی شناسا نہ تھا۔ایک بزرگ ماسٹر عبدالغنی ککے زئی بی اے، منشی فاضل کچھ مسائل پر گفتگو کررہے تھے۔سلجھے ہوئے سنجیدہ آدمی تھے۔ دینی معلومات بھی رکھتے تھے۔ان کی بیعت غالباً حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔کچھ اسباق خواجہ محمد اکبرعلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل کیے تھے۔ ان کے متعلق عام تاثر یہ تھا کہ ان کی زندگی منصوبہ بند ہے۔ ہر کام پابندی سے، وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ماسٹر صاحب ''بیعت'' کے مسئلے پر گفتگو کررہے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ ولی اللہ قُربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور ولی کا کام

Marfat.com

حصولِ قرب کے لیے راہنمائی کرنا ہے مگر جو خود قرب کی دولت سے محروم ہو، وہ طالبِ حق کی کیا راہنمائی کرسکتا ہے؟ آج کل اکثریت ایسے ہی حضرات کی ہے!

ماسٹر عبدالغنی کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں زیادہ کھانے سے صحت بنتی ہے لیکن مَیں کہتا ہوں کہ کم کھانے سے صحت بنتی ہے۔ وہ عام چائے نہیں بلکہ دَم کی ہوئی چائے پیتے تھے۔ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے، دربارِ عالیہ کے ساتھ ان کا رابطہ تادمِ واپسیں رہا۔ ان کی اہلیہ بھی آتی تھیں۔

دورانِ گفتگو حاجی سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ سیالیاں والے کا ذکر آ گیا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے بتایا کہ وہ کٹھار سیالیاں تحصیل کوٹلی کے رہنے والے تھے۔ اسباقِ سلسلہ پابندی سے پڑھتے۔ ارادے کے پختہ اور ارادت میں وفادار تھے۔ ایک بار وہ میر پور شہر سے چھچیاں شریف آ رہے تھے۔ فتح پور کے ڈاکٹر گل بہار بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ راستے میں ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: ''صوفی صاحب! کہاں جا رہے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''چھچیاں شریف!'' ڈاکٹر صاحب نے کہا: ''آپ وہاں کیوں جاتے ہیں؟ وہاں کیا ملتا ہے؟'' حاجی سید محمد رحمۃ اللہ علیہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ سیدھے سادے دیہاتی تھے مگر انھوں نے جو جواب دیا، وہ بڑا غور طلب ہے۔ کہنے لگے: ''مَیں اَن پڑھ ہوں۔ میرے پاس برتن ہی نہیں ہے کہ کچھ حاصل کرسکوں۔ ہر آدمی کو اس کی استعداد کے مطابق فیض ملتا ہے۔ مَیں تو بس یہ جانتا ہوں کہ ہم نماز، روزے اور دینی احکام سے بہت دور تھے۔ پچھلوں کا پتہ نہیں پر اپنا تو معلوم ہے۔ ان پاک لوگوں کی بدولت ہم باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں، اشراق، اوّابین اور تہجد بھی اللہ کے فضل سے باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں آ کر دنیا کی ہوس بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ پاکی اور

Marfat.com

پلیدی کا خیال بھی ہر وقت دامن گیر رہتا ہے۔ یہ سب ان بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے"۔ یہ سُن کر ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

آخری لمحات میں جب موت ان کے بدن کو چُھو رہی تھی، ان کے حواس برقرار تھے۔ کسی نے کہا شاید یہ زہر کا اثر ہے۔ کہنے لگے: "حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اگر زہر کا اثر ہو سکتا ہے تو سَید ے بے چارے کا کیا مقام ہے"؟ پھر اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ اللہ کے فضل و کرم اور پیر و مرشد کی توجہ سے میری ساری اولاد نماز روزے کی پابند ہے مگر ایک بیٹے کو اس جانب رغبت نہیں۔ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس بیٹے نے بڑا مقام پیدا کر لیا ہے اور علاقے بھر کی عزّت ہے مگر مَیں کہتا ہوں کہ کیا ہی اچّھا ہوتا اگر وہ پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتا۔ مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہوتی۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے حکیم غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت و محبّت کا ذکر کیا کہ انھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ وہ سُنگیوں سے اکثر فرمایا کرتے کہ رہتا چک ۱۸ میں ہوں مگر میری روح قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی گلیوں کا طواف کرتی رہتی ہے۔ وہ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوتے تو انھیں ضبط کا یارا نہ رہتا اور پُھوٹ پُھوٹ کر رو دیتے۔ جس دوران وہ دربارِ عالیہ میں ہوتے، قبلۂ عالم انھیں امامت کے فرائض سونپ دیتے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے اسی تسلسل میں مزید فرمایا کہ مَیں ابھی بچّہ ہی تھا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ اس لیے مَیں آپ کی پہلی زندگی کا مشاہدہ نہ کر سکا۔ یہ مسلمہ ہے کہ آپ شروع میں خود امامت کراتے۔ آخری عمر میں عذر کی بنا پر

Marfat.com

امامت ترک کر دی تھی۔

آپ نے مزید فرمایا کہ میرے بنیادی استاد بھی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ نے مروجہ دستور کے برعکس ایک دو دن میں حروف تہجی کی پہچان کرا کے قرآنِ مجید پڑھانا شروع کر دیا۔آپ نے مجھے سورۂ یٰسین زبانی یاد کرائی۔قبلہ والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی روایت کے مطابق چار پارے قرآنِ مجید بھی حفظ کرایا۔دن آپ کا مصروف گذرتا۔رات کو منزل سنا کرتے۔یہی وہ ایام تھے جب مَیں پہلی بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کلّہ آیا۔اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کیا حکمت پوشیدہ تھی۔مَیں انھی دنوں بیمار ہو گیا۔بخار نے تپِ محرقہ کی شکل اختیار کر لی۔مسلسل چالیس دن بیمار رہا۔طبیبوں نے یہی مشورہ دیا کہ حفظ کا خیال ترک کر دیا جائے۔

آپ نے بتایا کہ مجھے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سونے کا اکثر اتفاق ہوا۔آپ آدھی رات کو اٹھ کر چارپائی پر دو زانو بیٹھ جاتے اور اکثر حضرت پیر محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھا کرتے۔حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے بہ طورِ نمونہ یہ دو شعر دہرائے:

جہڑا لوے پچھان سجن نوں ، جانی نوں کی گرسی
پتر ، دھیاں ، دولت ، دنیا فانی نوں کی گرسی
کرکے جھلا دیوے عالم دوجگ دی سلطانی
جھلا اُس دا دوجگ دی سلطانی نوں کی گرسی

اس کے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ معمول کے مطابق تہجد اور دیگر معمولات بجا

Marfat.com

لاتے۔

مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں حضرت شیخ مدظلّہ نے فرمایا کہ وہ راسخ العقیدہ حنفی تھے۔ فقہی مسائل کا خاص خیال رکھتے۔ طہارت، وضو وغیرہ کا کماحقہٗ حق ادا کرتے۔

۸۔ ۱۶۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز اتوار

آج دورانِ گفتگو چبال پور والے بابا وزیر محمد خان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ روپڑ شریف والوں کے مرید اور خلیفۂ مجاز تھے۔ بڑے نڈر، بے باک اور متقی بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کشف پر بات چلی۔ انھوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کشف کو یوں صیغۂ راز میں رکھنا چاہیے جیسے عورتیں حیض کو چھپاتی ہیں، اس کی تشہیر نہیں کرتیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نقشبندیوں کا طرّۂ امتیاز یہ ہے کہ ان کا کوئی سانس کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہیں جاتا۔

اپنے پیر و مرشد سے ان کی عقیدت و محبت کا یہ عالَم تھا کہ ان کے شیخ کو گھڑ سواری کا بہت شوق تھا اور بابا وزیر محمد خان رحمۃ اللہ علیہ اس شوق میں شریک ہونا عبادت سمجھتے۔ وہ ایک بچھیری خریدتے۔ خود گھاس کاٹ کے لاتے اور اُسے کھلاتے۔ عصر کے وقت چنا بھگو دیتے اور رات کو اپنے ہاتھ سے کھلاتے۔ جب وہ جوان ہو کر سواری کے لیے تیار ہو جاتی تو سپاٹ لگا کر کسی مرید کے ذریعے پیر کی خدمت میں روانہ کر دیتے۔ وہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی جایا کرتے۔ دونوں بزرگوں میں بڑا اُنس اور پیار تھا۔

Marfat.com

حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا کہ مَیں نے چپال پور میں ان کی زیارت کی ہے۔اس وقت وہ بہت بوڑھے تھے اور اکثر مراقب رہا کرتے تھے۔

پھر آپ نے انھی کے حوالے سے جاموں اور گاموں نامی دو بھائیوں کا واقعہ سنایا۔دونوں اپنے وقت کے مشہور چور بیان کیے جاتے تھے۔علاقہ بار کے ایک چور نے ان کی شہرت سُنی تو ان کے گاؤں بوھاڈھانگری آیا۔اس نے کہامَیں بھی نامی گرامی چور ہوں مگر اِس فن میں آپ کی شہرت سن کر آیا ہوں۔اپنا کوئی کمال دکھائیں۔ اس وقت ان دونوں میں سے ایک بھائی پیڑھی پر بیٹھا ہوا تھا۔اس نے بیٹھے بیٹھے ہی پیڑھی کو یوں اُچھالا کہ مکان کی چھت پر پہنچ گیا۔

یہ دونوں بھائی آخری عمر میں بابا وزیر محمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور مرید بن گئے۔بابا صاحب نے توبہ کرائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ جن لوگوں کی چوری کی ہے، ان سے معافی مانگو یا مال واپس کرو۔ یہ حقوق العباد ہیں، ان کی سخت پرسش ہوگی۔انھوں نے معذوری ظاہر کی کہ ان کے پاس نہ مال ہے کہ لوٹائیں اور نہ اس کا اظہار کر کے گرفتاری کا خطرہ مول لے سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ ایک دن مَیں گھوڑی کی تلاش میں اُن کے ہاں جانکلا۔اس وقت ایک بھائی زندہ تھا، دوسرا انتقال کر چکا تھا۔وہ نماز سے فارغ ہو کر، بیٹھا ذکر میں مصروف تھا۔

بابا وزیر محمد خان کی بے باکی کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ گل پیڑہ کے نمبردار چوہدری گل محمد کے والد بھی روپڑ شریف سے بیعت تھے۔ایک بار

Marfat.com

صاحبزادگانِ روپڑ شریف دورے پر وہاں تشریف لائے۔ نمبردار صاحب نے ان کی دعوت کی۔ بابا وزیر محمد خان رحمۃ اللہ علیہ بھی دعوت میں موجود تھے۔ صاحبزادگان نے کھانے کے دوران بابا صاحب سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے ہم بھی وہی اوراد و وظائف، معمولات اور دیگر اشغال بڑی محنت سے کرتے ہیں مگر بزرگوں والا رنگ نہیں جمتا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہا: ''وہ نمبرداروں کا کھانا نہیں کھایا کرتے تھے!''

حضرت شیخ مدظلّہ نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے القابات اور خطابات پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں حقیقت پسندی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مبالغے کو ناپسند کرتے۔ تصنّع اور بناوٹ سے گریزاں رہتے۔ اپنی تعریف و توصیف بھی ناگوار گذرتی۔

۹۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ بھائی محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ ایک بار مَیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو داب رہا تھا۔ آپ آنکھیں بند کیے لیٹے تھے۔ لگتا تھا کہ سوئے ہوئے ہیں۔ مَیں راجپوت برادری کے ایک شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ نجانے وہ سُنّی ہیں یا شیعہ؟ کبھی ہماری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، کبھی شیعہ حضرات کی مجلسوں میں شرکت کرتے ہیں! قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ میرے اس قلبی خطرے سے آگاہ ہو گئے اور فوراً آنکھیں کھول کر فرمایا: ''پکّا شیعہ ہے۔ شک والی بات نہیں''۔

آپ نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دو اور واقعات بھی بیان فرمائے:

Marfat.com

پہلا واقعہ تھن پال کے چوہدری نادر سے متعلق ہے۔ وہ ایک بیوہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ معاملہ کافی آگے بڑھ چکا تھا اور وہ اکثر اس کے ہاں آتے جاتے تھے۔ ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ عصر کے بعد اُس عورت کے ہاں جانے کا ارادہ تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اجازت طلب کرتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ عصر کے بعد فوراً چہرے پر کپڑا اوڑھ کر مراقب ہو گئے۔ ادھر چوہدری صاحب کی بے چینی حد سے بڑھتی جاتی تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اچانک کپڑا ہٹا کر چوہدری صاحب سے کہا: ''تُو اپنی عادتوں سے باز نہیں آتا۔ ہمیں کالا نہ دیکھو۔ (آپ رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ سانولا تھا) تیرے بال بال میں پھر گیا ہوں!'' اس کے بعد اسمِ ذات کی ایسی ضرب لگائی کہ چوہدری صاحب بے ہوش ہو گئے اور شام تک اسی حالت میں رہے۔ چوہدری صاحب کی روایت ہے کہ جب میرے حواس بحال ہوئے تو اس عورت کا خیال دل سے نکل چکا تھا۔ بعد میں وہ بہت پیغام بھیجتی رہی مگر مَیں ادھر متوجہ نہ ہوا۔ اگر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا تصرّف چارہ سازی نہ کرتا تو ہوسکتا تھا مَیں کسی بڑی معصیت میں گرفتار ہو کر عاقبت برباد کر بیٹھتا۔

دوسرا واقعہ مہتہ، دینہ کے خوشی محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ اس علاقے میں پہلے سَنگی تھے بلکہ قبلۂ عالَم کے خلیفۂ مجاز بھائی محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا ذریعہ بھی وہی تھے۔ خوشی محمد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے چھچیاں شریف حاضر ہوئے مگر آپ ان دنوں پہاڑ گئے ہوئے تھے۔ وہ بھی پہاڑ روانہ ہو گئے۔ ایک گاؤں ''شی کس'' کے قریب رات ہو گئی۔ ایک مکان میں قیام کیا۔ مکان میں ایک بدکار عورت نے انھیں بُرائی پر مجبور کیا۔ خوشی محمد کی روایت ہے کہ مَیں اُس عورت کی تحریک

Marfat.com

پر بُرائی کے لیے آمادہ ہو گیا مگر عین اُس وقت میرے دل میں خوف پیدا ہوا اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّر آ گیا۔ اسی گھبراہٹ میں مکان سے نکل آیا اور پھر واپس نہ گیا کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھوں۔ اس طرح مرشدِ کامل کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔

۱۰۔ ۱۹۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے اپنے جدِّ امجد حضرت خواجہ محمد رکنِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے اُن کا ایک معمول بیان کیا کہ اگر کسی کو سانپ ڈس جاتا اور وہ کہیں بھی ہوتا تو آپ اطلاع لانے والے ہی کو دَم کیا ہوا پانی دیتے اور اللہ کے فضل سے مریض کو شفا ہو جاتی۔ آپ عام رسم کے مطابق تعویذ بھی نہیں دیا کرتے تھے بلکہ فرما دیتے کہ یہ لکڑی یا پتھر اِدھر سے اُدھر یا اُدھر سے اِدھر کر دو!

حضرت نے بیان فرمایا کہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ عمر کے ایک حصّے میں پہنچ کر جذب و مستی کی کیفیت میں چلے گئے اور آپ کی اکثر کیفیات، واردات اور امور سمجھ سے بعید تھے۔ آپ کو اُس دور میں کالے بیل اور رَتّی بھینس سے بڑا لگاؤ تھا۔ کسی کے بھی بیل یا بھینس کو گھر لا کر خوب کھلا پلا کر واپس چھوڑ آتے۔ اِسی طرح آخری عمر میں آپ باہر چلے جاتے اور پوچھنے پر فرماتے: ''سرکاری کام جانا ہے!''

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بہن نہ بھائی۔ ماں کے سایۂ شفقت سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے تھے۔ گھر میں بالکل اکیلے ہوتے تھے۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر عقدِ ثانی نہیں کیا۔ ان حالات میں ایک معصوم بچے کو تنہا

Marfat.com

چھوڑ جانا جذب و کیف ہی کا نتیجہ ہو سکتا تھا۔

جدِّ امجد رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کرامات حیران کُن تھیں۔ ایک دن بہ قولِ خود سرکاری کام پر جا رہے تھے۔ مکئی کی فصل ابھی کچی تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مَیں سرکاری کام پر جا رہا ہوں۔ بعد میں آپ کے لیے فصل سنبھالنا مشکل ہوگا، اس لیے مَیں خود ہی اسے سنبھال جاتا ہوں۔ آپ نے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور کچی مکئی کاٹ کے اُس میں ڈھیر کر دی۔ اس پر پانی ڈالا اور کانٹوں کی باڑ لگا کر چلے گئے۔ کافی عرصے کے بعد واپسی ہوئی۔ لوگ اپنی فصلیں سنبھال چکے تھے۔ آپ نے قبلۂ عالَم سے فرمایا کہ گاؤں میں اعلان کر دیں کہ کل ہماری مکئی چھیلی جائے گی لہٰذا عورتیں آ جائیں۔ جن لوگوں کو صورتِ حال معلوم تھی، وہ زیرِ لب ہنس دیے۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کیسی مکئی؟ وہ مکئی اب کہاں! آپ صبح قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر کھیت میں گئے۔ مکئی نہ صرف محفوظ اور تیّار تھی بلکہ پہلے کی نسبت اناج بھی زیادہ تھا۔

''سرکاری کام'' کے حوالے سے بعض لوگ آپ کو اہلِ خدمت میں سے گردانتے تھے۔ ایک بار آپ کہیں چلے گئے۔ بعد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو بخار ہو گیا۔ بچّے تھے اور تنہا بھی۔ اس دوران تایا جان اور دیگر رشتہ دار دیکھ بھال کرتے رہے۔ خواجہ محمد رکنِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ حسبِ معمول کافی دنوں کے بعد واپس آئے تو آپ کے بڑے بھائی خواجہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سخت سست کہنے لگے۔ مگر آپ تھے کہ ایک چُپ سادھ رکھی تھی! قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ابھی بخار میں مبتلا تھے۔ ہاتھ لگا کے دیکھا اور فرمایا: ''اِتنی تکلیف نہیں، جتنی بتاتے ہیں!'' قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فرماتے تھے کہ آپ کا یہ جملہ سُن کر مجھے رونا آ گیا کیوں کہ اس حالت میں مَیں آپ کی توجہ، شفقت اور دل جوئی کا طالب تھا۔ آپ مجھے ساتھ لے کر مسجد میں گئے۔ مسجد میں ایک درخت تھا۔ شاید بیری کا تھا۔ مجھے فرمایا کہ اس کے پتّے کھالو اور گھر چلے جاؤ! یہ کہہ کے خود مراقب ہو گئے۔ مَیں گھر چلا آیا۔ مجھے کُھل کر پسینہ آیا اور بخار ٹوٹ گیا۔

بارانی علاقے میں گندم کے موسم میں کھلیان تیار کرنے کے لیے بڑی جدّ وجہد کرنا پڑتی تھی۔ پانی کے بغیر کھلیان تیار نہیں ہوتا۔ جدِّ امجد رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کھلیان تیار کرنے کا ارادہ ہوتا، کوزہ اور مصلّےٰ لے کر مکان کی چھت پر چلے جاتے۔ تھوڑی ہی دیر میں صاف آسمان ابر آلود ہو جاتا اور بارش ہونے لگتی اور یوں کھلیان کی تیاری کا بندوبست ہو جاتا۔ گاؤں والے بھی آپ کے کھلیان کا انتظار کیا کرتے تاکہ خود زحمت سے بچ جائیں۔

آپ کا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جبر کی جس مسجد میں آپ قیام رکھتے تھے، اُس کے پڑوس میں مائی عُمری رہتی تھی۔ بڑی نیک عورت تھی۔ پانی اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتی تھی۔ ایک بار مائی عُمری کی گندم گاہی جا رہی تھی کہ اچانک ہر طرف سے آندھی اور کالے بادل امڈ آئے۔ سخت پریشانی ہوئی۔ بہ ظاہر بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ اتفاقاً خواجہ محمد رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ پاس سے گذر رہے تھے۔ مائی عُمری نے آپ سے دعا کے لیے عرض کی۔ آپ آگے بڑھ گئے تھے۔ اُس کی بات سُن کر لوٹ آئے۔ جوتے اتارے اور آندھی کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ایک روایت ہے کہ خاموش کھڑے رہے۔ دوسری روایت کے مطابق انگلی سے خلا میں کچھ لکھتے رہے۔ خطرہ ٹل گیا۔ آپ جوتے پہن کے چل دیے۔

Marfat.com

۱۱۔ ۲۴۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز پیر

آج کی نشست میں حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک واقعے کا ذکر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وصال کے بعد جب آپ کو غسل دیا جارہا تھا تو آپ کے ہاتھ بار بار ناف کی طرف لوٹ جاتے تھے، جہاں دورانِ نماز باندھے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے دو سنگیوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے بارے میں بھی یہی روایت کی جاتی ہے کہ ان کے ہاتھوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ان میں سے ایک تھن پال، ڈڈیال کے بابا نادر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کھڈ، کوٹلی کے بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

۱۲۔ ۲۹۔اپریل ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز صوفی فوجدار خان کی کچھ روایتیں بیان کیں۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ محکمہ کسٹم پونچھ میں محال دار تھے۔ خواجہ عبداللہ جو وہیں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ خواجہ صاحب نیک سیرت انسان تھے اور اہل اللہ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک بار صوفی صاحب نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا تو خواجہ صاحب نے آپ کے لیے کچھ کاغذ، ٹوپیاں اور روپے وغیرہ پیش کیے۔ صوفی صاحب کی روایت ہے کہ سفر پیدل تھا۔ کتابی وظائف بھی ساتھ تھے۔ جب مَیں پلاک کے مقام پر پہنچا تو خیال آیا کہ تصوّف میں فناء و بقا کے مراحل کا بہ کثرت ذکر آتا ہے۔ اب شاید ہی کوئی ان مقامات کا حامل ہو! مَیں اِسی اُدھیڑ بُن میں چیچیاں شریف پہنچ گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ کچی مسجد تھی۔ اس کا ایک ہی

Marfat.com

دروازہ تھا۔ دروازہ کھولا تو اندر ایک چارپائی بچھی تھی۔ اس پر ایک چادر پڑی تھی مگر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ مسجد میں بھی کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ مسجد مختصر سی تھی اِس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی موجود ہو اور نظروں سے اوجھل ہو۔ مَیں سامان رکھنے کے بعد وضو کے لیے چلا گیا۔ جب دوبارہ مسجد میں داخل ہوا تو اچانک اللہ اللہ کی بلند صدا کے ساتھ انگڑائی کی آواز آئی۔ دیکھا تو اُسی خالی چارپائی پر اب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دراز تھے! بعد میں آپ نے مجھ سے معانقہ کیا اور فرش پر بیٹھ کر حالات دریافت کیے اور فرمایا: ''وقت بے وقت چلتے رہتے ہو!'' مَیں نے خواجہ صاحب کے تحائف پیش کیے۔ آپ نے انھیں ہاتھ تک نہ لگایا۔ آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا: ''آپ آرام کرلیں''۔ بعد میں سنگی وہ تحائف لے گئے۔ اذان ہوئی۔ نماز پڑھی۔ اس کے بعد مَیں نے میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ یہ عجیب معاملہ پیش آیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: ''یہ بھی فناء وبقا کی ایک قسم ہے''۔

اِسی تسلسل میں صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک اور مشاہدہ بیان کرتے تھے۔ ان کی روایت ہے کہ عرس کا دن تھا۔ استادالاساتذہ محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ تقریر کررہے تھے۔ وہ خود بھی اپنے وقت کے صاحبِ حال ولی اللہ تھے۔ تقریر میں فناء وبقا پہ بات ہورہی تھی۔ عقبی صفوں میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ مختار نامی ایک سنگی آپ کی گردن اور پٹھوں کو دبا رہا تھا۔ آپ نے اُنگلی کے اشارے سے اُسے منع فرمایا۔ اُسی لمحے دیکھا کہ آپ وہاں موجود نہیں ہیں۔ دعا کے وقت موجود دِکھائی دیے۔ یہ کیفیات میرے لیے بڑی حیرانی کا باعث تھیں۔ مَیں نے ایک سنگی سے یہ ذکر کیا اور فناء و بقاء کے سلسلے میں جو تردّد تھا، وہ بھی بیان

Marfat.com

کیا۔ سنگی نے کہا: ''یہ تمھارے تردّد کا جواب ہے کہ اب بھی صاحبِ فناء وبقاء موجود ہیں''۔

۱۳۔ یکم مئی ۱۹۸۹ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ ایک بار مَیں حضرت پیر سیّد محمد نیک عالَم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر جا رہا تھا۔ پوٹھہ بنگش والے بابا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پوٹھیہ بھی ہمراہ تھے۔ وہ دربارِ عالیہ کے پرانے خادم تھے۔ واپسی پر نالہ کھڈ پر مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اوراد و وظائف تعلیم کیے تھے؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات کے علاوہ سورۂ یٰسین اور سورۂ مُلک میرے وظائف میں ہیں۔ مگر اُن کے لہجے میں کچھ گِلے کی آمیزش سی محسوس ہوتی تھی۔ اس پر مَیں نے کہا: ''بابا! یہ وظیفہ بھی لے لو، آج ہی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پیر سیّد محمد نیک عالَم شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کی مہربانی ہوئی ہے''۔ بابا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آگے بڑھ کر مجھے روک لیا اور کہا: ''بالکل نہیں۔ مہربانی اپنے پیر کی ہے۔ وہ راضی تو سب راضی۔ ادھر فرق لگ جائے تو کوئی سنبھالا نہیں دیتا!''

سائیں محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ، خادمِ خاص فرمایا کرتے تھے: ''اَن پڑھ اور اُمّی حضرات کی پختگیِ عقیدہ کا یہ عالَم تھا جو پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہے''۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد و محسن حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، ڈھنگروٹ شریف گورسیاں تشریف

Marfat.com

لائے۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے بابا فقیر محمد پوٹھیہ سے کہا کہ ان کا کھانا تیار کرنا ہے۔ قبلۂ عالَم اپنے مرشد کے مزاج شناس تھے۔آپ جانتے تھے کہ کون سی چیز انھیں مرغوب یا موافق ہے کیوں کہ آپ نے کئی برس ان کے زیرِ تربیت گذارے تھے اور کئی بار میزبانی کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اگر جلدی ہوتی تو ہم مرغی کی چمڑی اتار دیتے تا کہ کھانا جلدی تیار ہو سکے۔آپ نے بابا فقیر محمد پوٹھیہ سے کہا کہ خواجہ صاحب کے لیے چپاتی اور انڈے تیار کیے جائیں اور جب وہ گورسیاں سے پچھیاں شریف کے لیے روانہ ہوں تو کھانا تیار کرنا شروع کر دیا جائے کیوں کہ ان کا یہاں قیام نہیں ہے۔

۱۴۔ ۲۰۔مئی ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ بمبئے والے مولوی محمد دین بھروچی حج کے لیے حجازِ مقدّس گئے۔مدینہ منورہ میں اتفاق سے ان کی ملاقات سیّد قائم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پونچھی سے ہوگئی۔سیّد قائم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی شریعت کے مطابق تھی۔مولوی محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی افتادِ طبع اور طرزِ زندگی بڑی پسند آئی۔انھوں نے شاہ صاحب سے ان کی نسبتِ طریقت کا پوچھا۔شاہ صاحب نے بتایا کہ حضرت پیر محمد نیک عالَم شاہ رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشد ہیں، میر پور ریاست جموں کشمیر میں گوڑہ سیّداں میں رہتے ہیں۔پیر محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی حیات تھے۔مولوی محمد دین صاحب سیدھے میر پور آئے مگر حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ان کی ملاقات گل پیڑہ (عبدالہ پور، میر پور) والے مولوی محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو پیر محمد نیک عالَم شاہ رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ کے مخلصین میں سے تھے اور اپنے شیخ کے انتہائی معتمد اور جاں نثار ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ وہ تبحرِ عملی کے ساتھ ساتھ سلوک میں بھی خاص مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے ہی اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چالیس دن تک ان کے آستانے پر سوگواروں کی خدمت میں حاضر رہے۔ مولوی محمد دین صاحب ان کے حالات اور کوائف سے بڑے متاثر ہوئے اور جان گئے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است (یہ سارے کا سارا خاندان ہی بے مثال ہے) انھوں نے داخلِ سلسلہ ہونے کی درخواست کی۔ اگرچہ مولوی محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ روایتی پیری مریدی نہیں کرتے تھے مگر انھوں نے مولوی محمد دین کے اشتیاق کے پیشِ نظر انھیں بیعت کرلیا۔ سلسلے کی محبت اور اس سے وابستہ بزرگوں کے حالات جاننے کا شوق مولوی محمد دین رحمۃ اللہ علیہ کو بفہ شریف لے گیا جہاں کے حضرت حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ، پیر سیّد محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔

مولوی محمد دین بڑے جسیم تھے۔ نماز بہت سکون سے پڑھتے۔ چھوٹی دلائل الخیرات جو سنگیوں میں رائج ہے، شروع میں آپ ہی نے چھپوائی۔ وہ خود بھی دلائل الخیرات اور دیگر اذکار میں بڑے مستعد تھے۔

اسی دلائل الخیرات کے حوالے سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر چل نکلا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دلائل الخیرات بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتے۔ سنگیوں کو جمعۃ المبارک کو شروع کرنے کی تلقین کرتے اور فرمایا کرتے کہ لطائف پر دھیان دے کر، حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تصوّر کر کے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھنے سے حضوری حاصل ہوتی ہے۔ اب ہم بوڑھے ہیں اور ہماری

Marfat.com

فقیری بھی بوڑھی ہے مگر جب یہ دونوں شباب پر تھے تو ذوق وشوق سے پڑھنے پر حضوری ہوجایا کرتی تھی۔

۱۵۔ ۲۳۔مئی ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ نے فرمایا کہ پوٹھہ بنگش کے قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں کسی اور آستانے سے وابستہ تھے مگر بعد میں کسی وجہ سے آپ کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ علاقہ اندرہل میں اپنے گھر رہنے لگے۔پوٹھہ میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے سنگی تھے اور آپ اکثر اس علاقے میں جاتے۔قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا مگر آپ کوئی تبصرہ نہ فرماتے اور اس موضوع پر خاموش رہتے۔

قاضی صاحب کی طبیعت میں استغناء تھا۔شاید یہ علم کا نتیجہ تھا۔آپ بڑے صاحبِ علم بزرگ تھے بلکہ غیر عالم کی ولایت کے بھی قائل نہ تھے۔اپنے شیخ سے تعلّقات منقطع ہونے کے بعد انھوں نے کسی اور شیخ کی طرف رخ نہیں کیا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اگر اس دوران کبھی ان کی ملاقات ہوئی تو محض اتفاق سے۔

قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سے منقطع ہونے کے بعد کچھ عرصہ بے ذوق ضرور رہے مگر پتہ چلتا ہے کہ کم کوش نہ تھے۔راہی اگر کم کوش نہ ہو تو لطفِ کریمانہ اسے سہارا دینے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔وہی قاضی صاحب جنھوں نے اس سے پہلے کبھی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا ضروری نہ سمجھا تھا، ایک دن اچانک چھچیاں شریف پہنچ گئے۔مجلس میں موجود بعض سنگیوں نے تعجب کا اظہار کیا اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی آمد کی اطلاع دی مگر آپ خاموش رہے۔قاضی صاحب مسجد میں

Marfat.com

داخل ہونے کی بجائے باہر محرابِ مسجد کی طرف چلے گئے۔ اس دوران انھوں نے جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور مسجد کے اردگرد پھر کر اس کی روشنی میں ماحول کا جائزہ لینے لگے۔ کچھ دیر بعد اچانک مسجد میں داخل ہو گئے اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے: ''رات کو خواب میں ایک اشارہ ہوا۔ اس جگہ کا نقشہ دکھایا گیا اور ساتھ ہی دل میں یہاں آنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ بیداری پر مَیں نے اس جگہ کا نقشہ کاغذ پر مرتّب کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ مَیں مسجد میں داخل ہونے اور آپ سے رابطہ کرنے سے پہلے، باہر گردوپیش کا جائزہ لیتا رہا۔ نقشے اور ماحول میں تطبیق پائی اور یقین ہو گیا کہ یہی منزلِ مراد ہے۔''

اس گفتگو کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ آپ سلسلۂ چشت سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ نے وظائف بہت پڑھے ہیں۔ بہتر رہے گا کہ آپ اپنی مسجد میں اندر سے کُنڈی لگوا لیں۔ نمازِ فجر کے بعد جب نمازی چلے جائیں تو آپ اندر سے کُنڈی لگا کر خاموش بیٹھ جایا کریں۔ اس دوران میں کچھ نہ پڑھیں۔ صرف یہ خیال دل میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کی آس لگائے بیٹھا ہوں۔ یہ عمل اشراق تک جاری رکھیں۔ پھر عصر سے مغرب تک بھی ایسا ہی کریں۔

قاضی صاحب نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات پر عمل کیا۔ مسجد میں اندر سے کُنڈی لگوا لی۔ کُنڈی اب تک کواڑ کے ساتھ محفوظ ہے اگرچہ مسجد ازسرِ نو تعمیر ہو چکی ہے۔ اس عمل سے سرعت کے ساتھ حالات بدلنے لگے۔ آج اور کل اور یہاں تک کہ لُوں لُوں میں (بال بال میں، رگ رگ میں) ذکر جاری ہو گیا۔ آپ حسرت سے فرمایا کرتے کہ کامل درویش ملے مگر آخر عمر میں ملے۔ بعض روایات کے مطابق

Marfat.com

قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک سال بعد وصال فرمایا اور بعض کے نزدیک چھ ماہ بعد۔ بہ ہر حال بامراد ہو کر دنیا سے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ قاضی صاحب نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کچھ قصائد بھی لکھے مگر آپ نے وہ تلف کرا دیے کیوں کہ ہر وہ عمل آپ کو پسند نہیں تھا جس سے نفس کو آسودگی ملتی ہو۔

۱۶۔ ۲۴۔ مئی ۱۹۸۹ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ پوٹھہ شہر ڈڈیال کے مولوی عبداللطیف صاحب مسلک کے اعتبار سے اہلِ حدیث تھے۔ اس موہڑہ میں غالب آبادی اہلِ حدیث ہی کی تھی۔ مولانا ان کے امام تھے۔

مولوی عبداللطیف صاحب کے بارے میں بعض سنگیوں نے بیان کیا کہ وہ تصوّرِ شیخ کے قائل نہ تھے۔ اتفاق سے ایک دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ موہڑہ گوجرہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ موہڑہ پوٹھہ شیر کے بالمقابل واقع ہے۔ مولوی صاحب اسلامی اخوّت اور رواداری کے جذبے کے تحت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے۔ ان کی آمد پر ایک سنگی کے ذریعے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب کھول کر ان کے پاس بھیجی۔ اس باب میں تصوّرِ شیخ پر بحث تھی۔ مطالعے کے بعد مولوی صاحب نے کہا: ''ہم کب انکار کرتے ہیں؟ ہم مانتے ہیں!''

سنگیوں کی روایت ہے کہ مولوی صاحب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے شرعی طور طریقے سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے آپ سے اسمِ ذات کا ذکر اخذ کیا اور عمر بھر اس پر مداومت کی۔ بعض ساتھیوں کا خیال ہے کہ مولوی صاحب داخلِ سلسلہ تھے۔

Marfat.com

اس کے بعد ان کا معمول رہا کہ جب بھی میرپور جاتے، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پچیاں شریف ضرور حاضری دیتے۔ اُن کے مسلک کے غالی حضرات ان کی اِس روش پہ چیں بہ جبیں رہتے اور کہتے کہ مولوی صاحب آخری عمر میں خراب ہو گئے ہیں۔

۱۷۔ ۵۔جون ۱۹۸۹ء، بروز پیر

آج کی نشست میں حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستخطوں کی فوٹو سٹیٹ دِکھائی۔ ایک دستخط کے الفاظ ''قاضی سلطان عالم'' ہیں اور نستعلیق میں ہیں۔ دوسرے دستخطوں میں ''محمد سلطان عالم'' ہے۔

اسی دوران آپ نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فارسی اشعار بڑے دل نشیں انداز میں پڑھا کرتے اور اشعار کی تشریح بھی اپنے مخصوص اسلوب میں فرماتے تھے۔ میاں محمد ابراہیم نے آپ سے فارسی کی کوئی کتاب پڑھی تھی۔ کچھ اور لوگوں نے بھی آپ سے استفادہ کیا تھا مگر ان کے نام یاد نہیں۔ اُس دور کے بہت سے اہم اور قابلِ ذکر واقعات میری کم عمری اور عدمِ توجّہ سے ضائع ہو گئے۔ اب اگرچہ افسوس ہے مگر تدارک ممکن نہیں۔

آپ نے مزید بتایا کہ ایک دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ''پندنامہ'' کا ایک شعر مجھے پڑھایا:

سوئے او خصمے کہ تیر انداختہ

پشّہ اے کارش کفایت ساختہ

(جس دشمن نے اُس کی طرف تیر پھینکا تھا، ایک مچھر نے اس کا کام تمام کر دیا)

Marfat.com

آپ نے اس کی عمدہ تشریح بھی کی۔ میری ہمشیرہ اُس وقت بہت چھوٹی تھی اور پاس ہی کھڑی تھی۔ اُس نے شعر یاد کرلیا اور دوسرے دن اُسی لب و لہجے اور انداز میں دہرایا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔

میاں محمد ابراہیم جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، پرائی انبان تحصیل کوٹلی ضلع میرپور کے رہنے والے تھے۔ وہ دربارِ عالیہ کے لیے کنوئیں سے پانی لایا کرتے تھے۔ اُن دنوں پانی کنوئیں سے لایا جاتا تھا۔ مستورات بھی جایا کرتی تھیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد ابراہیم کو ہدایت کررکھی تھی کہ مستورات کی موجودگی میں کنوئیں پر نہ جائیں۔ فاصلے پر کھڑے ہوکر انتظار کریں۔ جب خواتین پانی لے کر چلی جائیں تو آپ پانی بھرلیں۔ انھوں نے ہمیشہ اِس ہدایت پر عمل کیا۔ وہ مؤذن بھی تھے۔ لمبی لمبی زلفیں تھیں۔ اکثر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔

جب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ پوٹھہ شیر گئے تو میاں محمد ابراہیم بھی ساتھ تھے۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا نام شاید ''جنگ'' تھا۔ اس نے اپنی پریشانی بتائی کہ اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا: ''خراسانی اجوائن ایک پاؤ اور کالی مرچ ایک چھٹانک لاؤ''۔ اور میاں ابراہیم سے کہا کہ پیر کے روز، زوال کے وقت اکتالیس بار سورۂ وَالشّمس پڑھ کر دَم کریں اور یہ نیت رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے صحیح سالم اولادِ نرینہ عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُسے جُڑواں بچے دیے۔ ان کے نام محمد یوسف اور محمد موسیٰ تھے۔ مَیں نے خود بھی انھیں دیکھا ہے۔ بعد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمد ابراہیم کا دَم اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جُڑواں بچے عطا کرتا ہے۔ ان میں سے ایک ابھی تک زندہ ہے، دوسرا فوت ہوگیا ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ مدظلہ نے گڈاری والے راجہ رحمت خان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ باولی شریف کے چڑھدے والے پیر حضرت خواجہ غلام محی الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور قبلۂ عالَم کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ سبق اسباق با قاعدگی سے پڑھتے مگر طور اطوار میں راجپوتی آثار موجود تھے جن کا اظہار کبھی کبھار کھانے کی پسند اور ناپسند سے ہو جاتا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اُن کی اِس روش کو پسند نہ فرماتے کیوں کہ خود پسندی مسلکِ درویشی کے خلاف ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ ''ھنوز دلّی دُور است''۔ یعنی جس عجز و نیاز اور انکسار کا تقاضا درویشی کرتی ہے، فی الحال آپ کی طبیعت اس سے مانوس نہیں۔

پھر آپ نے ڈومیلی کے رہنے والے ایک بزرگ اکبر علی خان صاحب کا تذکرہ کیا۔ ان کا بدن چھریرہ اور ڈاڑھی تِل چاولی تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مَیں نے بھی انھیں دیکھا۔

بار والے مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ڈومیلی والے بزرگ جب واپس جانے لگے تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ حسبِ معمول الوداع کہنے مقررّہ حد تک گئے۔ اکبر علی خان نے رخصت ہوتے وقت عرض کی کہ بڑے بڑے بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دی، بڑی درگاہوں کی خاک چھانی مگر مقدّر نے یاوری نہ کی اور گوہرِ مراد ہاتھ نہ لگا۔ دل کی بے کلی ویسی کی ویسی ہے! اِس پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: ''یہ ایک بن ہے، زمین میں پانی کو روک کر ایک طرف سے نکالتے ہیں اگر اس کا پانی اس رخ پھر کر نکل جائے تو شاید آپ کا کام ہو جائے۔'' یہ سنتے ہی اکبر علی خان نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ کدال اور پھاوَڑہ لے کر قسمت

Marfat.com

آزمائی کرنے لگے۔ اِس کام میں ان کے دس پندرہ دن لگ گئے۔ اس دوران میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں ختمِ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ بھی تعلیم کیا اور روزانہ پانچوں نمازوں کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت کی۔ جب کُھدائی کا مرحلہ طے ہوگیا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ختم شریف پڑھا کرتے ہو؟ انھوں نے جواباً عرض کی کہ زبان سست ہے۔ فجر اور عشاء میں کافی وقت مل جاتا ہے، باقاعدگی سے پڑھتا ہوں مگر دن کو کام کی وجہ سے وقت نہیں ملتا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا: ''آج ختم شریف پورا کرنا''۔ آپ نے اُن پر ایسی توجہ فرمائی کہ نہال کر دیا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سَنگی کو ''فیضوں نال تُنّی چھوڑیا'' یعنی فیض سے خوب بَھر دیا، سیراب کر دیا۔

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے فرمایا کہ اکرو خان اور فرمانا خان منکوٹ کے رہنے والے تھے۔ حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے۔ ڈلّی خاندان سے تعلّق رکھتے تھے۔ گوجر خان منڈی سے خچروں پر مال لایا کرتے تھے۔ اُن دنوں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کا حال کچھ اِس طرح تھا کہ جدھر بھی دیکھتے، فیض یاب کر دیتے۔ چنانچہ یہ دونوں بھی اس نگاہِ کرم سے مالا مال ہوئے۔

قبلۂ عالَم کے ایک اور سَنگی نیک محمد، مظفر آباد کے رہنے والے تھے۔ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حاضر ہوئے تھے۔ بڑے طاقت ور تنومند جوان تھے۔ شانے کشادہ اور قد لمبا تھا۔ دربارِ عالیہ سے یوں وابستہ ہوئے کہ عمر بھر ادھر ہی رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ دُلیاہ جٹاں تحصیل کوٹلی میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی اراضی تھی۔ نیک محمد اس کی نگرانی پر مامور تھے۔ دُلیاہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ

Marfat.com

اراضی پر اکیس چھوٹی بڑی گائیں موجود تھیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کے لیے تین بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے: لکڑی، گھاس اور پانی۔ یہ تینوں نعمتیں دلیاہ جٹاں میں موجود تھیں۔

۱۸۔ ۶۔ جون ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ایک واقعہ بیان کیا۔ گاؤں کی ایک سادہ سی لڑکی کہیں چلی گئی۔ اُن دنوں عوام میں ایک دوسرے کی مدد کا بڑا جذبہ تھا۔ عزّت سانجھی تھی۔ ایک کا سُود وزیاں سب کا سود وزیاں سمجھا جاتا تھا۔ سارا گاؤں لڑکی کی تلاش میں لگ گیا۔ بھاگ دوڑ کے لیے نوجوانوں کی مختلف ٹیمیں تیار کی گئیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی پوٹھوار کی طرف لگائی گئی۔ جب آپ پوٹھہ بنگش اور خادم آباد کے درمیان واقع ڈھوک موہری پہنچے تو سورج کچھ وقت کا مہمان تھا۔ وہاں نالے کے کنارے ایک مکان تھا اور اس میں ایک بُڑھیا موجود تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر اُس سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا مگر بُڑھیا اِتنی بہری تھی کہ اُس کے پلّے کچھ نہ پڑا۔ اس نے وقت کی مناسبت سے اندازہ لگایا کہ شاید رات ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ بُڑھیا نے اپنی زبان میں جو کچھ کہا، اس کا مفہوم یہ تھا: ''اگر رہو گے تو جگہ کافی۔ جگہ یا مکان کسی نے ساتھ تو نہیں لے جانا۔ جانے اللہ تعالیٰ نے کیا لکھا ہے اور کیا ہوگا۔ تمھیں چارپائی، بستر اور روٹی بھی مل جائے گی۔ کوزہ مصلّٰی بھی موجود ہے''۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے اُس مائی کو اصل مقصد سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر بے سُود۔ اُس کی سماعت نہ ہونے کے برابر تھی۔ جب ہم میاں کی بُن پر پہنچے تو ایک جنازہ آگیا۔ جنازے کے

Marfat.com

ساتھ کافی لوگ تھے۔ ہم نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ اِس حُلیے کی سادہ سی لڑکی کسی نے دیکھی ہو؟ انھوں نے کہا: ''بہانے کیا بناتے ہو؟ اسقاط کے دانے چاہییں تو ادھر سوالیوں کی قطار میں بیٹھ جاؤ، دانے مل جائیں گے''۔

ان معمولی واقعات سے اُس وقت کی معاشرتی زندگی کی کافی عکّاسی ہوتی ہے۔

کھڈ والے بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اُن کے گھر کھڈ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ سَنگیوں کا قافلہ معقول تھا۔ بابا لال دین کی اہلیہ مائی پتو نے گھر کا ماحول صاف ستھرا کر رکھا تھا۔ اپنے اندازے پر کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ سَنگیوں کی تعداد دیکھ کر مائی پتو کو تشویش ہوئی کہ کہیں کھانا کم نہ ہو جائے۔ وہ مزید کھانا بنانے کا سوچ رہی تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اپنی باطنی فراست سے اس کی تشویش بھانپ گئے۔ آپ نے خلیفۂ مجاز حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی چادر مبارک عطا کی اور فرمایا: ''روٹیوں والی ٹوکری اِس سے ڈھانپ لو اور سَنگیوں میں روٹیاں تقسیم کرتے جاؤ۔ سَنگی اللہ اللہ کرنے حاضر ہوئے ہیں، کھانا ثانوی حیثیت رکھتا ہے''۔ بابا لال دین نے بکرا ذبح کرنا چاہا تو آپ نے روک دیا کہ وقت تنگ ہے، ماحَضَر پر اکتفاء ہوگا۔ شکّر کا بندوبست پہلے ہی تھا۔ سَنگیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ اہلِ خانہ نے بھی کھایا۔ سَنگی بتاتے تھے کہ ٹوکری میں پھر بھی کچھ روٹیاں بچ گئی تھیں۔

بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی معاشی حالت بہتر نہ تھی۔ مکان سے ملحق صرف ایک بگلہ (مقامی زبان میں زمین کے ایک ٹکڑے کا نام) زمین تھی۔ کوئی

Marfat.com

کاروبار یا روزگار نہ تھا لیکن ان کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ ہر آنے جانے والے سنگی کو راستے میں روک لیتے اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سُن کر ایمان تازہ کرتے۔

ایک بکروال (بکریاں پالنے والا) دربارِ عالیہ سے موٹے دانوں کی تسبیح اُڑا کر لے گیا۔ یہ تسبیح خواجہ محمد رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ راستے میں اچانک اسے کچھ تکلیف ہوگئی جسے اُس نے اپنے فعل کا نتیجہ خیال کیا۔ وہ ڈر گیا اور تسبیح بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ کو جا کر دے دی کہ وہ اسے واپس پہنچا دیں۔ بابا لال دین نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وہ تسبیح پیش کی تو آپ نے تحفے کے طور پر اُنھی کو عنایت کر دی۔

بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تسبیح گھر میں لٹکالی۔ کچھ عرصے کے بعد ایک جوگی کا ادھر سے گذر ہوا۔ تسبیح دیکھ کر اُس کا دل مچل اٹھا۔ اُس نے بابا لال دین سے کہا کہ آپ سے کچھ مانگوں گا، ردّ نہ کیجیے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ ایسا سوال کرنا جو میری استطاعت میں ہو! جوگی نے وہ تسبیح مانگی۔ بابا لال دین نے انکار کر دیا۔ جوگی نے قیمت دینا چاہی مگر بابا لال دین نے کہا کہ ایک روپیہ فی دانہ بھی دو تو تسبیح نہیں دوں گا۔ آخر جوگی نے اپنے کمال کا رعب جماتے ہوئے کہا: ''اگر تسبیح خود بہ خود چلی جائے تو؟'' بابا لال دین نے کہا: ''اگر تسبیح اپنی جگہ سے ہل بھی جائے تو تمھاری، ورنہ ایسی مرمّت کروں گا کہ یاد رکھو گے''۔ آخر مائی پتو نے ملنگ کو سمجھا بجھا کر چلتا کیا۔

ایک دن بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ عالیہ حاضری کا ارادہ کیا۔ روانہ ہونے لگے تو کوّا بائیں طرف بولنے لگا۔ علاقے کی توہماتی زندگی میں اسے نحس سمجھا جاتا ہے اور اکثر کمزور دل لوگ اسے بُرا شگون جان کر سفر کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ماسوی اللہ سے کب ڈرتے ہیں؟ مائی پتو

Marfat.com

نے بھی روکا۔ اس پر بابا لال دین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''یہ کوا بھی شیطان ہے اور تم بھی شیطان ہو جو مجھے پیرومرشد کی زیارت سے روکتے ہو!'' یہ کہا اور چل پڑے۔ اللہ کے فضل سے بالکل خیریت رہی۔

۱۹۔ ۱۵۔ جون ۱۹۸۹ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے صوفی فوجدار خان کے حوالے سے فرمایا کہ ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نالہ کھڈ سے گذر رہے تھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وظائف اٹھائے ساتھ تھے۔ آپ نے صوفی صاحب سے اپنی زبان میں فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا: ''سنگیا! آج تُو میرے ساتھ اس طرح ہے جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔''

بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ زندگی کا کوئی حادثہ، واقعہ یا مشکل ایسی نہیں جہاں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سَنگی کی روحانی طور پر مدد اور یاوری نہیں کی۔ جہاں ظاہری اسباب صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مایوس کر دیتے تھے، وہاں شیخ کا تصوّر موثر ذریعہ بن کر سامنے آجاتا اور مرادوں کے چراغ جَل اُٹھتے۔

۲۰۔ ۱۷۔ جون ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے مستری محمد عالم صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ چُورہ شریف کے مُرید تھے۔ انھوں نے قرآنِ مجید کا کچھ حصّہ خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ آواز بڑی دل نشیں تھی۔ ہم انھیں تایا جان کہا کرتے تھے۔ وہ دن کو مزدوری کرتے اور رات کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آجاتے۔ آپ کی طرف سے انھیں یہی ہدایت تھی۔ بعض اوقات آپ

Marfat.com

انھیں نماز پڑھانے کو بھی کہتے۔ مستری محمد عالم اپنے گاؤں گوڑہ میں امامت کرایا کرتے تھے۔ یہ گاؤں چچیاں شریف کے مشرق میں واقع ہے۔ گاؤں کی آبادی بینس برادری راجپوتوں کی ایک شاخ پر مشتمل تھی۔ بچّوں کو قرآنِ مجید بھی پڑھاتے۔ حافظ لعل دین منڈھاری نابینا نے بھی شروع میں کچھ پارے آپ سے پڑھے۔ بعد میں انھیں ڈھنگروٹ شریف منتقل کر دیا گیا۔ مستری صاحب نے سلسلہ کے اسباق قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔

ایک بار حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ میر پور تشریف لائے۔ استاذ الاساتذہ خواجہ محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دعوت کی۔ مستری صاحب بھی موجود تھے۔ استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے مولوی عبدالعزیز صاحب نے کہا کہ مستری محمد عالم صاحب گوڑھا والے سے بھی پُورہ شریف میں ملاقات ہوتی ہے؟ اس پر محدّث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اِنھیں پُورہ شریف میں کبھی دیکھا نہیں''۔ مستری صاحب نے کہا کہ مَیں کبھی نہیں گیا۔ اس پر محدّث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میاں! نکاح ہو جائے، خاوند کراچی چلا جائے اور بیوی میر پور میں ہو تو بچّہ پیدا ہو سکتا ہے؟''

مستری محمد عالم صاحب کا یہ ذکر، گفتگو میں ضمنی طور پر آیا تھا۔ اصل میں آپ، صوفی فوجدار خان پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجّہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ آپ نے بتایا کہ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کسٹم میں ملازم تھے اور کسٹم چوکی پر تعینات تھے۔ کسی شیخ کے خلیفۂ مجاز اس علاقے میں دورے پر آئے تھے۔ چند عقیدت مند بھی ان کے ہمراہ تھے۔ علاقے کے مریدوں نے نذر نیاز کے طور پر چند

Marfat.com

بھیڑ بکریاں پیش کیں۔ خلیفہ صاحب یہ ریوڑ لے کر ''غیر گزر'' سے پار ہو رہے تھے۔ کسٹم کے ملازموں نے انھیں پکڑ لیا۔ جب وہ چوکی پر پہنچے تو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمین پر خفگی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ درویش لوگ ہیں۔ یہ دنیوی ضابطوں کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔ اللہ کی زمین ان کی زمین ہے۔ آپ ایسے ہی انھیں پکڑ لائے ہیں! صوفی صاحب کی ہمدردانہ گفتگو سے ان لوگوں کو بڑا حوصلہ ہوا۔ انھوں نے اپنی کرامت سے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرعوب کرنا چاہا حالاں کہ ولایت تقاضائے اظہار نہیں کرتی۔ سردی کا موسم تھا۔ آگ جل رہی تھی۔ خلیفہ صاحب نے درانتی آگ پر رکھ کر گرم کی اور جب وہ سرخ ہوگئی تو اپنی زبان پر رکھ لی۔ تاکہ حاضرین یہ کرامت دیکھ کر خائف ہوں اور اپنی حرکت پر پشیمان ہوں۔

صوفی فوجدار خان فرماتے تھے کہ یہ دیکھ کر مَیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور جب مکمل استحضار ہوا تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر وہی درانتی اٹھا کر اپنی زبان پر رکھ لی۔ درانتی آگ ہو رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور شیخِ کامل کی توجہ سے کوئی گزند نہ پہنچی۔ پھر مَیں نے خلیفہ صاحب کی خوب خبر لی اور کہا کہ تم اپنی ولایت سے ڈراتے ہو؟ دِکھاؤ اگر کوئی اور کرامت ہے! ہم درویش سمجھ کر تمھارا احترام کر رہے تھے مگر تم نے ہماری نرمی اور شرافت کا غلط مفہوم لیا۔ ہم تمھاری ولایت سے خائف نہیں ہیں۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ مَیں نے بھی صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور کیا کہ وہی عمل دُہرا کر مجھے دکھائیں وہ کہنے لگے: ''اُس وقت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کے طفیل یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اب آپ میری زبان جلا کے رہیں

Marfat.com

گے!'' بہ ہر صورت، میرے اصرار پر انھوں نے اُسی طرح درانتی آگ میں سرخ کر کے، پوری زبان نکال کر اس پر رکھی اور محفوظ رہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ سب شیخ کے تصوّر کا کمال ہے۔''

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پٹّے (لمبی زلفیں) رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی زلفیں شانوں تک تھیں اور ان کی تقلید میں اکثر سَنگی بھی زلفیں رکھتے تھے۔ صوفی فوجدار خان سر مُنڈوایا کرتے تھے۔ ایک دن قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بعض سَنگیوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی زلفیں رکھیں۔ انھوں نے ملازمت کا عذر پیش کیا۔ سَنگیوں کا اصرار بڑھ گیا اور انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ صوفی صاحب کو زلفیں رکھنے کا حکم صادر فرمائیں۔ صوفی صاحب نے عرض کی: ''زلفوں والے بہت سَنگی ہیں۔ اگر قیامت کے دن کسی ''کونے'' (سر مُنڈے) سَنگی کی ضرورت پڑ گئی تو مجھے پیش کر دیا جائے''۔ اس پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ملازم ہے، اِسے اپنے حال پر رہنے دو!''

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے دوران میں کسٹم انسپکٹر لبھو رام سیالکوٹی کا ذکر آیا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے صوفی صاحب کے حوالے سے ایک روایت بیان فرمائی۔

لبھو رام سیالکوٹی انسپکٹر کسٹم تھا۔ اس کا کام کسٹم چوکیوں کی کارگزاری کا جائزہ لینا اور کوتاہی اور خلاف ورزی کا محاسبہ کرنا تھا۔ صوفی صاحب اُن دنوں شاہ گزن چوکی پر محال دار کسٹم تھے۔ لبھو رام کو ان کے خلاف شکایت ملی کہ انھوں نے بھینسے خریدنے والے بیوپاریوں کی ایک جماعت سے معاملہ طے کر کے انھیں غیر

Marfat.com

قانونی طور پر سرحد پار کردیا ہے۔ رشوت کے معاملے میں صوفی صاحب کافی بے باک تھے۔ ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں اِس بُرائی سے باز آنے کو کہا مگر ان کا استدلال تھا کہ تنخواہ کم ہے اور اس کے بغیر گزر ممکن نہیں۔ اس پر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر حالات ہی ایسے پیدا ہو جائیں کہ آپ کو رشوت نہ ملے تو پھر؟

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا تھا کہ صوفی فوجدار خان کا تبادلہ چھچھن چوکی پر ہو گیا۔ وہ سدھن برادری کا علاقہ تھا۔ وہاں رشوت کا نام تک نہ تھا مگر لبھو رام نے صوفی صاحب کے خلاف رشوت کا کیس درج کر کے انھیں حاضر دفتر کر دیا۔ ان کی جگہ دوسرا ملازم تعینات کر دیا گیا۔ وہ صوفی صاحب کے مزاج سے واقف تھا۔ ذمّہ داری سنبھالنے میں ٹال مٹول کرتا رہا۔ جب صوفی صاحب رخصت پر تھے تو ان کی عدم موجودگی میں ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا۔ صوفی صاحب کے خلاف انکوائری شروع ہوئی۔ لبھو رام خود شاہ گزن چوکی پر آیا۔ ان ایاّم میں سرکاری ملازمین کی بڑی آوٴ بھگت ہوتی تھی۔ افسروں کے لیے کیمپ لگتے اور درجنوں اہلکار انتظامات پر مامور ہوتے۔ لبھو رام چارپائی پر بیٹھا کیس کی روداد ملاحظہ کر رہا تھا۔ گواہان صوفی صاحب کے خلاف گواہی دے رہے تھے۔ ایک گواہ کی طرف جب صوفی صاحب نے تاکا تو وہ وحشت زدہ ہو گیا اور بیان میں گڑبڑ کر دی۔ اِس پر لبھو رام نے صوفی صاحب کو گالی دی اور کہا: ''کیا دیکھتے ہو؟'' صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غصّہ تو بہت آیا مگر برداشت کر گئے۔ لبھو رام نے دوبارہ گالی دی۔ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ عوام اور اپنے لواحقین کے سامنے اپنی یہ توہین صوفی صاحب کی برداشت سے باہر ہو گئی۔ وہ لاٹھی سے لبھو رام پر حملہ آور ہوئے مگر اس کے اہلکاروں نے حملہ ناکام بنا دیا۔ صوفی

Marfat.com

صاحب نے لاٹھی چھوڑ دی اور ہاتھوں سے اُس کی وہ مرمت کی کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ اب رشوت کی انکوائری کے علاوہ سرکاری ملازم پر حملے اور کارِ سرکار میں مداخلت کے الزام میں بھی ماخوذ ہو گئے۔ لبھو رام انسپکٹر اب خود مقدمے کا فریق تھا۔ اس لیے انکوائری خواجہ محمد عبداللہ جو رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں منتقل ہوگئی جو سپرنٹنڈنٹ کسٹم تھے۔

صوفی فوجدار خان کے غصّے سے متعلق بھی پتہ چلتا ہے۔ ایک بار انھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ طبیعت میں غصّہ بہت زیادہ ہے، توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''جب غصّہ آئے تو انگلیوں کے ناخن دیکھو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ ایسی حالت میں پانی پیو۔ ان تدابیر سے غصّہ فرو ہو جائے گا''۔

خواجہ محمد عبداللہ جو رحمۃ اللہ علیہ درویش صفت آدمی تھے۔ اولیاء اللہ کا بڑا احترام کرتے۔ مسلمانوں کے بڑے ہمدرد تھے۔ ریاست میں حکومت ہندوؤں کی تھی۔ زیادتی بہ ظاہر ایک ہندو افسر کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ لبھو رام کی بھی دل جوئی ہو اور صوفی صاحب کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ پیشی پر انھوں نے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر غصّے کا اظہار کیا۔ وہ بڑے دور اندیش، مصلحت بین اور سیاسی آدمی تھے۔ عدالت میں صوفی صاحب کا لہجہ کچھ تُرش تھا۔ اس پر خواجہ صاحب نے دھیمے لہجے میں صوفی صاحب سے کہا: ''آپ فقیری کا دَم مارتے ہیں مگر ابھی تک مَچ (الاؤ) نہیں مرا''۔

انکوائری کے دوران صوفی صاحب نے خواجہ صاحب پر بھی جانب داری کا

Marfat.com

الزام لگا دیا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ لبھو رام اور مَیں دونوں مقدّمے کے فریق ہیں مگر عدالت ایک کو تو اعزاز بخش رہی ہے اور اسے کُرسی پیش کی گئی ہے جب کہ مجھے کھڑا رکھا گیا ہے اور عتاب کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کیس جاری تھا۔ فیصلہ ہونے تک صوفی صاحب کی عدالت میں موجودگی ضروری تھی۔ انھوں نے بنکیال مسجد، پونچھ شہر میں ڈیرہ جمالیا۔ معمول کے مطابق اوراد و وظائف اور ختمات شروع کر دیے۔

خواجہ عبداللہ جُو رحمۃ اللہ علیہ کے ریڈر منشی جمال الدّین ککے زئی بڑے نیک آدمی تھے۔ درویشوں سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ پیر صاحب بکوٹ شریف کے مُرید تھے۔ اولادِ نرینہ نہ تھی۔ ان کے نواسے ملک محمد مظفر باغ ایلیمنٹری کالج کے پرنسپل رہے ہیں۔ منشی جمال الدّین کو بھی صوفی فوجدار خان کا بڑا خیال تھا مگر صوفی صاحب کی طبیعت خود ان کی دشمن تھی جس نے معاملہ پیچیدہ بنا دیا۔ خطرہ تھا کہ خواجہ صاحب سزا دے دیں۔ وہ اتنے گہرے تھے کہ قبل از وقت ان کے ارادے کو پڑھنا بڑا مشکل تھا۔ کیس چلتا رہا۔

آخر ایک دن خواجہ محمد عبداللہ جُو رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی صاحب کو اپنے بیٹے خواجہ سیف الدّین صاحب کے نام رقعہ دیا۔ خواجہ سیف الدّین صاحب داروغۂ جیل تھے۔ رقعے میں لکھا تھا کہ دو سپاہی ہتھکڑی سمیت عدالت میں بھیج دیں۔ ظاہر ہے یہ بندوبست صوفی صاحب کے لیے تھا۔ دوسرے دن منشی جمال الدّین صاحب نے خواجہ صاحب کے سامنے مقدّمے کی مثل پیش کی۔ انھوں نے فیصلہ لکھا۔ پڑھا اور پھاڑ دیا۔ پھر دوسرے کاغذ پر فیصلہ لکھا۔ منشی جمال الدّین پاس کھڑے تھے۔ ان کا رنگ بدل رہا تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا فیصلہ بھی پھاڑ دیا۔ پھر تیسرا

Marfat.com

فیصلہ لکھا اور اَللّٰہُ اَحَد کہہ کر کرسی کی پُشت سے ٹیک لگالی۔ پھر انھوں نے منشی جمال الدّین صاحب سے مخاطب ہو کر کہا: ''منشی صاحب! جس کو ربّ رکھے، اسے کون مارے؟ پتہ نہیں اس کے ساتھ کوئی مؤکل ہے یا اس کا شیخ کامل ہے۔ مَیں سزا لکھتا ہوں اور بَری لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے تنخواہ سمیت بحال کرتا ہوں مگر پہلے مرشد کو مل آئے''۔

منشی جمال الدّین نے صوفی صاحب کے پیرومرشد کی تعریف کی اور کہا کہ یہ لوگ ایک سلسلے سے منسلک ہوتے ہیں۔ انھیں نہیں چھیڑنا چاہیے۔ کیوں کہ بزرگانِ سلسلہ ان کی تائید میں ہوتے ہیں۔ صوفی صاحب نے روایت کی کہ فیصلے کے دن میری طبیعت پر خوف تھا نہ پریشانی۔ مَیں پوری طرح مطمئن تھا کیوں کہ عدالت کے کمرے میں جدھر بھی نظر اُٹھتی تھی، قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی شبیہ نظر آتی تھی۔

اِس ابتدائی تعارف کے بعد خواجہ محمد عبداللہ جُو رحمۃ اللہ علیہ چند ساتھیوں کے ساتھ خود چھچیاں شریف آئے۔ خواجہ صاحب نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ اب نظر کمزور ہے۔ ملازمت سے فارغ کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں مزید کچھ عرصہ ملازمت کرنا چاہتا ہوں۔ جموں جا رہا ہوں۔ انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ ان کے جموں پہنچنے پر ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ ملازمت میں توسیع ہو گئی۔

بعد میں خواجہ صاحب نے اپنے صاحبزادے خواجہ سیفُ الدّین جُو کو حاضری کے لیے چھچیاں شریف بھیجا اور راہ نمائی کے لیے نقشہ بنا دیا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ وہ نقشہ مَیں نے خود دیکھا اور خواجہ سیف الدّین صاحب کو

Marfat.com

بھی دیکھا۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کا لبھو رام سیالکوٹی سے دوسرا معرکہ بھی ہوا۔ جب صوفی صاحب پہلے مقدّمے سے باعزّت بَری ہوئے تو لبھو رام کی آتشِ انتقام اور بھڑک اٹھی۔ صوفی صاحب نے ذکر کیا کہ ایک چوکی پر مَیں نے اہتمام کر رکھا تھا کہ فارغ اوقات میں دوسرے اہلکاروں کو بٹھا کر حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا درس دیتا۔ لبھو رام وہاں معائنے کے لیے پہنچا۔ منشی جمال الدّین صاحب ہمراہ تھے۔ پڑتال کے لیے دفتری کاغذات پیش کیے گئے۔ کاغذات دیکھ کر کہنے لگا: ''ان سے بُو آتی ہے!'' مَیں چارپائی پر بیٹھ کر تصوّرِ شیخ میں گُم ہو گیا۔ لبھو رام کے پیٹ میں اچانک درد اٹھا۔ اس نے منشی جمال الدّین صاحب سے کہا کہ کاغذات اب آپ دیکھیں مگر میری نظر سے۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ درد شدّت اختیار کر گیا۔ کہنے لگا: ''کاغذوں کو چھوڑو، میری جان کی فکر کرو''۔ کہیں سے مگنیشیا دستیاب ہوا۔ اسے پلایا گیا تو کچھ افاقہ ہوا۔ مَیں ختمِ خواجگان اور ختمِ پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر سویا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں آئے اور فرمایا: ''کافر نے مکتوبات کی مجلس والی جگہ پاخانہ کیا ہے''۔ مَیں نے دیکھا تو واقعی ایسا ہی تھا۔ چنانچہ مَیں نے اس جگہ کو غلاظت سے پاک کیا۔ لبھو رام پڑتال کیے بغیر ہی واپس چلا گیا۔

پونچھ شہر میں سائیں منگا نامی ایک مجذوب رہا کرتا تھا۔ لبھو رام اس کی بڑی سیوا کرتا۔ صوفی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ تمام ختمات اور وظائف پڑھتا مگر لبھو رام پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دن مَیں کچہری جا رہا تھا کہ راستے میں سائیں صاحب مل گئے۔ انھوں نے اشارہ کیا: ''او، او،

Marfat.com

خدا، خدا''۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ رات خواب میں آئے۔ آپ نے فرمایا: ''منگا مجذوب وہاں کا نگہبان ہے۔ بندوق چلتی ہے مگر وہ وار روک لیتا ہے''۔ اِس دوران سائیں منگا کو بھی خواب میں دیکھا۔ اُس نے قمیض اٹھائی تو پیٹھ پر گولیوں کے تین نشان تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''جب لبھو رام سیالکوٹ جائے تو پھر پڑھنا''۔

۲۱۔ ۲۰۔ جون ۱۹۸۹ء، بروز منگل

دورانِ گفتگو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی، صفائی اور تواضع کی بات چل نکلی۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر سنگیوں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نورانی محفل کا اثر یہ تھا کہ دنیا سے دل سرد ہو جاتا تھا اور عقبیٰ کا دھیان لگ جاتا تھا۔ آپ کی مجلس میں دنیوی گفتگو کا دخل نہ تھا۔ محفل ذکرِ الٰہی سے رچی بسی رہتی۔ بعض سنگیوں کا بیان ہے کہ ہم بڑے بڑے دنیوی ارادے لے کر گئے مگر اس مقدس محفل میں ایسی باتیں پیش کرنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ کیوں کہ وہاں تو ہر طرف توکل علی اللہ کی فضا محیط تھی۔ آپ کی سادہ زندگی خود ایک مثال تھی۔ گرمیوں میں ننگی چارپائی پر لیٹتے یا چادر بچھا لیتے۔ مسجد میں مستقل قیام ہوتا۔ نشست و برخاست اتنی سادہ تھی کہ سنگیوں کے جھرمٹ میں شناخت مشکل تھی۔ پہچان کے لیے کوئی امتیازی علامت نہیں تھی۔ تواضع کا یہ عالَم تھا کہ خود مہمانوں کے ہاتھ دُھلاتے۔ کھانا کھلانے کو سعادت سمجھتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ اگر کوئی سنگی فائدہ اٹھانا چاہے تو اسے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ حصولِ فیض کا یہ آسان اور موثر طریقہ ہے۔

Marfat.com

۲۲۔ ۲۴۔جون ۱۹۸۹ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ بابا فیض طلب رحمۃ اللہ علیہ خادم آباد کے نواح میں رہتے تھے۔ استاد محمد نذیر صاحب کے رشتہ دار تھے۔ درزی کا کام کرتے تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین میں سے تھے۔ جب مَیں ان سے ملنے گیا تو کافی کمزور ہو چکے تھے۔ اُٹھ کر ملے اور بے ساختہ رو پڑے۔ ہر وقت متوجہ الی القلب رہتے۔ عبادت کے لیے تخت پوش پاس ہی بچھا رکھا تھا۔ انھوں نے کسی صاحب سے فرمائش کی کہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے شعر پڑھیں۔ انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار ترنّم سے پڑھے:

دُدھ وجود ترے وچ شیریں ، روغن دار اسمانی
مرشد لاوے جاگ پرم دی تاں جمّے دُدھ پانی
گل وچ پھاہ غماں دا گھت کے ذکروں چھک مدھانی
ہمّت نال محمّد بخشا مکّھن آیا جانی

اِن اشعار نے بابا فیض طلب رحمۃ اللہ علیہ پر کیف طاری کر دیا۔ اسی مجلس میں کسی نے کہا کہ قاضی صاحب چچیاں والوں کی کیا بات ہے! جس کو آپ ذکر بتائیں، دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ گویا اس کا دل سان پر چڑھ جاتا ہے۔

جب مَیں وہاں سے روانہ ہونے لگا تو بابا فیض طلب رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر مجھے رخصت کیا۔ مَیں سوار تھا۔ دُور تک دیکھتے رہے یہاں تک کہ مَیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ لوگ اخلاص اور عقیدت کا مظہر تھے۔ ریا کا شائبہ تک ان میں نہ تھا۔ صحبتِ شیخ نے انھیں سنگِ پارس بنا دیا تھا۔ جو بھی ان کی صحبت میں

Marfat.com

رہتا، فیض یاب ہوتا۔

۲۳۔ ۲۔جولائی ۱۹۸۹ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت سادہ تھی۔ بے نیازی کمال درجے کی تھی۔ آپ کا کسی صاحبِ ثروت یا صاحبِ اقتدار سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ آپ کا ظاہر احکامِ شریعت سے آراستہ اور باطن ماسوی اللہ کی گرفتاری سے بالکل آزاد تھا۔

جنڈ شریف کے ایک قاری قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے چچیاں شریف آئے۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے روایت کی کہ ان کے ہمراہ کچھ طلباء بھی تھے۔ جب قاری صاحب مسجد میں داخل ہوئے تو ایک طالب علم نے ان کے جوتے سنبھالے اور مسجد کے اندر لے آیا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو طالب علم کی یہ سعادت مندی اچھی لگی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو ایک نماز کی امامت کے لیے کہا۔ انھوں نے قانون اور قاعدے کے مطابق بہت اچھی نماز پڑھائی۔

کلّہ پلندری والے میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب سے دریافت کیا کہ تنہائی میں بھی اِسی انہماک سے پڑھتے ہیں یا صرف ہمارے لیے رکھی ہوئی ہے؟ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمومی انداز تربیت یہ نہ تھا۔ اس پر قاری صاحب کو گریہ طاری ہو گیا اور کہنے لگے: ''یہی غلطیاں ہیں جن کی اصلاح کے لیے یہاں آتے ہیں۔ خود پتہ نہیں''۔

۲۴۔ ۹۔جولائی ۱۹۸۹ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے بتایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ رولی

Marfat.com

مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ والدہ عبدالعزیز قریشی نے سائیں محمد اشرف خادمِ خاص سے درخواست کی کہ ان کی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرائیں۔سائیں صاحب نے کہا کہ جب قیلولہ کا وقت ہوگا اور سنگی چلے جائیں گے تو آپ کو اطلاع کروں گا۔

والدہ عبدالعزیز قریشی بتاتی تھیں کہ مَیں سائیں محمد اشرف کے کہنے پر ملاقات کے لیے مسجد میں گئی۔آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔شاید سو چکے تھے یا سونے کا ارادہ کر رہے تھے۔جوں ہی مَیں نے دروازے سے اندر قدم رکھا،آپ نے چہرے سے کپڑا اٹھایا۔آپ کی نگاہ سے ایسی تجلّی منعکس ہوئی کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں اور مَیں وہیں بیٹھ گئی۔ چند لمحے بعد آداب بجا لائی۔آپ نے خیر خیریت پوچھی۔پھر مَیں اجازت لے کر اُلٹے پاؤں باہر نکل آئی۔ بعد میں جب بھی پریشان ہوتی تو جا کر وہ جگہ دیکھ آتی۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ آخر جب والدہ عبدالعزیز قریشی بیمار ہوئیں تو مَیں انھیں دیکھنے گیا۔مَیں اُن کی چارپائی تک گیا۔وہ بہت خوش ہوئیں۔ اس وقت اُن کی توجّہ قلب پر تھی۔مَیں نے اُن سے دعا کے لیے کہا کیوں کہ انھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہ راہِ راست فیض پہنچا تھا۔اُس دوران مَیں چالیس دن رولی مسجد میں رہا۔والدہ عبدالعزیز قریشی کی طرح پروفیسر محمد طفیل صاحب کی پھوپھی بھی بڑی عابدہ،تہجد گزار اور شب بیدار خاتون تھیں۔ان کی تربیت والدہ عبدالعزیز نے کی تھی۔اس کے علاوہ حاجی بوستان صاحب کی والدہ بھی اُن سے فیض یاب تھیں۔

والدہ عبدالعزیز نے مجھے کہا تھا کہ پتہ رکھنا،آخری وقت قریب آ گیا ہے۔

Marfat.com

مَیں ابھی گلہار، کوٹلی ہی میں تھا کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ نمازِ جنازہ مَیں نے خود پڑھائی۔ چرخہ کاتنا اُن کا معمول تھا اور ساتھ ہی ذکرِ دوامی۔ انھوں نے سُوت کات کر مجھے بھی کپڑا دیا تھا۔ جن عورتوں نے اُن سے تربیت پائی، وہ عبادت گذار اور متقی ہوگئیں۔

اسی نشست میں حضرت شیخ مدظلہ العالی نے ہل سنیاریاں کے زرگر خاندان کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے محترمہ شرفاں بی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئیں۔ اس کے بعد ان کا سارا خاندان دربارِ عالیہ سے وابستہ ہوگیا۔ اس خاندان کی کچھ اراضی چک پٹھاناں میں تھی۔ وہ زمین سائیں عمر دین کاشت کیا کرتا تھا۔ وہی دربارِ عالیہ سے اس خاندان کے تعلق کا وسیلہ بنا۔ ضروری ہے کہ پہلے سائیں عمر دین کے تعارف اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق پر روشنی ڈالی جائے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ سرِ شام چند لمحے اپنی خالہ محترمہ کے ہاں جا کر حاضری دیا کرتے۔ ایک دن انھیں شک گذرا کہ انھیں سانپ نے ڈس لیا ہے۔ یہ خبر ڈھنگروٹ شریف میں حضرت خواجہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی۔ آپ کے قریب ہی ایک ماندری (سپیرا) رہتا تھا جو سانپ کے ڈسے ہوئے مریضوں کے دَم اور علاج میں بڑا ماہر تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے علاج کے لیے بھیجا۔ یہ سائیں عمر دین تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خدمات کے اعتراف میں اُسے ایک بیتل بکری دی۔ عمر دین کی بڑی بڑی مونچھیں اور عجیب وضع قطع تھی۔ وہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور شفقت سے بڑا متاثر ہوا اور

Marfat.com

داخلِ سلسلہ ہو گیا۔ اُس نے خوب محنت کی اور ذکر جاری ہو گیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''دَم کرنے گیا تھا، خود دَم کرا آیا''۔ عمر دین جاٹ برادری سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی صورتِ حال یہ ہوگئی کہ وہ نمازِ تہجد بھی ادا کرتا اور اس کے بعد مراقبہ اور ذکر میں مصروف رہتا۔

چک پٹھاناں کا چوہدری احمد خان گاؤں کا سرکردہ تھا۔ اُس نے علاقے بھر میں دھاک بٹھا رکھی تھی۔ کسی کو جرأت نہیں تھی کہ اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر سکے۔ ایک دن اُس کی گھوڑی سائیں عمر دین کے کھیت میں جا گھسی۔ عمر دین نے بڑی منّت کی کہ گھوڑی فصل ضائع کرتی ہے، اسے سنبھال لو مگر جواب میں اسے نخوت وتکبّر سے واسطہ پڑا۔ چوہدری احمد خان نے سائیں عمر دین کو خوب بُرا بھلا کہا۔ وہ بے چارہ دل شکستہ ہوا۔ اُس نے اُسی یاس کے عالم میں وضو کیا، مسجد میں دو نفل پڑھے اور چہرہ ڈھانپ کر ذکر میں مصروف ہو گیا۔ گھوڑی ابھی زمین میں ہی تھی کہ اچانک گر گئی اور ایڑیاں رگڑنے لگی۔ کسی نے چوہدری کے گھر والوں کو احساس دلایا کہ مسجد جا کر عمر دین سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے احتیاط کریں۔ سائیں عمر دین نے ان کی منّت سماجت پر یہ کہا: ''اَساں مسکیناں دی فریاد اللہ تک ہے۔ گھوڑی نُوں میری زمین وچوں کڈھ دیو''۔ (ہم مسکینوں کی فریاد اللہ تک ہے۔ گھوڑی کو میری زمین سے نکال دو)۔ سائیں عمر دین کے کھیت سے نکلتے ہی گھوڑی فوراً ٹھیک ہو گئی اور عمر دین، ماندری عمر دین کی جگہ سائیں عمر دین کہلانے لگا۔

سائیں عمر دین کا ایک اور واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ محمد حسین چیور کا گھراٹ تھا۔ سائیں عمر دین دانے پسوانے اُس کی چکّی پر آیا اور درخواست کی کہ

Marfat.com

جلدی پیس دیں، لنگر شریف کا معاملہ ہے مگر محمد حسین نے کوئی اثر نہ لیا۔ اُلٹا سائیں عمر دین سے مذاق کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہوگیا۔ سائیں عمر دین نے اشراق کے نوافل پڑھے اور اپنی بے بسی اور محمد حسین کی بے حسی پر رونے لگا۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ چکّی سے آٹے کی جگہ لہو نکلنا شروع ہوگیا۔ محمد حسین نے فوراً چکّی بند کی، سائیں عمر دین کی منت سماجت کی اور پھر سب سے پہلے دانے بھی پیس کر دیے۔ اس واقعے کے بعد محمد حسین بیعت ہوئے اور سائیں کہلائے۔

بعض سنگیوں کی روایت کے مطابق، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبِ ارشاد ہونے کے بعد عمر دین پہلے سنگی ہیں جو سلسلۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً چالیس سال کی عمر میں خلافت واجازت عطا ہوئی تھی۔

سائیں عمر دین کے ذریعے ہی ہل سنیاریاں کی محترمہ شرفاں بی اور اس کا خاندان قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوا۔ مائی شرفاں بی کے خاوند کا نام صوفی احمد دین اور بیٹے کا نام غلام احمد تھا۔ یہ لوگ بعد میں بوہڑیاں، شیخوپورہ منتقل ہوگئے۔ مائی شرفاں کی بہن نواب علی سے بیاہی ہوئی تھی۔ سناروں کا یہ سارا خاندان شیعہ تھا۔ وہ لوگ سلطان پورہ میں باقاعدہ شیعوں کی مجالس میں جاتے تھے۔ سب سے پہلے مائی شرفاں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ پھر ان کے خاوند اور بھتیجے غلام حیدر نے۔ اس کے بعد مائی شرفاں کے بھائی صوفی محمد اسماعیل بن نور دین بن نظام دین بھی داخلِ سلسلہ ہوگئے۔ اس طرح یہ سارا خاندان قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوا۔ صوفی احمد دین رحمۃ اللہ علیہ اور غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ ارشاد ہوئے۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں مانڈلے، برما چلے گئے۔

Marfat.com

دربارِ عالیہ کے لنگر کے لیے سب سے پہلی دیگ صوفی احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب سے بنوائی۔ وہ عرس کے دنوں میں سب سے پہلے آتے اور سب کے بعد جاتے تھے۔ انھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہل سنیاریاں آنے کی دعوت دی۔ ان کی خواہش تھی کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ مانڈ لے چلے جائیں، قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ان کی دعوت قبول فرما کر خدمت کا موقع بخشیں۔ انھوں نے یہ بھی عرض کی کہ صاحبزادے کو بھی ہمراہ لائیں۔ تاریخ طے ہوئی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ روانہ ہوئے۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ مَیں بھی ساتھ تھا۔ سائیں صلاح محمد اور خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے۔ مَیں چھوٹا تھا۔ میرے لیے پیدل اِتنا سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ سنگیوں نے اُٹھانے کا اصرار کیا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''چلنے دو، جب تھک جائے گا تو باری باری اُٹھا لیں گے''۔ اسی اثناء میں میرے پاؤں میں کانٹا لگا اور چلنا دشوار ہو گیا۔ راستے میں کسی خاتون سے سُوئی لے کر کانٹا نکالا گیا اور سب نے باری باری اُٹھا کر میرا سفر طے کرایا۔

دو میل سے آگے ایک چار دیواری میں حضرت خواجہ حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف تھا۔ وہاں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے سلام عرض کیا اور دعا مانگی۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ڈھنگروٹ شریف کی حاضری دی اور حسبِ استطاعت نیازمندی سے کام لیا۔ ہل سنیاریاں والے جذبۂ شوق کے تحت دُور بین سے ہمارے سفر کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ گھوڑی ساتھ لائے ہوئے تھے۔

اُس دور میں سناروں کا واحد خاندان تھا جو اس ماحول میں باقاعدہ چائے

Marfat.com

پیتا تھا ورنہ علاقے میں چائے کا رواج نہ تھا۔ شاید برما میں رہنے کی وجہ سے وہ اس کے عادی تھے۔

مسجد میں قیام تھا۔ صحن میں چارپائی بچھی تھی۔ سنگی جمع تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ تسبیح تعلیم کی۔ پھر عملی طور پر اُن سے پڑھوائی۔

کئی بار مائی شرفاں دربارِ عالیہ پر آتیں تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دورے پر ہوتے اور وہ زیارت سے محروم رہتیں۔ آپ نے انھیں فرمایا تھا کہ میری عدم موجودگی میں رحمت جان (صاحبزادی) کو دیکھ لیا کرو۔ مائی شرفاں بی پندرہ دن کے بعد آیا کرتیں۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ دلیال مزار پر فاتحہ کے بعد مراقبہ کر رہے تھے کہ سائیں مست مجذوب آیا۔ اُس نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کی مگر ہم کچھ نہ سمجھ سکے۔ بعد میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''صاحبِ مزار سے متعلق کچھ پوچھ رہے تھے''۔ اس واقعے کے راوی بھائی محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مجذوب کے حوالے سے حضرت شیخ مدظلہ العالی نے ضمناً ایک اور مجذوب کا ذکر کیا۔ آپ نے بتایا کہ ایک سفر کے دوران ہم ظہر کے وقت چھتر وہ پہنچے۔ نماز ادا کرنے کے لیے پانی کی تلاش ہوئی۔ پُھلاہیوں کے جُھنڈ میں کچھ گھڑے رکھے تھے۔ پاس ہی ایک تھلہ بھی تھا۔ میرے ساتھ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ اور محمد حسن سودائی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وضو کر کے نماز پڑھی یا پڑھائی، صحیح یاد نہیں۔ نماز کے بعد سائیں عیدو مجذوب سے بات ہوئی۔ اس وقت وہ بہت بوڑھے تھے۔ لوہے کی تار کی

Marfat.com

تسبیح تھی۔ اسے خوب اچھالتے تھے۔ ڈھانچہ بتاتا تھا کہ بڑے کڑیل جوان ہوئے ہیں۔ مَیں نے پوچھا: ''سائیں صاحب! مجھے جانتے ہو؟ میرے گھر کہاں ہیں؟'' انھوں نے جواب میں فرمایا: ''مجھے کیا معلوم! کوٹلی، سائینلہ یا میرپور کے ہیں''۔ یہ تینوں مقامات اُن دنوں اِس عاجز کی قیام گاہیں تھے۔ پھر مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' فرمایا: ''سلطان خان ایک بادشاہ ہوا ہے، یہ اس کا غلام ہے''۔ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ہونے کے علاوہ داماد بھی تھے۔ مَیں نے پھر پوچھا: ''مدینہ شریف گئے ہو؟'' انھوں نے کہا: ''یہ نہیں بتاتے۔ بگام والے پیر مارتے ہیں۔ ایک دفعہ آبِ حیات پیا''۔

۲۵۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ جالندھر کا رہنے والا محمد بوٹا پہلوان چھچیاں شریف میں مقیم رہا۔ وہ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دانے پسوانے والا گاؤں جایا کرتا تھا کہ اچانک غائب ہو گیا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چار سال بعد دوبارہ نمودار ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی آمد ۱۹۲۹ء کے لگ بھگ تھی۔ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ اس نے سَلُوکا اور کمر میں چادر باندھ رکھی تھی۔ اس کے علاوہ ایک چادر اور بھی تھی۔ مَیں نے نہیں پہچانا۔ کہاں پہلوان بُوٹا اور کہاں یہ نحیف و نزار شخص! وہ وضو کرنے لگا۔ مَیں نے پوچھا: ''آپ کے گھر کہاں ہیں؟'' وضو کے دوران خاموش رہا۔ فارغ ہو کر کہنے لگا: ''آپ کہاں پہچانتے ہیں!'' مَیں فوراً پہچان گیا۔ میرے منہ سے نکلا: ''بُوٹا نائی؟'' محمد بوٹا نے جواباً کہا: ''مَیں نے کب کہا کہ سیّد ہوں؟'' پھر وہ روضۂ مبارک پر چلا

Marfat.com

گیا۔ باجماعت نماز پڑھتا، نماز کے بعد تنہائی میں چلا جاتا۔ فقہ یا دین سے متعلق گفتگو توسُنتا، دنیوی بات چیت سے سخت پرہیز تھی۔ اٹھ کر چلا جاتا۔ کھانا برائے نام کھاتا، صرف دو یا تین لقمے۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ مَیں نے پوچھا: ''آپ کہاں رہے؟ اور یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟'' کہنے لگا: ''مخفی باتیں ہیں۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات نمازِ تہجد کے بعد مجھے بلا کر کہا: ''محمد بوٹا! نو سال کے لیے چلے جاؤ اور گھر نہ جانا''۔ مَیں قدم بوسی کر کے روتے روتے چلا گیا۔ میرے جانے کا کسی کو علم نہیں۔ مَیں باطنی اشارے پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ برما اور رنگون کے جنگلوں میں رہا۔ رنگون میں ایک مزار تھا، وہاں میری ڈیوٹی تھی۔ قریب ہی ایک مجذوب تھا۔ وہ مجھے کہا کرتا تھا کہ اے محمد بوٹا! تیرے پیشوا فوت ہو گئے ہیں۔ مگر مجھے تو نو سال پورے کرنے کا حکم تھا۔ واپس آیا تو جہلم، شمالی محلّہ، جان محمد ہوٹل پر ٹھہرا۔ پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ مرشد کو وصال فرمائے چار سال ہو گئے ہیں''۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے اس کی یہ کیفیت بیان کی کہ مَٹ (پانی کی ٹینکی) کے پاس کھڑا رہتا۔ کبھی مسجد میں چلتا رہتا۔

جن دنوں محمد بوٹا دربارِ عالیہ پر دوبارہ حاضر ہوئے، حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی وہاں موجود نہ تھے۔ محمد بوٹا نے کہا کہ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے واپسی کی اجازت لے دو۔ اب پانی پینے کی بھی اجازت نہیں۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: ''کوئی چیز تبرّک کے طور پر ساتھ لے جانا چاہو تو لے جاؤ''۔ کہا: ''قرآنِ مجید دے دو''۔ پھر کہنے لگے: ''اب کی بار شاید راوی کے کنارے رہوں۔ ایک بار پھر مُڑ کر آنا ہے۔

Marfat.com

کوئی امانت ہے، دینے آؤں گا''۔

اس کے بعد حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ واقعات بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ صوفی صاحب نے بتایا کہ وہ سنگھوٹ چوکی پر کسٹم محال دار تھے۔ انھیں ایک جادوگر عورت سے واسطہ پڑا۔ طویل مکالمہ ہوا۔ جادوگرنی نے کافی زِچ کیا۔ رات خواب میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عصا سے ضرب لگائی اور فرمایا: ''اٹھو، وضو کرو''۔ بیدار ہوا تو ضرب کا درد محسوس کر رہا تھا۔ تیمّم کیا۔ اسی اثناء میں چھت پر اور مکان میں پتّھروں کی بارش شروع ہوگئی۔ صبح اُس عورت نے اپنا ماجرا بیان کیا کہ رات کو سانولے رنگ اور لمبی زلفوں والے ایک بزرگ نے عصا سے ضرب لگائی ہے۔ بعد میں مَیں زیارت کے لیے آستانۂ عالیہ پر آیا تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ تاریخ اور دن کا حوالہ دے کر واقعہ دریافت کیا۔ آپ کی معلومات بالکل درست تھیں۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاتے تھے کہ جب مَیں پلولا چوکی، کریلہ مجہان پر مامور تھا تو ایک خوب صورت لڑکی پر فریفتہ ہوگیا۔ قریب تھا کہ گناہ کا ارتکاب ہو جاتا۔ ایک رات قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں آئے۔ آپ نے مجھے اُٹھا کر، دُور جنگل میں ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ کنواں آدھا خون اور آدھا پیپ سے بھَرا تھا۔ آپ نے ساتھ ہی فرمایا کہ زانیوں کا یہ انجام ہے۔ اِس طرح قدرت نے مجھے معصیت سے بچا لیا۔ حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں ان حالات کا مشاہدہ ہوا۔ مَیں کئی دن بعد میں بھی وہ بدبو محسوس کرتا رہا۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ نے قبلۂ عالم کے ایک تصرف کا ایک واقعہ

Marfat.com

اِس طرح بیان کیا کہ میرے والد برہان الدّین خان کسی ہندو سے ایک زمین خریدنا چاہتے تھے مگر والد کا انتقال ہوگیا۔ برادری کے ایک آدمی نے کہا کہ اب مَیں خریدوں گا۔ مجھے اس کی بات ناگوار گذری۔ مَیں فوراً قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور ساری بات بیان کر کے خوب رویا۔ آپ نے اصل صورتِ حال کی وضاحت چاہی۔ عرض کی کہ ہندو پانچ سو روپے مانگتا ہے اور زمین بھی نہیں دیتا۔ میرے پاس رقم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''رقم بھی مل جائے گی اور ہندو یہ زمین تین سو روپے میں دے گا''۔ چنانچہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق سارا کام ہوگیا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ کھڈ گوجراں کے صوفی لال دین نے مجھے اور دوسرے سنگیوں کو خود یہ واقعہ سنایا کہ میرے چچا زاد بھائی فقیر محمد نے کسی معاملے میں میرے خلاف رجسٹری کی اور مجھے نقصان پہنچانا چاہا۔ مَیں سیدھا دربارِ عالیہ حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا آخری پھیرا ہے۔ مَیں فقیر محمد کو قتل کر دوں گا اور خود پھانسی چڑھ جاؤں گا۔ آپ نے ایسا انتہائی قدم اٹھانے کی وجہ پوچھی۔ مَیں نے تفصیل بتائی اور کہا کہ کم از کم اس کے ہاتھ تو ضرور کاٹ دوں گا۔ میاں غلام دین کھیڑی والے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ہاتھ کاٹنے کی کیا سزا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ بھی قتل کے مترادف ہے۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ جب ہر کوئی اُسے جوتے مارے تو پھر آنا۔ پھر پوچھا کہ وہ پیسے کہاں سے لاتا ہے؟ مَیں نے بتایا کہ پنشن لیتا ہے۔ اتفاق سے اسی ماہ اس کی پنشن بند ہوگئی اور یہ حال ہوگیا کہ ہر طرف سے جُوتے پڑنے لگے۔

Marfat.com

پوٹھہ والے سائیں محمد حسن نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ اللہ دتہ بٹلی والے میرے ساتھ دربار شریف آئے۔ انھوں نے راستے میں مجھ سے کہا کہ آج تو مَیں گوشت کھاؤں گا۔ ادھر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا کہ آج کیا پکانے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے عرض کی کہ دال صاف کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''دال نہیں۔ مرغ ذبح کرو''۔ رات کو بھی آپ نے ہمیں واپسی کی اجازت نہ دی اور فرمایا: ''ابھی بکرا ذبح کریں گے۔ اللہ دتہ گوشت کھانے آیا ہے''۔

لعل خان کلہ والے نے اپنا واقعہ خود بیان کیا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے چھ سات سال ہو چکے تھے۔ میرے گھر میں مستری کام کر رہے تھے۔ یکا یک وہ کام چھوڑ کر چلے گئے۔ مَیں بڑا پریشان تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو گھر کے قریب پایا۔ آپ نے فرمایا کہ پریشان کیوں ہو؟ مستری خود بہ خود آ جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

سنگیوں کا مشاہدہ ہے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سنگیوں کو توجّہ دے رہے تھے۔ بابا خدا بخش چھہاروالا بار بار آنکھیں کھول کر دیکھتا۔ آپ نے بارہا اسے منع کیا مگر وہ باز نہ آتا۔ آخر آپ نے اس کا سر پکڑ کر قلب پر لگایا۔ ایسا لگا کہ تادمِ مرگ اوپر نہ اٹھ سکا۔

سائینلہ سرہوٹہ والے بابا روڈہ سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''کتنے بچّے ہیں؟'' اس نے بتایا کہ بچّے بھی فوت ہو گئے ہیں اور بیوی بھی۔ آپ نے کہا کہ دوسری شادی کر لو۔ وہ کہنے لگا کہ ساٹھ ستّر سال عمر ہے، کون رشتہ دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''خود بہ خود بندوبست ہو جائے گا''۔ اتفاق سے، پہاڑ کے علاقے سے ایک

Marfat.com

اکیلی عورت گدا کرتی آئی۔ بابا روڈہ کا اس سے نکاح ہو گیا۔ دو بچے ہوئے جو اب تک زندہ ہیں۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک مشاہدہ بیان کیا کہ مشائخِ سلسلہ کس طرح دستگیری کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ درہال چوکی کا ایک واقعہ ہے۔ وہاں ایک عامل عورت تھی جو جنتر منتر جانتی تھی۔ مَیں اُن دنوں اعتکاف بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے لیے دودھ لائی۔ مَیں نے دروازہ نہ کھولا۔ رات کو مجھے حشرات الارض نے بہت تنگ کیا۔ یہاں تک کہ مجھے بخار ہو گیا۔ جسم بھر میں سخت درد بھی تھا۔ اتنے میں خواب میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ ان کا آنا تھا کہ ہر تکلیف سے نجات مل گئی۔ حشرات الارض رہے، نہ بخار اور نہ درد۔

کھڈ گوجراں کے سائیں دیوان علی نے اپنا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ مَیں ایک ہندو ساہوکار نند لال کا مقروض تھا۔ اصل زر سے زیادہ ادا کر چکا تھا مگر سُود در سُود کا چکّر ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ ہندو نے کوٹلی عدالت میں دعویٰ کر کے میرے خلاف اڑھائی ہزار روپے کی ڈگری حاصل کر لی۔ مَیں نے تین سو روپے پر اس سے مصالحت کر لی۔ مَیں اور بھائی لعل دین دربارِ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ لعل دین نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو سارا قصہ سُنا دیا۔ آپ نے فرمایا: ''مصالحت کیوں کی؟ اصل زر سے زیادہ ادا کر چکے ہو''۔ سنگی جنگل سے پتّی لانے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مسجد میں جھاڑو دو اور راہ نمائی کی کہ اِس طرف سے شروع کر کے اُس طرف لا کر کافر کو نیچے پھینکو۔ مَیں اُس وقت اِس فرمان کی حکمت نہ سمجھ سکا۔ اِس واقعے کو چوبیس سال گذر گئے ہیں۔ نند لال مجھے شناخت نہیں کر سکا۔ بلکہ بعض اوقات مجھی سے پوچھتا رہا کہ

Marfat.com

سائیں دیوان علی کو کہیں دیکھا ہے؟

میاں محمد عالم کلّہ والے بتاتے ہیں کہ ایک دن مَیں چچیاں شریف حاضر تھا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں کھڑے تھے۔ مَیں بھی ساتھ تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میاں صاحب! یہ جگہ جو مشرق میں ہے، مل جائے تو سنگیوں کے لیے حجرے بنائے جائیں جن کا رخ مسجد کی طرف ہو''۔ کچھ عرصے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ بعد میں مَیں نے وہ جگہ خریدی اور وہاں اُسی طرح حجرے تعمیر کرائے حالاں کہ اکثر سنگی رہائشی مکان بنانے کی رائے دے رہے تھے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سنگی تھے۔ وہ موقع بے موقع ہر بات میں ٹپک پڑتے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں کئی بار سمجھایا مگر وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ وہ ہر بات میں مداخلت کا موقع نکال ہی لیتے۔ آپ کی زبان سے ایک دن یہ الفاظ نکلے: ''خدا تمھارے گلے کو بند کرے!'' سب سنگی اِس حقیقت کے شاہد ہیں کہ اُن کا گلا بیٹھ گیا اور بقیہ زندگی اسی حالت میں گذری۔

کھڈ گوجراں والے صوفی لعل دین نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ میری بیوی فوت ہو گئی تھی۔ بائیس برس گذر گئے مگر مَیں نے شادی نہ کی۔ مَیں ایک عورت پر فریفتہ تھا مگر وہ مانتی نہیں تھی۔ عرس مبارک کے موقعے پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے سنگیوں سے کہا کہ لعل دین کی شادی کیوں نہیں کراتے ہو؟ کسی نے کہا کہ یہ ایک گُجری سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر وہ نہیں مانتی۔ مَیں نے عرض کی کہ ایک عورت جولاہی ہے اور طبعاً پتھر ہے۔ آپ اس کے لیے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ، نکاح کرو''۔ چنانچہ

Marfat.com

راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔عورت مان گئی اور نکاح ہوا۔اسی دور میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کھڈ تشریف لائے۔

سنگیوں کی روایت ہے کہ ایک بار دربارِ عالیہ میں گندم گاہی جا رہی تھی۔ اردگرد بارش شروع ہو گئی۔بابا فقیر محمد پہاڑیہ نے عرض کی کہ حضور! بارش سے غلّے کے خراب ہونے کا امکان ہے۔آپ نے حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ باہر جا کر آسمان پر یہ لفظ لکھو۔انھوں نے تعمیل کی۔اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔بارش ہٹ گئی۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ بار والے خود اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ مَیں اپنے گاؤں میں امام مسجد تھا۔اکثر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتا۔ گاؤں والوں کو میرا آنا ناگوار گذرتا۔انھیں شکوہ تھا کہ مَیں کسی پیر کے پاس میرپور چلا جاتا ہوں۔ایک بار میری عدم موجودگی میں سب نے مشورہ کیا کہ مَیں کسی اطلاع اور اجازت کے بغیر چلا جاتا ہوں، اب کی بار واپس آنے پر میری یوں سرزنش کی جائے کہ مَیں آئندہ بغیر اجازت کے جانے کا نام نہ لوں۔مَیں دربارِ عالیہ سے واپس ہوا تو گاؤں کے حالات جان کر دوبارہ حاضر ہو گیا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے جلدی واپسی کا سبب دریافت کیا تو مَیں نے ساری صورتِ حال بیان کر دی۔آپ نے فرمایا: ''پندرہ دن اِدھر ہی ٹھہرو''۔دس دن کے بعد مَیں نے واپسی کی اجازت طلب کی۔ آپ نے کہا: ''جاؤ، اگر پندرہ دن رک جاتے تو کئی سال کی خیر ہوتی۔اب بھی دال دلیا ہو گیا ہے''۔واپسی پر معلوم ہوا کہ مقامی شیعہ حضرات میں تصادم ہوا۔کئی زخمی ہو گئے۔لوگوں کو میرا دھیان ہی نہ رہا۔

Marfat.com

۲۶۔ ۴۔اکتوبر۱۹۸۹ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے سائیں محمد حسن زلفاں والے کے حوالے سے بتایا کہ ایک دن انھوں نے کہا کہ ہم نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت تو نہیں کی مگر ان کے متعلّق جو کچھ سُنا، وہی طور طریقہ ہم نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا۔

۲۷۔ ۹۔اکتوبر۱۹۸۹ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّظلّہ العالی نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ رفعِ حاجت کے وقت آپ کے گُھٹنے کبھی برہنہ نہ ہوئے۔ حالاں کہ آپ تہ بند باندھتے تھے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ خود بھی کاشت کاری کیا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے کہ رزقِ حلال کی تلاش میں محنت سے کام لو۔

ایک بار بابا فقیر محمد پوٹھیہ نے زمین میں ہل جوتا ہوا تھا۔ ایک بیل چمبہ چینا تھا اور دوسرا وہ جس کی خرید پر بابا فقیر محمد ناراض ہو گئے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ زمین میں تشریف لے گئے۔ یہ چمبہ چینا بیل مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا۔ آپ اس بیل کو دیکھنے گئے۔ بابا فقیر محمد سہاگہ لانے گئے ہوئے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عدم موجودگی میں ہل چلایا۔ حالاں کہ بابا فقیر محمد، مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کو واضح کر گئے تھے کہ اگر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ہل چلایا تو وہ اسے توڑ دیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک روز قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

زمین میں مصروفِ کار تھے۔ مَیں نے کہا: ''اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ''۔ آپ نے فرمایا: ''مسئلے بناتے ہو!''

۲۸۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ موہڑہ اگرو میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سائیں محمد حسین عُرف سائیں مندو کے مکان میں قیام کیا کرتے تھے۔ نماز بھی وہیں ادا کرتے۔ سامنے سبحان سنگھ کا مکان تھا۔ وہ روزانہ صبح اٹھ کر گرنتھ پڑھتا۔ اکثر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتا۔ صحبت کا یہ اثر ہوا کہ اس کی طبیعت میں تبدیلی آئی۔ اس نے دنیا ترک کر دی اور کاچھ (جانگیا) پہنے کبھی کشمیر اور کبھی کہیں سفر پر رہتا۔ ایک دن مَیں بعض سنگیوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ دیکھا کہ سبحان سنگھ عام گزر پر چلا آ رہا ہے اور اس کے گاؤں کے کچھ لوگ اس سے آگے آگے جا رہے ہیں۔ سبحان سنگھ پیچھے اکیلا کمبل اوڑھے آ رہا ہے۔ مَیں نے اس سے معانقہ کیا اور پوچھا: ''سردار جی! ساتھی آگے جا رہے ہیں اور آپ تنہا پیچھے؟'' سردار جی نے کہا: ''اس جگت نالوں ترٹی ہی بھلی!'' (ان لوگوں سے دُوری ہی بھلی)۔

اِسی طرح بخشی موتی رام رئیس سیاکھ بھی آخری دنوں میں تقریباً تارک الدّنیا ہو گیا تھا۔ وہ بھی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔

اِسی طرح میر پور شہر سے ایک ہندو بھی آیا کرتا تھا۔ وہ لباس بدل کر وظائف پڑھتا تھا۔ کسی سنگی نے شکایت کی تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ان کا عقیدہ بڑا سخت ہے۔ پتھر پر بھی اعتقاد رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور جب مسلمان ہوں تو توحید میں بڑے راسخ ہوتے ہیں''۔

Marfat.com

۲۹۔ ۳۰۔اکتوبر ۱۹۸۹ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں کسی کو ٹوکتے نہ تھے۔ جو جس رنگ میں آتا، قبول تھا۔ آپ نے کبھی کسی داڑھی مُنڈے کو داڑھی رکھنے پر زور نہیں دیا۔ اسی طرح آپ دوسری شرعی کمزوریوں پر بھی کسی کو برملا نہ ٹوکتے۔ بلکہ توجہ سے کام لیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کے نتیجے میں تمام کمزوریاں چند دن میں دُور ہو جاتیں اور آدمی خود اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا۔

۳۰۔ ۳۱۔اکتوبر ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ چچا محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کولہو پر تارا میرا بھیج دیتے اور تیل نکلوا کر گھڑوں میں بھر کر رکھ دیتے۔ سرِ شام چراغ جلا دیتے اور طلوعِ آفتاب پر بُجھاتے۔

۳۱۔ ۸۔نومبر ۱۹۸۹ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان کیا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفۂ مجاز قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کو بیعت کر کے اجازتِ ارشاد فرمائی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض مستورات کو بیعت کیا اور اجازتِ ارشاد فرمائی۔

۳۲۔ ۹۔نومبر ۱۹۸۹ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے سائیں محمد حسن زلفاں والے کی روایت بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”جو دنیا کی رغبت

Marfat.com

رکھے، دنیا اس سے بھاگتی ہے اور جو دنیا سے نفور ہو، دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اور یہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے"۔

۳۳۔ ۱۴۔ نومبر ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سنگی کی وصیت کا ذکر کیا کہ انھوں نے وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا کہ مَیں زندگی میں بہت مشائخ کے پاس پھرا مگر کہیں تسلّی نہ ہوئی۔ آخری وقت میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یقین ہوا۔ میرے بعد وہاں آنا جانا نہ چھوڑنا۔ بڑی کاوش اور کوشش سے یقین کیا ہے۔

۳۴۔ ۲۱۔ نومبر ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ ہم قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھ ہی نہ پائے کہ آپ کا کیا مقام ہے!

نیو لایا نال پٹھاناں

اوہ مارن پشتو تے سمجھ نہ جاناں

سمجھ آئی تے کوچ سدھاناں

(پٹھانوں سے دوستی ہوگئی۔ وہ پشتو بولتے ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جب کچھ سمجھ آنے لگی تو کوچ کا وقت آ گیا)۔

۳۵۔ ۲۳۔ نومبر ۱۹۸۹ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے سنگیوں کے حوالے سے بیان کیا کہ سنگی کہا کرتے تھے کہ جب احبابِ طریقت آتے تھے تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو

Marfat.com

بے حد خوشی ہوتی اور فرماتے کہ جب سنگی آتے ہیں تو طبیعت گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھتی ہے مگر جب رخصت ہونے لگتے ہیں تو دل مجروح ہو جاتا ہے اور طبیعت بُجھ سی جاتی ہے۔

۳۶۔ ۴۔دسمبر ۱۹۸۹ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ پلّتھی علاقہ کنڈور میں تھے۔ چھوٹی سی مسجد تھی۔ سنگی بڑی تعداد میں مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ خاص ذوق سے مشائخ عظام کے واقعات بیان کر رہے تھے۔ ماحول میں کیف و سرور کا رنگ جُما ہوا تھا کہ اچانک ایک سنگی کی آواز آئی: ''سانپ کھا گیا''۔ مسجد کی چھت سے ایک سانپ گرا تھا اور اس نے سنگی کو ڈس لیا تھا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ڈنک والی جگہ کو انگلی سے دبایا اور ساتھ ہی فرمایا: ''سنگیا! تُو نے رنگ میں بھنگ ڈال دی۔ بزرگوں کی باتیں ہو رہی تھیں! خیر کوئی بات نہیں۔ اب شور نہ کرو''۔ وہاں سے آپ بیلی بٹھار گئے۔ وہ سنگی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تکلیف سے محفوظ رہا۔

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رستہ گم ہو جائے تو سورۂ یٰسین پڑھی جائے یا اذان دی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ راستہ مل جائے گا۔

۳۷۔ ۱۹۔دسمبر ۱۹۸۹ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے فرمایا کہ ایک بار سائیں محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کی کسی عالمِ دین سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے ہمراہ کتابوں کا گٹھار کھے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں دیکھ کر کہا: ''کتابوں کے گٹھے اٹھا رکھے ہیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جایا کرو۔ وہ کلّر پر بھی باغ لگا دیتے ہیں''۔ چنانچہ وہ صاحب واپس آ کر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سائیں محمد یعقوب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سُنائی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: ''آپ تو عالم فاضل، زاہد اور عابد ہیں۔ یہ محض مجذوبوں کی باتیں ہیں''۔

حضرت شیخ نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر گھر پر چائے یا دودھ نہیں پیا۔ ہل سنیاریاں کے سنگیوں کے ہاں شاید آپ نے چائے پی ہو کیوں کہ وہ لوگ باقاعدہ چائے پیا کرتے تھے۔ آپ کا مزاج بلغمی تھا، اس لیے اکثر بھنے ہوئے چنے کھایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مائی شرفاں کے بہنوئی حکیم نواب علی کی تیار کردہ معجون لولوی بھی استعمال کی۔ حکیم نواب علی شیعہ مسلک سے تعلّق رکھتے تھے۔ طب میں حکیم اجمل خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے معجون لولوی کی تعریف کی۔ نسخہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ قیمتی اجزا مہیّا کر دیں، دوسرے اجزا میں خود شامل کر دوں گا۔ خاندان میں آج تک یہ معجون تیار کی جاتی ہے۔ حکیم نواب علی بعد میں اپنے عقائد سے تائب ہو کر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو گئے۔ وہ کہا کرتے تھے:

مُنہ نِکّا تے گل وڈیری ، نہ کر ، مَت کوئی ہَسّے
اعظم ، شافعی ، مالک ، حنبل ایہ مسئلے نوں دَسّے

(منہ چھوٹا ہے اور بات بڑی ہے۔ یہ بات بیان نہ کر، کہیں لوگ ہنس نہ

Marfat.com

دیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسائل نہیں بتائے)۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ راجہ پہند اخان خود راوی ہیں کہ دلیال میں میری شادی تھی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ آپ دل جوئی کے لیے تشریف لائے۔ شادی میں ڈھول باجے کا آزادانہ استعمال تھا۔ آپ کا تقویٰ اس کا متحمل نہ ہوسکتا تھا۔ چنانچہ آپ انھی قدموں پر واپس چلے گئے۔ بعد میں اگرچہ ہماری دل جوئی کے لیے تشریف لائے مگر ہماری یہ شادی آخر کو ناکام رہی۔

۳۸۔ یکم فروری ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ روپڑ شریف والے خواجہ احمد جی رحمۃ اللہ علیہ، آلومہار والے حضرت چمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور باولی شریف والے خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ پیر بھائی تھے۔ تینوں حضرات ہادی نامدار، نتھیال کے مرید اور اجازت یافتہ تھے۔ ان حضرات کا نام حضرت نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بھی آتا ہے۔ کیوں کہ حضرت ہادی نامدار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی زندگی میں وصال فرمایا اور وصیّت کی کہ میرے مرشد زندہ ہیں، میرے خلفاء اور حلقہ بگوش ان کی خدمت میں چلے جائیں اور اللہ اللہ کریں۔ ان حضرات نے اس وصیّت کی تعمیل کی اور اسی وجہ سے حضرت نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بھی شمار ہوئے۔

اسی دوران قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ باولی شریف کا تذکرہ چلا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مائی صاحبہ

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہا باولی شریف کے تاثرات یہ تھے کہ آپ بہ ظاہر بڑے بھولے بھالے نظر آتے مگر تھے بڑے زیرک اور معاملہ فہم۔ آپ تہ بند اونچا باندھا کرتے۔ آستانہ عالیہ کی خدمت وظیفۂ زندگی سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ آپ تنور تپایا کرتے۔ آٹے کی پرات خود اٹھا کر تنور پر لاتے اور ہمیں دیتے۔ اپنے مرشد کو دَباتے مگر کبھی ان کے پلنگ پر پاؤں نہیں رکھا۔ ہمیشہ کھڑے ہو کر دباتے یا نیچے بیٹھ کر۔ گرمیوں میں رات رات بھر پنکھے سے ہوا دیا کرتے۔ مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جاؤ، سو جاؤ مگر آپ کہتے: ''گرمی ہے اور مچھر بھی بہت زیادہ ہیں۔ آپ کچھ آرام فرمالیں''۔ کبھی کبھی اسی حالت میں تہجد کا وقت ہو جاتا۔ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہم سوچا کرتے تھے کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا انسان!

۳۹۔ ۴۔ فروری ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

درگاہِ حضرت ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر گنبد کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس گنبد کی تعمیر کے سلسلے میں دربارِ عالیہ گلہار، کوٹلی کو مالی اعانت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی دوران باروالے مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صوفی غلام محی الدّین صاحب کا تذکرہ ہوا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ صوفی غلام محی الدّین ڈھڈیالہ جالب تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ کنگھی اور تسبیح وغیرہ بنایا کرتے۔ مولوی صاحب باروالے اکثر ان سے تسبیحیں خریدتے اور سنگیوں کے لیے چیچیاں شریف لایا کرتے۔ یہ تسبیحیں موٹے دانوں کی ہوا کرتی تھیں۔ اب بھی بعض پرانے سنگیوں کے خاندانوں میں کچھ تسبیحیں محفوظ ہیں۔ ایسی ہی ایک تسبیح خود قبلۂ عالم

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی استعمال کی جو تبرکاتِ سلطانیہ میں محفوظ ہے۔

صوفی غلام محی الدین اور ان کا سارا خاندان مسلک کے اعتبار سے اہلِ حدیث تھے۔ اللہ نے چاہا اور صوفی صاحب کے دل میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے مولوی صاحب بار والے سے ذکر کیا اور ان کے ساتھ زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب چچیاں شریف کے قریب پہنچے تو انھوں نے دُور سے ایک بزرگ کو جاتے دیکھا۔ صوفی غلام محی الدّین نے مولوی صاحب سے کہا کہ اگر یہی وہ بزرگ ہیں جن کی زیارت کو ہم یہاں آئے ہیں تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہیں!

وہ بزرگ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ بعد میں صوفی صاحب کی آپ سے تفصیلی ملاقات ہوئی تو وہ آپ کے حسنِ اخلاق اور تقویٰ سے متاثر ہوئے اور داخلِ سلسلہ ہو کر عمر بھر اسباقِ طریقت میں مشغول رہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب بھی حاضری کے لیے آتے، مزار شریف پر ایک قرآن مجید ختم کرتے اور پھر قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے واپسی کی اجازت طلب کرتے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے مزید فرمایا کہ مَیں مولوی صاحب بار والے کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ صوفی صاحب سے ملاقات ہوئی اور سرہند شریف حاضری کا پروگرام بنا۔ چنانچہ صوفی صاحب نے اس سفر میں ہمراہی اختیار کی اور ہم اکٹھے سرہند شریف حاضر ہوئے۔ اس موقعے پر مولوی صاحب نے بتایا کہ ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کو سرہند بھیجوں مگر کوئی سَنگی ساتھ ہو تو بھیجوں۔ آج قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ عملی طور پر ظہور میں آیا اور آپ کے ساتھ حاضری کا موقع ملا۔

Marfat.com

۴۱۔ ۱۵۔فروری ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ بابا بہادر علی ڈومال کھڈ گوجراں کے رہنے والے تھے۔ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وہاں لال دین کے گھر قیام فرماتے تھے۔آپ نے سیفو ملک سے بہادر علی کی شادی کی بات کی۔اس نے رشتہ دینے کا وعدہ کیا۔موقعے پر ہی خوشی میں چھوہارے بھی تقسیم ہوئے مگر بعد میں اُس نے رشتہ کہیں اور دے دیا۔جب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''یہ شکل لے کر نہیں جائے گا''۔آخر اُس نے خودکشی کی اور حرام موت مرا۔بابا بہادر علی نے بعد میں ڈومال خاندان میں شادی کی۔قاری محمد بشیر صاحب اسی اہلیہ کے بطن سے ہیں۔

۱۹۷۸ بکرمی میں پڑنے والے شدید قحط کا ذکر ہوا۔اس پر حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص سائیں حاجی محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ روایت بیان کی کہ دربارِ عالیہ میں شروع سے لنگر جاری تھا۔سنگیوں کو کسی روک ٹوک کے بغیر کھانا پیش کیا جاتا۔یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح جاری ہے۔ جب قحط پڑا اور غلّہ نایاب ہونے لگا تو کسی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ غلّے میں کمی کی وجہ سے لنگر کی روٹی کا کوئی معیار طے کرلیا جائے۔آپ نے فرمایا: ''اللہ پر بھروسہ رکھو''!اتنے میں اطلاع آئی کہ کلوٹی میں سے بچا کھچا غلّہ بھی پن چکّی پر پہنچ گیا ہے اور اب گھر میں غلّہ نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔آپ نے فرمایا: ''دیکھو شاید کسی کلوٹی میں کچھ رہ گیا ہو!نانی صاحبہ بڑی مصلحت شناس تھیں۔فوراً حقیقت تک پہنچ گئیں۔انھوں نے اپنی صاحبزادی سے کہا: ''سجادہ بیگم! جاؤ اور کلوٹی دیکھو''۔

Marfat.com

صاحبزادی صاحبہ نے عرض کی کہ آپ جائیں۔ چنانچہ نانی صاحبہ نے جا کر جب کلوٹی دیکھی تو وہ غلّے سے بھری ہوئی تھی۔ اس روایت کی تصدیق صاحبزادہ محمد معروف صاحب نے بھی خود مائی صاحبہ کلاں سے کی تھی۔

۴۲۔ ۲۴۔مارچ ۱۹۹۰ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ موضع پڑوٹھی، کوٹلی میں والدہ بوستان کے ہاں قیام پذیر تھے۔ سنگی بڑی تعداد میں آپ سے فیضان اور توجہات پا رہے تھے۔ جب آپ روانہ ہونے لگے تو والدہ بوستان نے شکایت کی کہ بھینسیں گابھن نہیں ہوتیں۔ آپ نے بھینسوں کی پیٹھ پر اپنا عصا پھیرا۔ آپ ابھی تالاب تک ہی پہنچے تھے کہ بھینسیں خواہش سے مغلوب ہو گئیں اور شکایت دور ہو گئی۔

۴۳۔ ۲۵۔مارچ ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اگر کبھی کوئی ایسی بات ہوتی جس سے کسی کی تنقید یا تنقیص کا کوئی پہلو نکلتا تو آپ فوراً ٹوک دیتے اور فرماتے: ”موت کی فکر کرو۔ دوسروں کو چھوڑو، اپنی خیر مناؤ۔ موت تمھارے تعاقب میں ہے۔ آگے جا کر پتہ چلے گا۔ صرف اپنی ذات سے سروکار رکھو۔ دوسروں کو زیرِ بحث نہ لاؤ“۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سنگیوں کا بڑا خیال رہتا تھا۔ کسی کو ملے ہوئے دیر ہو جاتی تو خود اسے پیغام بھیجتے کہ آ کر مل جاؤ۔ رخصت کرتے وقت فرماتے: ”ساہ دا وِساہ نئیں (سانس کا کوئی بھروسہ نہیں) جلدی ملنے کے لیے آیا کرو“۔ آپ خدمت یا

Marfat.com

نذرانے کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ محبت کا معیار اخلاص اور للہیّت تھا اور یہی وجہِ امتیاز تھی۔

۴۴۔ ۲۶۔ مارچ ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے دو حضرات کا مختصر ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سائیں نواب دین کھڑ اندز دکلّہ کے رہنے والے تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ اللہ والا شخص ہے۔ وہ شدید سردیوں کی طویل رات بھی اکتارے کی لَے پر گزار دیتے تھے۔

سائیں سلطان بخش گلہ کی محبت بھی مثالی تھی۔ وہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ عرس سے چند دن پہلے ان پر خاص جذب وشوق طاری ہو جاتا۔ یہ کیفیت دیدنی ہوتی۔ وہ گھر گھر جا کر سنگیوں کو عرس کی بشارت دیتے اور اپنے طور پر تیاری کی تحریک کرتے۔ ان کی آواز بڑی موثر تھی۔ جب سنگیوں کا قافلہ روانہ ہوتا تو وہ مستانہ وار قافلے کے آگے پیچھے دوڑتے۔ دربارِ عالیہ کے قریب پہنچتے تو جذب ومستی میں ''اللہ اللہ'' پکارتے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کی آواز سن کر مسکراتے اور فرماتے: ''سلطان بخش آ گیا!''

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ مَیں نے خود سائیں سلطان بخش کے پھٹے ہوئے پاؤں دیکھے ہیں۔

۴۵۔ یکم اپریل ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول بیان فرمایا کہ آپ رات کو سونے سے پہلے سورۂ مُلک اور اکیسویں پارے والی سورۂ

Marfat.com

سجدہ ضرور تلاوت فرماتے اور یہ دو سورتیں پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔

۴۶۔ ۲۔اپریل ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے کیمبل پور والے مولانا سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں کسریاں والے مولوی صاحب بھی کہا جاتا تھا۔ وہ اس علاقے میں لوگوں کو اللہ اللہ بتاتے تھے۔ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی علاقے میں تھے اور کشمیر والے پیر کہلاتے تھے۔ ایک بار مولانا سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے۔ بعد میں ارادت مندوں کے پوچھنے پر فرمایا: ''نیک بزرگ ہیں مگر علم سے عاری ہیں''۔ رات کو خواب میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ آپ کا ان کے متعلق گمان یہ ہے مگر ان کے اندر چراغ جل رہے ہیں۔ مولانا نے صبح اٹھتے ہی چھچیاں شریف کا رخ کیا۔ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما چکے ہیں۔ کرب و اندوہ کے عالم میں زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ بعد میں انھوں نے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ سے سلوکِ مجدّدیہ حاصل کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔ ان کے مُرید ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

۴۷۔ ۱۰۔اپریل ۱۹۹۰ء، بروز منگل

دورانِ گفتگو سائیں محمد حسن زلفاں والے رحمۃ اللہ علیہ کی جاں نثاری اور فدا کاری کا تذکرہ ہوا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات میں سائیں صاحب نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مَیں بے علم تھا۔ آپ کی راہ نمائی میں زندگی گزارتا تھا۔ اب آپ کے بعد میرا

Marfat.com

کیا ہوگا؟ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ اللہ کرنا، نماز پڑھنا بہتر ہوگا''۔ چنانچہ اسی کلمۂ اللہ پر ان کا خاتمہ ہوا۔

ان کا انتقال یوں ہوا کہ وہ مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں کھنگر وغیرہ نکال رہے تھے اُس دور میں گاؤں میں اکثر مساجد کچی ہوتی تھیں۔ اسی کوشش میں سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مٹی کے نیچے دَب گئے۔ گاؤں والے موقعے پر پہنچ گئے۔ جب انھیں مٹی کے نیچے سے نکالا گیا تو لگتا تھا کہ انتقال کر گئے ہیں۔ سانس بند تھی۔ نبض نہیں چل رہی تھی۔ بہ ظاہر زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اچانک ہی سانس پلٹا۔ ہونٹوں نے حرکت کی اور زبان پر کلمہ طیّبہ جاری ہوگیا۔ لوگ چارپائی پر لٹا کر گھر لے گئے۔ راستے میں بلند آواز سے کلمہ طیّبہ پڑھتے رہے۔ انھوں نے دو پیغام دیے۔ ایک یہ کہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے سلام عرض کریں اور کہیں کہ میری غلطیاں اور کوتاہیاں معاف فرما دیں۔ دوسرا یہ کہ صاحبزادہ صاحب جہاں کہیں ہوں انھیں بلا لائیں۔ اتفاق سے مَیں اس وقت گھر پر ہی تھا۔ فوراً چل پڑا۔ ابھی دریائے پونچھ کے کنارے پہنچا تھا کہ انتقال کی خبر سُنی۔ مولوی قطب الدّین صاحب مجھے کہتے کہ جنازے کے آگے چلیں اور کہتے کہ بزرگوں کے پاس جانے کے یہ فائدے ہیں! بہت بڑی تعداد نے جنازے میں شرکت کی۔

اس علاقے میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ اثر بہت زیادہ تھا۔ لوگوں میں شریعت کا رواج ہوگیا تھا۔ زیادہ تر لوگ بدعتوں سے بچنے اور زندگی اور موت دونوں احکام شریعت کے مطابق بجا لانے کی کوشش کرتے۔ جو مقامی رسم و رواج شریعت کے خلاف ہوتے، ان سے بچتے۔

Marfat.com

دیوان علی صاحب کی روایت ہے کہ چکوال والے نگاہ علی شاہ گولڑہ شریف بیعت تھے مگر انھوں نے بتایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بڑی سریع الاثر ہے۔ حبیب اللہ اب تہجد بھی پڑھتا ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ مولوی محمد ابراہیم سیاکھ بہت بڑے عالم اور استاد تھے۔ اندازِ زندگی بھی صوفیانہ تھا۔ ایک بار حشمت علی صاحب پوٹھہ والے کے جنازے کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ از راہِ تواضع فرمانے لگے: ''آپ بھی آئے ہوئے تھے تو آپ جنازہ پڑھاتے!'' پھر انکسار سے کہا: ''جس نے دو چار کتابیں زیادہ پڑھی ہوں، زیادہ ہی متکبر ہوتا ہے۔ جنازہ دعا ہے۔ عاجزی کا مطالبہ کرتا ہے''۔

۴۸۔ ۱۸۔اپریل ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ محمد عالم راجکا نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے خواہش ظاہر کی کہ قرآنِ مجید پڑھوں۔ اس وقت آپ بوڑھے تھے۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

باطن دا اک سانس مبارک بہتر سال ہزاروں
سو سو ختم کلام اللہ دا اک اک ساعت پاروں

انسان اگر عبادت میں کبڑا ہو جائے تب بھی یہ ذکر بہتر ہے۔

بھائی محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے کسی مجذوب کو دیکھ کر ویسا ہی بننا چاہا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''اچھا کھانا کھاؤ۔ اعتدال میں رہو اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں لگے رہو''۔ پھر

Marfat.com

یہ شعر پڑھا:

نہ چندان بخور کز دھانت برآید

نہ چندان کہ از ضعف جانت برآید

(نہ اِتنا زیادہ کھاؤ کہ مُنہ سے باہر نکل آئے، نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے جان ہی نکل جائے)۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سَنگی عبادت میں بہت ذوق وشوق محسوس کرتے تھے۔ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے نیند کے غلبے سے بچنے کے لیے تارا میرا کے تیل کی سلائی آنکھوں میں لگاتے۔ اسی طرح خدا بخش سکنہ مہنڈر کے متعلق روایت ملتی ہے کہ انھوں نے نو ماہ کا چلّہ کیا اور نیند کے غلبے سے بچنے کے لیے اپنے بال اوپر چھت کے ساتھ باندھ رکھتے تھے۔

۴۹۔ ۲۔مئی ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بارش میں چھتری اور دھوپ میں چادر استعمال کرتے۔ کوئی بات بھول جاتی تو بار بار درود شریف پڑھتے یہاں تک کہ وہ بات یاد آجاتی۔

۵۰۔ ۵۔مئی ۱۹۹۰ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ معمولات بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اکثر بدھ کو کپڑے دُھلواتے اور اکثر بدھ ہی کو پہنتے۔ آپ کپڑوں کو پیوند بھی لگاتے۔

ایک بار کسی سَنگی نے قرض کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ''بدھ کو کپڑے

Marfat.com

دھویا کرو اور بدھ کو غسل کیا کرو۔ ذہن میں یہ نیت رکھا کرو کہ قرض سے نجات ملے۔ اگر کسی وجہ سے کپڑے نہ دھو سکو تو کسی کپڑے یا رومال کو جزوی طور پر دھولیا کرو۔''

استاد الاساتذہ حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لدڑوی کا ذکر آیا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ آپ بے بدل عالم اور صوفی باصفا تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ وقت پہلے عیادت کے لیے تشریف لائے۔ ان دنوں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر محویت کے عالم میں رہتے۔ گفتگو نہ فرماتے۔ بابا فقیر محمد پہاڑیہ آپ کو وضو کرا رہا تھا۔ ابھی پاؤں نہیں دھوئے تھے کہ استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ بھائی محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ استاد صاحب آئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پاؤں اوپر کیے اور دو زانو ہو کر استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ مختصر بات ہوئی۔ استاد صاحب ابھی راستے ہی میں تھے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے پڑھائی۔

۵۱۔ ۶۔ مئی ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ تھن پال والے بابا نادر نے ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ مکان بنوانا چاہتا ہوں، دروازہ کس طرف رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ''جنوب کی طرف''۔ اور پھر اس کے فوائد گنوائے۔

۵۲۔ ۵۔ جون ۱۹۹۰ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان کیا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر سنگی روایت کرتے تھے کہ آپ کو دیکھنے سے سُستی اور غفلت دور ہو جاتی تھی۔ طبیعت اللہ کی طرف مائل ہو جاتی اور نماز کی پابندی کا شوق پیدا ہو جاتا۔

Marfat.com

۵۳۔ ۱۱۔جون ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ عثمان علی تھاتھی گوجر خان کے رہنے والے تھے اور گولڑہ شریف سے وابستہ تھے۔انھوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسباق حاصل کیے اور اکثر خدمت میں رہتے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارے توارث میں سلسلۂ قادریہ کے اسباق بھی ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ کچھ عرصہ استغفار: استغفر اللّٰہ الّذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔

۲۔ نفی واثبات، روزانہ ایک ہزار بار، ہر سویں بار محمد رّسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

۳۔ اثبات: الّا اللّٰہ، روزانہ ایک ہزار بار۔

۴۔ حق اللّٰہ ھو، روزانہ ایک ہزار بار۔

۵۔ ھُوَ اللّٰہُ، روزانہ ایک ہزار بار۔

۶۔ انت الھادی، انت الحق، لیس الھادی الّا ھو، ایک ہزار بار۔

۷۔ درود شریف: اللّٰھم صلّ علی محمد و آلہٖ و عترتہٖ بعددِ کُلِّ معلومٍ لک، روزانہ ایک ہزار بار۔

۵۴۔ ۱۷۔جون ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جمعے کے دن، نمازِ جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ضرور پڑھا کرتے تھے۔حضرت مجدد الف

Marfat.com

ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا۔ کیوں کہ اُس وقت اکبر کی حکومت جبر و استبداد کی حکومت تھی جو اسلامی ہیئت مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں انگریزوں اور ڈوگروں کی حکومت تھی اور ان کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہ تھا۔

۵۵۔ ۱۸۔جون ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے راوی ہیں کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مجلس میں سَنگیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''سَنگیو! مالک کے ہتھ ڈور ہے اور توحید کا سبق انحصار علی اللہ ہے''۔

۵۶۔ ۲۱۔جون ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف سَنگیوں کے بارے میں گفتگو کے دوران حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد بیان کیا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے: ''مشقت کرو۔ نذر و نیاز پر نظر نہ رکھو۔''

۵۷۔ ۴۔جولائی ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کسی سَنگی کو یہ اجازت نہ دیتے کہ وہ دوسروں سے متعلق بات کرے یا ان کے عیب پھولے۔ کوئی ایسا کرتا بھی تو آپ فوراً منع فرما دیتے اور کہتے کہ اپنی نبھاؤ۔ تمھیں کب کامیابی کا یقین ہو گیا؟ موت سے پہلے ہر آدمی خطرے میں ہے۔ وقت بہت قیمتی ہے۔ اس کی قدر پہچانو اور اسے ضائع نہ کرو۔

Marfat.com

۵۸۔ ۱۴۔ جولائی ۱۹۹۰ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ کبھی کسی قبرستان سے بغیر توجہ کے نہیں گذرتے تھے۔ ہمیشہ فاتحہ پڑھتے اور ایصالِ ثواب کرتے۔ ایک بار دلڑ کے قریب کسی قبرستان سے فاتحہ کے بغیر گذرے۔ پھر واپس آئے۔ ایک خاص قبر پر کھڑے ہوئے، پھر بیٹھے۔ مراقبہ بھی کیا۔ ایک سنگی کے دریافت کرنے پر فرمایا: ''عذاب میں مبتلا تھی۔ آگ کے شعلے نظر آرہے تھے۔''

۵۹۔ ۱۹۔ جولائی ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ اصحابِ رڈہ والے سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ خود بتاتے ہیں کہ جن دنوں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ رجور دورے پر تھے، مَیں نے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ سائیں صاحب! ہفتے میں دو دن یہاں حاضری دیا کرو۔ سائیں صاحب کہتے تھے کہ مجھے دن یاد نہیں رہے۔

۶۰۔ یکم اگست ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان کیا کہ بابا اللہ دتہ، سائیں محمد حسن زلفاں والے کے ماموں تھے۔ وہ بڑے وجیہ جوان اور صاحب ثروت زمیندار تھے۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ مکان تھا۔ ان مکانوں میں دیودار کی لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ بابا اللہ دتہ کی نسبت کسی اور آستانے سے تھی مگر بعد میں وہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے سابقہ پیر کہیں دورے پر

Marfat.com

علاقے میں آئے تو بعض معاندین نے اُنھیں اُکسایا کہ آپ کے مریدوں کو ورغلایا جارہا ہے۔ یہ محض اتہام تھا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ انھیں اپنے مریدوں تک کی تعداد کا علم نہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی ریکارڈ تھا۔آپ ہر طالب کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر راہِ راست کی طرف راہ نمائی کردیتے تھے۔

بہ ہرصورت وہ پیر صاحب اس بات سے بہت برہم ہوئے اور انھوں نے اظہار کیا کہ مَیں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے مباحثہ یا مکالمہ کروں گا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ علاقے کی کسی مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔وہ بزرگ کافی آدمیوں کے ساتھ وہاں آئے۔لوگ شاید معرکہ دیکھنے ان کے ساتھ ہوگئے تھے۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تسبیح پر ذکر کررہے تھے۔آپ کو بتایا گیا کہ فلاں بزرگ اِس نیّت سے آئے ہیں۔مگر آپ نے کوئی ردِّعمل ظاہر نہ کیا اور خاموش رہے۔وہ بزرگ مسجد سے کتراتے ہوئے کسی مرید کے ہاں کہیں اور چلے گئے۔

سائیں محمد حسن کہتے تھے کہ اگر وہ بزرگ مسجد میں آ بھی جاتے تو ہم نہایت عاجزی سے پیش آتے۔نذرانہ پیش کرتے اور اس سلسلے میں طریقت کا اقتضاء بھی پیش کرتے۔

تاہم بابا اللہ دتہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی سرپرستی میں ذکر وفکر کرتے رہے۔انھوں نے گھر میں ایک کمرہ عبادت کے لیے مخصوص کرلیا تھا۔اگرچہ ان پڑھ تھے مگر نمازِ تسبیح اور درود شریف تنجینا باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ مَیں نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔نمازِ جنازہ مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ان کی اولاد نے ڈیڑھ من

Marfat.com

کھوران کے جنازے پر تقسیم کی۔

۶۱۔ ۲۔اگست ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مد ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ پنڈ دادن خان کے قرب و جوار کے ایک صاحب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سَنگی نہ تھے، اجنبی تھے۔ وہ آپ سے مخاطب ہو کر بار بار داتا دربار لاہور کا ذکر کرتے اور کہتے کہ وہاں رجوعِ خلائق دیکھ کر بہت حیران ہوا ہوں۔ معلوم نہیں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کیا وظیفہ پڑھا کرتے تھے! مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار والے راوی ہیں کہ جب اس نے بار بار ذکر کیا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پھر آنا۔ تمھیں وہاں بھیجوں گا۔ خود بات کر لینا اور دریافت کر لینا۔''

ایک بار مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار والے کے ہمراہ اُس علاقے کے ایک صاحب چِچیاں شریف آئے۔ کچی مسجد اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی انھیں زیادہ پسند نہ آئی۔ انھوں نے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا: ''او مولوی! مُڑ کا ئیں تے بُھلیا ہیں؟'' (اے مولوی! کس چیز پر ریجھے ہو؟) مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میاں آپ اپنی مرضی سے یہاں آئے ہیں۔ جی چاہے تو کچھ فائدہ اٹھا لیں۔ مجھے کیوں کچھ کہتے ہیں؟ دوسرے دن جب سَنگی مسجد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے تو وہ صاحب چادر تان کر سوئے پڑے تھے۔ مولوی صاحب کو شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کیا سوچیں گے کہ کیسا آدمی ساتھ لایا ہے! گفتگو کے دوران قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف نظر کرتے رہے۔ چند لمحوں میں وہ صاحب چادر اتار کر اٹھ بیٹھے اور مخصوص چکوالی لہجے میں کہنے

Marfat.com

لگے: ''پیرامڑ توں تے بڑا ڈونگھا آدمی ہیں!'' (پیر صاحب! آپ تو بڑے گہرے آدمی ہیں)۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں آکر فرمایا: ''خاموش رہو۔'' وہ سہم گئے۔

نشست کے بعد جب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے کہا کہ یہ کیا اندازِ گفتگو تھا؟ انھوں نے کہا: ''مولوی! وَت تُدھ نُوں گل دَساں میرے نال کی ہویا (مولوی صاحب! پھر آپ کو بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہوا)۔ مَیں نے نیند میں میدانِ حشر دیکھا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بہت نورانی ہے، سر پر تاج اور ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ مریدوں کو اکٹھا کر رہے ہیں کہ جلدی کرو، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے سلسلے کے لوگ پہلے پار ہوں گے۔ پھر میری آنکھ کُھل گئی اور مَیں نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے وہ جملہ کہا''۔ (یہ ان صاحب کی گفتگو کا مفہوم ہے)۔

۶۲۔ یکم اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کی تمام قبور کی پہچان رکھتے تھے۔ ایک بار آپ نے قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سب مزارات سے متعارف کرایا مگر وہ یاد نہ رکھ سکے اور شناخت بُھول گئی۔ یہ قبرستان میرپور حویلی کے پاس تھا۔ قاضی شیخ فتح اللہ صدیقی شطاری رحمۃ اللہ علیہ نے حویلی کے ساتھ کچھ اراضی خاندانی قبرستان کے لیے وقف کردی تھی۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں حاضری دیتے تو پہلے اپنے جدِّ امجد کے مزار کو پاؤں کی جانب بوسہ دیتے۔ پھر مغرب کی طرف رخ کر کے فاتحہ پڑھتے اور

Marfat.com

مراقبہ کرتے۔

ایک بار چک حکیماں والے مولوی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے محمد حنیف کے ہمراہ مزار شریف پر آئے۔ محمد حنیف صاحب پر محویت چھا گئی اور وہ استغراق میں چلے گئے۔ جب افاقہ ہوا تو واپس روانہ ہوئے۔ راستے میں محمد حنیف صاحب نے انکشاف کیا کہ عالمِ محویت میں یوں محسوس ہوا کہ صاحبِ مزار کی خواہش تھی کہ ہم وہاں قیام کرتے۔ مولانا نے فرمایا کہ وہیں بتا دیتے تو رک جاتے! مولانا اپنے صاحبزادے محمد حنیف صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انھیں کشفِ قبور حاصل ہے۔

۶۳۔ ۹۔اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے نے بیان فرمایا کہ مستری محمد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ وہ بتاتے کہ آپ نے انھیں اذان کے دوران اللہ اکبر پر جلّ جلالہٗ کہنا سکھایا۔ نماز سکھائی اور خاص طور پر سجدے کی حالت میں پیٹ اور رانوں کے درمیان خلا کی اصل صورت سمجھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر صلّی اللہ علیہ وسلّم کہنا سکھایا۔

۶۴۔ ۱۱۔اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ہر کام کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے اور چیزوں کے لین دین میں ہمیشہ دایاں ہاتھ استعمال کرتے۔ وضو کی ابتداء میں دعا کے اوّل وآخر تین تین بار درود شریف پڑھتے۔ آپ نے مجھے جھاڑو دینے کا طریقہ اس طرح تعلیم کیا کہ جھاڑو کی

Marfat.com

گرفت کی جگہ مضبوطی سے پکڑو، اس کا اگلا حصّہ کھول کر رکھو اور جھاڑ دو۔

۶۵۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان کیا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس مسئلے یا بات کا علم نہ ہو یا تحقیق نہ کی ہو، اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے، ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کشف و کرامات کے ذکر کو بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کرو اور احکامِ شریعت کی پیروی کرو۔ کہیں کشف و کرامات دھوکہ نہ دے جائیں اور کامل و اکمل ہونے کی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے۔

۶۶۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ہدایت کی کہ پگڑی باندھتے وقت ہر بَل پر درود شریف پڑھا جائے اور کھولتے ہوئے بھی اسی طرح پیچ در پیچ کھولا جائے اور اسے احترام سے رکھا جائے۔

۶۷۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء، بروز جمعرات

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سوتے وقت تین بار آیت الکرسی پڑھ کر سینے پر پھونکتے اور تہجد کے لیے اُٹھتے وقت اِنّ الّذین آمنوا سے لے کر احد تک پڑھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بندہ وقت کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ بیداری کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔

۶۸۔ ۳۔ نومبر ۱۹۹۰ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ارشاد کیا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

فرماتے تھے کہ قے کی تکلیف میں ''یا حضرت جعفر صادق'' پڑھنے سے اللہ کے فضل سے تکلیف دُور ہو جاتی ہے۔

۶۹۔ ۶۔نومبر ۱۹۹۰ء، بروز منگل

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر جب تک زبیریہ نسبت غالب رہی، احوال و مواجید کا غلبہ رہا۔ بابا اسماعیل کی طرف دیکھا تو اسے وجد آ گیا۔ لیکن جب سیفیہ نسبت غالب ہوئی تو بحرِ ذخّار کی سی حالت ہوگئی۔ وہ جوش و خروش اور اضطراب نہ رہا۔ کہتے ہیں کہ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے کو وصال کے وقت وجد آ گیا تھا۔

۷۰۔ ۷۔نومبر ۱۹۹۰ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ معمولات بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سردیوں میں جرابیں بھی پہنتے تھے اور موزے بھی مگر مسح صرف موزوں پر جائز سمجھتے تھے۔ سَنگی دستانے بھی پیش کرتے رہے مگر ایسی شہادت نہیں ملی کہ آپ نے کبھی استعمال کیے ہوں۔ آپ چادر اوڑھے رکھتے اور وہ بھی اس طرح کہ سر اور چہرے کے دونوں پہلو ڈھکے رہتے۔ بٹن کھلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ مسجد میں مٹی کے چراغ کو لیمپ پر ترجیح دیتے۔ سَنگیوں کو ہمیشہ احترام اور شفقت سے بلاتے۔ صوفی، میاں، حاجی یا سَنگی کہہ کر مخاطب ہوتے۔ آپ کو کھانے میں سونجنا کی پھلیاں پسند تھیں۔ آکسن کی جڑیں یا آٹا نشاستہ کے ساتھ ملا کر حلوہ پکواتے۔ کریلے پسند تھے۔ خشک روٹی مرغوب تھی۔ دودھ، لسّی نہ پیتے۔ چاول نہ کھاتے۔ انڈے اور دال مونگی استعمال کرتے۔ گندم کی روٹی پسند تھی۔

Marfat.com

کریلے اور سونجنا کی پھلیوں کا اچار بھی ڈلواتے۔ معجونِ فلاسفہ استعمال کرتے تھے۔

۷۱۔ ۱۱۔نومبر ۱۹۹۰ء، بروز اتوار

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سودائی کی روایت سے بیان کیا کہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کے فرضوں کے بعد گیارہ بار، ظہر کے فرضوں کے بعد نو بار، عصر کے فرضوں کے بعد سات بار، مغرب کے فرضوں کے بعد پانچ بار اور عشاء کے فرضوں کے بعد تین بار آیت الکرسی پڑھنے کا طریقہ تلقین کیا۔

۷۲۔ ۱۲۔نومبر ۱۹۹۰ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی چادر بہ شکلِ نقاب ہوتی۔ نماز کے دوران ہاتھ چادر سے باہر ہوتے۔ آپ کی نماز کا طریقہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کے مطابق تھا۔ آپ التحیات کے دوران رفعِ سبابہ نہ کرتے اور آپ نے کسی کو ایسا کرنے کو بھی نہیں کہا۔

۷۳۔ ۲۶۔جون ۱۹۹۳ء، بروز ہفتہ

آج سائیں ولد سلطان علی کا انتقال ہوگیا۔ ان کا جنازہ شام چھ بجے دربارِ عالیہ پر ہوا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ان کی وفات کی خبر سننے کے بعد بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی بار کوٹلی آئے تو رات کو انھی کے گھر میں ٹھہرے تھے۔

۷۴۔ ۱۴۔جنوری ۱۹۹۴ء، بروز جمعہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

زندگی بھر کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔ مسکینی اور درویشی ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ اس عجز و انکسار کی سَند حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لدڑوی نے ان الفاظ میں دی: ''ہندوستان کے کئی مشائخِ عظام کی صحبت میں رہنا نصیب ہوا اور عرب کے بعض مشائخ کو بھی دیکھا مگر جتنا انکسار قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ہے، کہیں نظر نہیں آیا''۔

۷۵۔ ۳۔اپریل ۱۹۹۴ء، بروز اتوار

کل سائیں محمد حسن رجور سے دربارِ عالیہ گلہار، کوٹلی آئے۔ رعشے میں مبتلا ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ اصحابِ رَڈّا والے سائیں محمد حسین بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ گوڑہ مسجد میں سائیں محمد حسین، اصحابِ رڈا کی سفارش پر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بتایا کہ نماز پڑھتا ہوں۔ ختمِ قرآن کی تاریخ لکھ لیتا ہوں۔ بیماری کے باوجود روزانہ دو چار پارے پڑھ لیتا ہوں۔ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّر کرتا ہوں تو ان کی کشادہ پیشانی، دراز زلفیں اور فرغل آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے آپ وضو کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

۷۶۔ ۱۵۔جون ۱۹۹۴ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سَنگی بابا غفوری رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ ان کے وظائف میں ختمِ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ، ذکر پاس انفاس اور چار رکعت تہجد شامل تھے۔ وہ کوٹلی محلّہ بلیاہ کے قبرستان میں دفن ہیں۔

Marfat.com

۷۷۔ ۲۹۔جون ۱۹۹۴ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ اصحابِ رَڈّا والے سائیں محمد حسین بخشی دیوان چند کے مقروض تھے اور سخت مجبور تھے۔اصل زر ادا کر چکے تھے مگر سود در سود کا چکّر ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔کیس عدالت میں تھا۔انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی پریشانی بیان کی۔کھیری سوچانی والے غلام محی الدین صاحب بھی وہاں موجود تھے۔وہ قانونی اور عدالتی امور کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔انھوں نے کہا کہ وکیل کے ذریعے قسط ہلکی ہو سکتی ہے۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اس یقین کے بعد کہ اصل زر ادا ہو چکا ہے، سائیں محمد حسین سے فرمایا کہ وکیل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ اللہ کرتے عدالت میں پیش ہو جانا! چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور عدالت نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر کیس خارج کر دیا۔کیس اپیل در اپیل جموّں تک گیا مگر فیصلہ سائیں صاحب کے حق میں بحال رہا۔

۷۸۔ ۱۸۔نومبر ۱۹۹۴ء، بروز جمعہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پسندیدہ شعر کا ذکر کیا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نشست میں پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس پر عمل کرنے سے کئی پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

حلق خود را دُور دار از ہر مزہ
تا نیفتی در بلا و در بزہ

(اپنے حلق کو ہر مزے سے دور رکھو تا کہ آفتوں اور مصیبتوں میں نہ پڑو)۔

Marfat.com

۷۹۔ ۱۳۔جنوری ۱۹۹۵ء، بروز جمعہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ فقہی اور دوسرے دینی مسائل کے بارے میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ رہا ہے کہ متقدمین نے جو مسائل حل کر دیے ہیں، انھیں دوبارہ زیرِ بحث نہیں لانا چاہیے۔ کیوں کہ وہ لوگ زمانہ رسالت کے قریب تھے اور آج صدیاں گزرنے کے باوجود ان مسائل پر امت کا اجماع ہے۔ البتہ نئے مسائل کے لیے اجتہاد ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے بھی کڑی شرائط مقرر کی گئی ہے۔ ہر کسی کو اجتہاد کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ اس لیے دینی مسائل پر بحث میں احتیاط لازم ہے۔

اختلافی مسائل کے بارے میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دوٹوک فرما دیتے کہ اپنی نبھاؤ۔ اگر خود امتحان میں پاس ہو گئے ہو تو پھر دوسرے کو زیرِ بحث لاؤ ورنہ اپنی فکر کرو۔ کڑا امتحان انتظار کر رہا ہے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے سنگیوں کو ہدایت فرما رکھی تھی کہ اپنے سے پہلے سنگیوں کا احترام کیا کریں اور ان کا خیال رکھا کریں۔ درخت بھی پُرانا ہو تو اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بڑوں اور بوڑھوں کے ادب واحترام میں کوتاہی کی کہاں گنجائش ہو گی؟ آپ خود شیخِ طریقت ہونے کے باوجود اپنے تمام سنگیوں اور دوسروں کا احترام کرتے تھے۔

۸۰۔ ۱۱۔مارچ ۱۹۹۵ء، بروز ہفتہ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگی ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے تھے اور سب اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور

Marfat.com

صدق واخلاص کے پیکر تھے۔میں نے خود میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کا ایک مشاہدہ کیا ہے۔آپ عرس کے موقعے پر سنگیوں کے ہمراہ گھوڑی کے آگے آگے چلتے آرہے تھے۔گھوڑی اگرچہ کاٹھی بند تھی مگر آپ احتراماً سوار نہیں ہوتے تھے۔آخری ایام میں جب ضعف بڑھ گیا تھا تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار اور اجازت پر سوار ہوتے تھے۔اس روز وہ لدڑ سے آرہے تھے جب کہ میں گولیاں لانے جارہا تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی خاموش تھے اور ان کے سب سنگی بھی خاموش تھے۔ سب سنگی برہنہ پا تھے۔انھوں نے مجھ سے لدڑ جانے کا سبب دریافت کیا اور پھر خود گولیاں منگوانے کا بندوبست کیا۔ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنی ٹوپی اتار کر ان کے قدموں پر رکھ دی۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے روکنے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر معانقہ ہوا۔میاں صاحب نے آپ کی دست بوسی کی اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔

۸۱۔ ۱۱۔مارچ ۱۹۹۵ء، بروز ہفتہ

آج کی نشست میں نکہ کڑتی مسجد کا ذکر ہو رہا تھا جسے اب یونیورسٹی کیمپس کی مسجد بھی کہا جاتا ہے۔اسی حوالے سے حاجی مولانا بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا۔حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ وہ بتاتے تھے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں فرمایا تھا کہ مسجد بنانی ہے تو اپنے گھر سے بہتر بنانا۔ پھر حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے چیچیاں شریف کی مسجد کا ذکر کیا کہ وہاں کی پہلی مسجد کچی تھی۔لپائی کی جاتی تھی۔سنگی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ مسجد پکی ہو۔مستری سے رابطہ کیا گیا تو اس نے بتایا کہ بائیس ہزار کے لگ بھگ اینٹیں درکار ہوں گی۔اُن دنوں اینٹ

Marfat.com

کی قیمت بائیس روپے فی ہزار تھی۔اینٹیں موقعے پر منگوالی گئیں مگر تعمیر شروع نہ ہوئی۔ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ نے روپے مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیے۔اگرچہ رقم آنے میں کافی وقت لگا۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد شہید کرنے میں زیادہ دلچسپی کا اظہار نہ فرمارہے تھے۔تاہم سنگیوں نے باہم مشورہ کیا کہ مسجد کو شہید کر دیا جائے تاکہ تعمیری مرحلہ شروع ہوسکے۔اس فیصلے کے مطابق صبح ہی سنگی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ نے منڈیرا کھاڑنے شروع کردیے۔اَن گھڑ پتھروں سے بنیاد تیار ہوئی۔ گارے سے چنائی کی گئی۔۱۲x۲۴ کا ہال، ایک دروازہ، دو طاق اور شمال کی طرف ۳x۱/۲ ا کی ایک کھڑکی مسجد کی کل کائنات تھی۔یہ فیصلہ کیا گیا کہ چھت میں دیودار کی لکڑی استعمال کی جائے۔میاں غلام محی الدین کھیری سوچانی والے نے یہ ذمہ داری قبول کی اور دیودار کی لکڑی مہیا کرنے کا یقین دلایا۔میاں صاحب جہاں دیدہ اور سیانے آدمی تھے۔ان کے ذریعے بہتر لکڑی قیمتاً مل سکتی تھی مگر وہ کسی وجہ سے اپنے قول کا اعتماد بحال نہ رکھ سکے۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سلسلے میں کھیری مسجد تک پہنچے۔سائیں محمد حسن اس دن پوٹھہ میں نہ تھے بلکہ واپسی پر بھی وہاں موجود نہ پائے گئے۔جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مست خان کی بن پر پہنچے تو عقیدت مند خواتین گھروں سے دوڑتی آئیں۔اتنے میں سائیں محمد حسن زلفاں والے بھی آگئے۔ انھوں نے اصرار کیا کہ واپس چلیں ورنہ ہماری خیر نہیں۔اس پر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سائیں سودائی والی مسجد میں بیٹھے۔مائی رسول بی نے دعوت کی۔سنگیوں کو علم ہوا کہ میاں غلام محی الدّین وعدہ پورا نہ کر سکے۔مائی رسول بی نے اپنی بیٹی کا سونے کا بلاق مسجد کے لیے دیا۔سائیں محمد حسین عرف سائیں مندو کو جب پتہ چلا کہ قبلۂ عالم رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ چلے گئے ہیں اور اب بوھڑی کے مقام پر ہیں تو وہ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہونے لگے کہ آپ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں کھیری لے گئے ہیں؟ بادشاہ بھولے ہوتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مسجد کی چھت میں پُھلا ہی کے شہتیر اور بالے استعمال کیے جائیں۔

بد قسمتی سے چند دن بعد میاں غلام محی الدین کے گھر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو سب کچھ لُوٹ کر لے گئے اور چوروں کا پتہ بھی نہ چل سکا۔ وہ گل بیگم جو گھوڑی پر خادماؤں کے جلو میں آیا کرتی تھیں، زوال کی لپیٹ میں آ کر نہایت خستہ حالت میں تھیں۔ میاں صاحب طویل علالت کے بعد بے کسی کی حالت میں انتقال کر گئے۔ ادھر مسجد کی تکمیل قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہوئی اور چھت قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی نگرانی میں ڈالی گئی۔ مسجد کا مینار نہ بن سکا۔ میاں محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایران چلے گئے۔ ایک حادثے میں ان کے کان جَل گئے۔ عرصے کے بعد اِس حالت میں آئے کہ شاید ہی کوئی شناسا بھی ہو!

۸۲۔ ۳۱۔ جنوری ۱۹۹۶ء، بروز بدھ

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو کا موضوع کبھی کبھی بہ ظاہر دنیوی ہوتا مگر اس سے بھی کسی کی اصلاح مقصود ہوتی تھی۔ ایسی باتوں کے زیرِ اثر متعلّقہ شخص کی حالت فوراً بدلنا شروع ہو جاتی تھی۔

سَنگیوں کو وظائف تفویض کرنے میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض ترجیحات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ مدظلّہ العالی نے فرمایا کہ آپ سب کو کتابی وظائف تعلیم نہ کرتے۔ البتہ درود مستغاث اور شجرۂ طریقت تو سَنگیوں کا معمول تھا۔

Marfat.com

اکثر سنگیوں کو حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات بتاتے اور ان پر پابندی کی تاکید فرماتے۔ اسی طرح درود تنجینا تین سو تیرہ بار، درود ہزارہ گیارہ تسبیح، درود خضری گیارہ تسبیح اور ذکر اسمِ ذات پر بہت زیادہ زور دیتے اور فرماتے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اِس پر توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔ یہ ایک ایسا وظیفہ ہے جس کے لیے وضو شرط نہیں۔ اسمِ ذات تصفیۂ قلب کے لیے بہت موثر وظیفہ ہے۔

تصوّرِ شیخ، ختمات اور دوامی ذکر وفکر آپ کی ترجیحات کا خاص حصّہ تھے۔ بعض اوقات خلفاء کو ایک ایک سبق پر کئی ہفتے مشق کرائی جاتی اور توجہ دی جاتی۔ خلفاء نے بھی بعد میں یہی طریقۂ کار اپنایا اور اپنے حلقۂ اثر میں انھی ترجیحات کو رواج دیا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے بتایا کہ ایک بار وہ چچیاں میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حجرۂ خاص میں تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ دی تو ان کے دل کا نُور سامنے دیوار پر ہالہ بن کر چمکنے لگا۔ انھوں نے خود اچھی طرح محسوس کیا کہ یہ ان کے دل کا نور ہے۔ یہ محض قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا کمال تھا اور یہ قلبی نور کا وہ اظہار تھا جس کی حسرت اکثر اہل اللہ کو رہی۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہمانوں کو الوداع کرتے وقت تین بار آیت الکرسی پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتے۔ آپ نے سنگیوں کو بھی ہدایت کر رکھی تھی کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر پھونک دی جائے۔

Marfat.com

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ رسالہ منوّر شریف بھی آپ کے زیرِ مطالعہ رہا۔ اس میں آیات کا ترجمہ اشعار کی صورت میں تھا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے مزید ارشاد فرمایا کہ ایک بار دربارِ عالیہ چچیاں شریف کی مسجد میں بعض حضرات نے بہ آوازِ بلند کلمہ شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ سنگیوں نے محسوس کیا اور ٹوکا۔ اس پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سنگیو! اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ کوئی بلند اور کوئی آہستہ لیتا ہے۔ ہوسکتا ہے ان کے شیخ نے انھیں ایسی ہدایت کی ہو۔ لہٰذا اپنے اپنے کام سے سروکار رکھو۔ الجھاؤ اچھا نہیں!''

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ ایک بار مَیں لالہ موسیٰ سٹیشن پر تھا۔ ایک صاحب ہمارے پاس آئے۔ حاجی علی داد صاحب کڑتی والے بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ٹرین کا انتظار تھا۔ ان صاحب نے اپنا نام قاری غلام نبی بتایا اور تعارف کرایا کہ للہ شریف سے نسبت رکھتے ہیں۔ انھوں نے ہم سے پوچھا کہ ہم کہاں کے رہنے والے ہیں؟ مَیں نے بتایا کہ میرپور ریاست جموں کشمیر میں رہتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میرپور کے علاقے میں ایک سلطان ہوئے ہیں، بڑی برگزیدہ شخصیت تھے۔ پھر انھوں نے بتایا کہ چار ''سلطان'' ہوگذرے ہیں۔ ایک حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے حضرت سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اور چوتھے یاد نہیں رہے۔ پھر قاری غلام نبی صاحب نے دعوت کی پیش کش کی مگر بہ صد شکریہ معذرت چاہی گئی۔

۸۳۔ ۱۱۔ نومبر ۱۹۹۶ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ بابا فوجدار خان رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ فرماتے تھے کہ لسانی ذکر پر قلبی ذکر کو بڑی فوقیت حاصل ہے، اگرچہ دونوں ذکر اپنی اپنی جگہ افادیت رکھتے ہیں۔ وہ قلبی ذکر کی اہمیت یوں واضح کرتے تھے کہ جس طرح اندر کی خرابی دور کرنے کے لیے باہر کی لیپا پوتی اتنا فائدہ نہیں دیتی جتنا جپال کا ایک دانہ اندر کی ساری خرابی کو خارج کر دیتا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر عبادت اچھی ہے مگر ذکر واحد ایسی عبادت ہے جس کا رشتہ سانس سے قائم ہے۔ جب تک سانس قائم ہے، ذکر قائم ہے۔ وضو شرط ہے نہ طہارتِ لباس وغیرہ جیسی دوسری شرائط ضروری ہیں۔ اس لیے ذکر کا اہتمام کرتے تاکہ سنگیوں میں ذکر کا ملکہ پیدا ہو جائے اور سانس کی آمد و رفت کا حصّہ بن جائے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ پیر نگاہ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ چکوال سے تعلّق رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک بار میاں دیوان علی صاحب، دلڑ والے سے فرمایا کہ بڑے بڑے شہنشاہ پیر دیکھے ہیں مگر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تاثیر کا جواب نہیں۔ باغی اور سرکش لوگ بھی آپ کی خدمت میں آ کر مطیع ہو گئے۔ بے راہ روی اور سرکشی ترک کر کے شریعت کے حصار میں یوں داخل ہوئے کہ سراپا شریعت بن گئے۔

۸۴۔ ۲۵۔نومبر ۱۹۹۶ء، بروز پیر

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان کیا کہ ایک بار قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ نے عید کے موقعے پر ضرورت سے زیادہ کھانا کھا لیا۔ پیٹ میں بوجھ اور گرانی محسوس ہونے لگی۔ انھوں نے قے کے ذریعے کھانا خارج کر دینا چاہا۔ مکئی کا موسم تھا۔ وہ مکئی کے کھیت میں جا کر منہ میں انگلی ڈال کر کوشش کرتے رہے کہ قے ہو جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اسی دوران ظہر کی اذان ہو گئی۔ وہ اسی گرانی اور بوجھ کی

Marfat.com

کیفیت میں وضو کرنے مسجد میں آئے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی کوزہ سامنے رکھے وضو کر رہے تھے۔ آپ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا: ''پہلے ہی احتیاط کرتے۔ بعد میں منہ میں انگلیاں دینے سے کیا فائدہ!''۔

Marfat.com

بابِ سوّم

حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء

Marfat.com

پھل اپنے درخت کا بہترین تعارف ہوتا ہے۔ شاگرد کو دیکھ کر استاد کے کمال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی شیخِ طریقت کے روحانی مقام اور اُس کے اندازِ تربیت کو جاننے کے لیے اُس کے تربیت شدہ خلفاء اور مریدوں کے احوال سے آگاہی بہت مفید ہوتی ہے۔ خلفاء اور مریدین اپنے شیخ کی تربیت کا عملی نمونہ، اُس کی معنوی اولاد اور اس کے فیضان کا تسلسل ہوتے ہیں۔ ان کی شخصیات، اخلاق و کردار اور معمولات و کوائف جانے بغیر شیخ کا جامع اور کامل تعارف ممکن نہیں ہو سکتا۔ اِس اہمیت کے پیشِ نظر تذکرۂ سلطانیہ کا یہ باب قبلۂ عالَم حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء اور مریدانِ باصفا کے تعارف کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور خلفاء کی صحیح تعداد کا علم نہیں ہو سکا۔ ان کا کوئی تحریری ریکارڈ موجود نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے کبھی اس کی کوئی ضرورت محسوس کی۔ آپ کے چند خلفاء اور مرید اکثر حاضرِ خدمت ہوتے رہتے اور آپ کے وصال کے بعد بھی اُنھوں نے یہ تعلق استوار رکھا۔ ان حضرات رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں مختلف ذرائع سے کافی معلومات ملتی ہیں۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات پیش کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی فتح محمد تھا۔ ٹھب تحصیل ڈڈیال کے نواحی گاؤں چھہار کے رہنے والے تھے۔ قد مائل بہ درازی، بدن چھریرا اور رنگ گندمی تھا۔ مہندی کا استعمال کیا کرتے تھے۔ فرغل پہنتے اور تہ بند کا استعمال کرتے تھے۔ تہ بند ٹخنوں سے کافی اونچا ہوتا۔ دیسی ساخت کی جوتی پہنتے۔ پانچ گوشی ٹوپی پہنتے اور اس پر اکثر ہلکی پگڑی باندھتے تھے۔

آپ کا پیشہ زمین داری تھا۔ سارا خاندان طبعاً دین دار تھا۔ ایک بار منڈی مویشیاں میرپور سے بھینس خرید کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں چھپیاں شریف مسجد میں رات پڑاؤ کیا سحری کے وقت میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سیف الملوک کے چند اشعار سوز وگداز کے ساتھ پڑھے۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سماعت فرمائے۔ اشراق کے بعد مراقبے سے فارغ ہو کر پردہ ہٹایا تو پہلی نگاہ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ پر پڑھی۔ اسی ایک نگاہ نے میاں صاحب کے دل کا فیصلہ کر دیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت عالمِ شباب تھا۔ اس سے پہلے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ آپ نے انھیں مسجد میں بٹھا کر مختصر گفتگو کی۔ اس گفتگو نے میاں صاحب کے دل میں محبت کا بیج بو دیا۔ فارغ ہو کر گھر گئے مگر دل میں ایک کش مکش پیدا ہو چکی تھی۔ طرح طرح کے سوالات ابھرتے اور خود بہ خود مٹتے۔ زاویۂ نگاہ میں تبدیلی آ گئی۔ ماضی کے کام دھندے اور دلچسپیاں کچھ پھیکی لگنے لگیں۔ اسی صورتِ حال میں دن پہ دن گذرتے گئے۔ مشیتِ ایزدی اپنے طور پر کارفرما تھی۔ گھر کی کشش اپنی جگہ موجود تھی اور دل کی خلش تھی کہ بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے آستانے تک پہنچنے کے لیے بے قرار تھے۔اچانک ہی ایک معمولی واقعہ رونما ہوا۔ اس نے منصوبے کی تکمیل کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔

اس واقعے کے بعد بدمزگی سے بچنے کی خاطر میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آبائی گاؤں کو خیر باد کہ دیا اور چھچیاں شریف حاضر ہو کر وہیں رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اہلیہ محترمہ کو پیغام بھیجا کہ آپ بھی یہیں چلی آئیں یا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حقوق بخش دیں۔ وہ بڑی ذہین خاتون تھیں۔ انھوں نے پیش کش قبول کرنے کی بجائے اپنی طرف سے کچھ شرائط عائد کر دیں اور کہلا بھیجا کہ اس شرط پر حقوق بخشتی ہوں کہ جو نوازشات میاں صاحب پر ہوں گے ان میں میرا بھی حصہ ہوگا۔

اس کے بعد بابا فقیر محمد پوٹھیہ خادمِ دربار چھہار گئے اور میاں صاحب کے صاحبزادے میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو کندھوں پر اٹھا کر لے آئے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ، بھائی کی تلاش میں پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی دو صاحبزادیاں بھی وہیں آ گئی تھیں۔ یہ دونوں خاندان جو کسی وقت ایک دوسرے کے لیے بالکل اجنبی تھے، اب باہمی رشتوں کی وجہ سے ایک ہو گئے۔

حضرت میاں فتح محمد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تربیت پا کر آپ کے خلیفۂ اعظم ہوئے۔ ان کا فیض مقبوضہ پونچھ مہنڈر اور موجودہ تھکیالہ، پراوہ میں عام ہوا اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ بعد میں آپ کے صاحبزادے حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روحانی سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ شروع میں کثرت سے ذکرِ نفی و اثبات

Marfat.com

حبسِ دَم سے کرتے۔ روزانہ پچیس ہزار بار اسمِ ذات کا ورد آپ کے معمولات میں تھا۔ اسمِ ذات کا ذکر سبعہ لطائف پر کرتے تھے۔ روزانہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات بھی پڑھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کتابی وظائف میں دلائل الخیرات، حزب الاعظم، درودِ مستغاث اور شجرۂ طریقت شامل تھے۔ نوافل میں تہجد، اشراق اور اوّابین پر مواظبت تھی۔ نمازِ تسبیح بھی روزانہ پڑھتے۔ مراقبہ معمولات کا مستقل حصّہ تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں اکثر قبول فرماتے تھے۔

حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ وصال سے کچھ عرصہ پہلے بیمار رہے۔ اس دوران آپ مسجد شریف کی شمالی کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر اکثر قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ سرخ جلد کا ایک قرآنِ مجید ان دنوں آپ کے زیرِ تلاوت رہا۔ آپ کی طبیعت میں قدرے جلال تھا مگر شیخ کی محبت میں درجۂ فنا تک پہنچے ہوئے تھے۔

حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کئی تصرّفات بیان کیے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک قادیانی مُلّا جو ''مولوی روڈا'' کہلاتا تھا، آپ کی خدمت میں آیا۔ لوگ جوق در جوق آپ سے بیعت ہو رہے تھے۔ اس نے بھی از راہِ مذاق کہا: ''مَیں کی وی بیعت کرو۔'' (مجھے بھی بیعت کیجئے) میاں صاحب نے کہا: ''اَج آئی جا۔'' (آج آجاؤ)۔ آپ نے مولوی روڈا کو بیعت کیا جب توجہ دی اور اللہ ہو کی ضرب لگائی تو مولوی روڈا صاحب لوٹ پوٹ ہوتے مکان کے اُس حصّے میں چلے گئے جہاں مویشی بندھے ہوئے تھے۔ ان کے کپڑے نجاست سے لت پت ہو گئے۔

Marfat.com

سنگیوں نے سنبھالنے کی کوشش کی میاں صاحب نے فرمایا آج اُس کے اندر کی غلاظت دُھلنے دو۔اس توجہ کا اثر کمرے میں بندھی ہوئی گھوڑی پر بھی ہوا اُس نے بھی وجد میں آکر اپنے سُم زمین پر مارنے شروع کردیئے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی روڈا کو دلائل الخیرات کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جو زندگی بھران کے زیرِ مطالعہ رہا۔آپ کے وصال کے بعد وہ نسخہ مسجد سے ملا جسے مولوی صاحب کی لڑکی کی اجازت سے دربارِ عالیہ کے لیے حاصل کرلیا گیا۔

میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳۔رجب ۱۳۵۴ھ کو چچیاں شریف میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔تقریباً باسٹھ برس بعد، ۵۔مارچ ۱۹۹۳ء کو آپ کا تابوت خانقاہِ سلطانیہ، جہلم منتقل کردیا گیا۔آپ کے صاحبزادے حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳۔نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوا۔دونوں مزارات پہلو بہ پہلو ہیں۔ حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محترمہ رحمت بیگم رحمۃ اللہ علیہا آپ کے عقد میں تھیں۔آپ کے تین صاحبزادے محمد محبوب، محمد ارشد، محمد اقصد اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

Marfat.com

۲۔ حضرت قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تایا قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تایا زاد بھائی طریقت میں آپ کے مرید اور خلیفۂ مجاز تھے۔ شروع میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی گھر میں ان کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ آبائی گھر کی تقسیم ایک دیوار سے کی گئی تھی اور وہ بھی مکمل نہ تھی۔ بعد میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے پہلو میں مکان تعمیر کیا اور اس میں سکونت اختیار کی۔ یہی مسجد اور مکان آخر تک مرجعِ خلائق رہے۔

قبلۂ عالم کے جدِّ امجد خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ صاحبزادے تھے: قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ، قاضی محمد رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ، قاضی فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ، قاضی نور عالم رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی چراغ عالم رحمۃ اللہ علیہ۔ قاضی فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی نور عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک علیحدہ ڈھوک میں رہتے تھے۔ قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جب کہ قاضی محمد رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے حضرت قبلۂ عالم محمد سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ قاضی محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ حافظِ قرآن تھے اور روزانہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور اس کی تصدیق باولی شریف کے مولوی غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ قاضی محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ نے موہڑہ ملدیہ محال نزد دینہ میں امام مسجد کے طور پر زندگی کا بڑا حصّہ گزارا۔ وہیں آپ نے

Marfat.com

کھوکھر برادری کی ایک خاتون سے شادی کی جنھیں قرآنِ مجید حفظ تھا۔قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی محمد رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی اُسی گاؤں میں ہوئی۔

حادثاتِ زمانہ اور سکھوں کے مظالم نے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو بہت متاثر کیا۔دنیا سے جی اچاٹ ہو گیا اور آپ تجرّد کی طرف مائل ہو گئے۔ طبیعت کی بے قراری آپ کو ایک جگہ ٹکنے نہ دیتی۔اس دوران آپ موہڑہ ملدیہ محال پہنچے۔وہاں آپ کو مسجد میں نماز پڑھانے کا اتفاق ہوا۔لوگ آپ کی قرأت پر فریفتہ ہو گئے اور منت سماجت کر کے آپ کو وہیں ٹھہرا لیا۔ بعد میں ایک حافظہ خاتون سے آپ کی شادی بھی کرادی گئی۔

ایک دن آپ کے بیٹے قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ گاؤں کے کنوئیں پر گئے۔وہاں کچھ اہلِ دیہہ کے لڑکے پہلے سے موجود تھے۔دورانِ گفتگو کسی بات پر ان لڑکوں نے قاضی فضل احمد سے کہا کہ یہ کنواں تمھارا نہیں، ہمارا ہے۔انھیں یہ بات ناگوار گذری اور انھوں نے اپنے والدِ محترم کو واپس چھچیاں شریف چلنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح آپ دوبارہ چھچیاں شریف میں آباد ہوئے۔

قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ دراز قد تھے۔اعضا متناسب اور جسم متوازن تھا، بھاری نہ ہلکا۔ریش مبارک تِل چاولی تھی۔ چلنے میں لمبے قدم اٹھایا کرتے تھے۔لمبا کُرتا پہنتے۔ تہ بند ٹخنوں سے اوپر ہوتا۔ چار یا پانچ گوشی ٹوپی پہنتے۔ٹوپی پر عمامہ باندھتے۔زلفیں لمبی تھیں۔ہاتھ میں اکثر عصا رہتا۔سفید لباس زیادہ پسند کرتے۔کھیتی باڑی کے علاوہ درس و تدریس کا شغل بھی تھا۔فتح پور کے ساون شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جبر کے غلام محمد صاحب آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔آپ صاحبِ ارشاد

Marfat.com

تھے۔لوگوں کو اللہ اللہ بھی بتاتے۔حکمت سے بھی دلچسپی تھی اور جڑی بوٹیوں سے دیسی علاج کرتے تھے۔آپ قرآن مجید کی تلاوت بہت عمدہ کرتے تھے۔مخارج کا خاص خیال رکھتے۔تلاوت میں قانون اور قاعدے کی پابندی کرتے جس سے سامعین کے دلوں میں سرور پیدا ہو جاتا۔آپ نے بابا جی خواجہ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف سے قرآن مجید پڑھا اور انھی کا اندازِ تلاوت اپنایا۔

حضرت قاضی محمد عالم نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے سلوکِ مجددیہ حاصل کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔آپ کو سفر و حضر میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہنے کا کافی موقع ملا۔آپ کو اکثر مختلف ذمہ داریاں بھی سونپی جاتیں۔ایک بار آپ کو لاہور میں صوفی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک مغویہ کی بازیابی کے سلسلے میں درود تنجینا پڑھنے پر مامور کیا گیا۔اس کی برکت سے مغویہ برآمد ہو گئی۔اسی طرح ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ باولی شریف سے واپس آتے ہوئے، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر آپ نے سائیں رانجھا کو اللہ اللہ تعلیم کیا۔سائیں رانجھا رحمۃ اللہ علیہ اس کی برکت سے ولی بن گئے۔

ابتداء میں آپ دربارِ عالیہ میں لنگر کے لیے چکّی پیسا کرتے اور بعض اوقات قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کھانا بھی خود ہی تیار کرتے۔

تہجد، اشراق، اوابین اور نمازِ تسبیح آپ کے یومیہ معمولات کا حصّہ تھے۔ روزانہ مغرب سے عشاء تک مسجد میں رہتے۔اس دوران درود تنجینا تین سو تیرہ بار پڑھتے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات بھی پڑھتے۔کتابی وظائف میں دلائل الخیرات، درود مستغاث اور شجرۂ

Marfat.com

طریقت شامل تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد کھانا کھاتے تھے۔ آپ تعویذ بھی دیتے اور دَم بھی کرتے۔

آپ کی اولاد میں ایک بیٹا قاضی محمد لطیف اور ایک بیٹی تھی۔ قاضی محمد لطیف صاحب کو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ محترمہ مائی صاحبہ منظور بیگم آپ کے عقد میں تھیں۔ آپ کے تین صاحبزادے محمد معصوم، محمد معروف، محمد فاروق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

حضرت قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً دو ہفتے پہلے ۷۔ محرم ۱۳۵۲ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کو چیچیاں شریف کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ۷۔ مئی ۱۹۹۳ء کو آپ کا تابوت وہاں سے خانقاہِ، جہلم منتقل کیا گیا جہاں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے مغربی برآمدے میں، اپنے والدِ محترم قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آسودہ ہیں۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ آپ، بابا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گورداس پور گئے ہوئے تھے۔ جس دن وہاں سے واپس آئے، مَیں نے انھیں دھریک کے درخت کے نیچے وضو کرتے دیکھا۔ خیر خیریت دریافت کی تو کہنے لگے کہ بخار ہے۔ یہی بخار تین چار دن کے بعد وصال کا بہانہ بن گیا۔

گورسیاں کے میاں محمد یوسف کو قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی۔ ان کے مزاج پر سُکر غالب تھا۔ انداز مجذوبانہ تھے۔ دونوں میں گہرے مراسم تھے۔ میاں محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کر رکھی تھی کہ قاضی محمد عالم ہی انھیں غسل دیں گے اور جنازہ پڑھائیں گے۔ اس فرض کی تکمیل کے لیے میاں صاحب

Marfat.com

نے قاضی صاحب کو تیس روپے، ایک جوڑا کپڑے اور پاپوش دے رکھے تھے۔

ایک دن میاں محمد یوسف نے قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کو خود ایک مجذوب کی خدمت میں لاہور بھیجا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب مَیں مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے فوراً واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ مَیں نے تعمیل کی۔ واپس پہنچا تو معلوم ہوا کہ میاں محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سفرِ آخرت کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ چنانچہ ان کی وصیّت پر عمل ہوا۔

Marfat.com

۳۔ مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ باروالے

آپ پنڈدادن خان کے رہنے والے تھے۔ بعد میں چک حکیماں نمبر ۱۸ تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدّین میں آباد ہوئے۔ اس کے بعد نقل مکانی کر کے موضع دوڑ صوبہ سندھ میں آباد ہو گئے۔ سندھ میں افراتفری اور عدم تحفظ سے مجبور ہو کر ان کے ایک پوتے غلام مرتضیٰ بن محمد حنیف نے ۱۹۹۲ء میں حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کو ایک عریضہ تحریر کیا اور اپنے خاندان کی مخدوش صورتِ حال کا تذکرہ کر کے گوجرخان، پنجاب میں منتقل ہونے کی اجازت چاہی چنانچہ غلام مرتضیٰ صاحب تحصیل گوجرخان میں آباد رہے۔ وہ خطاطی کے پیشے سے منسلک ہیں۔ ان کے دیگر لواحقین دوڑ صوبہ سندھ میں ہی آباد رہے۔ اب وہ خود بھی دوبارہ گوجرخان سے منتقل ہو کر دوڑ سندھ چلے گئے ہیں۔

مولانا غلام نبی کا قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ، قبلۂ عالَم کے تایازاد بھائی قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت ہوا۔ وہ قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ انھوں نے لاہور میں مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ تعلیم پائی۔ بعد میں وہ حویلی میکناں تحصیل پھالیہ میں امامت کراتے تھے۔ یہیں مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے میل جول ہوا۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی محمد فاضل سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ اتفاق سے انھی دنوں قاضی محمد عالم اپنے بھائی سے ملنے وہاں گئے۔ مولانا کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا جائزہ لیا

Marfat.com

تو انھیں آپ کا عکسِ جمیل پایا۔ اس سے ان کا اشتیاق بڑھ گیا۔ بات چیت ہوئی تو اور زیادہ متاثر ہوئے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی تڑپ زیادہ ہوگئی۔ اگرچہ پہلے بھی کسی شیخ سے وابستہ تھے تاہم قبلۂ عالَم کی خدمت میں چچیاں شریف حاضر ہوگئے۔ قبلۂ عالَم کا حسنِ اخلاق، تقویٰ اور پابندیِ شریعت دیکھ کر بے اختیار بیعت کی درخواست کی جو قبول ہوئی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں سلوک مجددیہ طے کیا اور صاحبِ خلافت واجازت ہوئے۔

آپ طالبوں کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کرتے اور ذمہ داری اور شفقت سے ان کی روحانی تربیت کرتے۔ ان کے قابلِ ذکر سنگیوں میں فضل احمد سکنہ کٹھیالہ نزد ملک وال، امام دین سکنہ پھیچراں اور محمد مرزا سکنہ منڈی بہاء الدین اہم ہیں۔

مولانا غلام نبی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ اکثر پاپیادہ دربارِ عالیہ پر حاضر ہوتے۔ آپ کا تن من دھن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پر نثار تھا۔ لنگر کی خدمت میں بہ نفسِ نفیس حصہ لیتے۔ لنگر کی ضروریات کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ دودھ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کبھی کوئی بھینس لاتے اور کبھی گائے۔ جب انھیں احساس ہوا کہ لنگر میں ایندھن کی دقت ہے اور ایندھن فاصلے پر سے، کھنڈی کی دہار کے جنگل سے لانا پڑتا ہے تو وہ لکڑی ڈھونے کے لیے اونٹنی خرید لائے۔ پھر ایک اور اونٹنی لے آئے۔ اس طرح لنگر کے لیے ایندھن لانے میں بہت سہولت ہوگئی۔ اس اونٹنی سے تین چار بچے بھی حاصل ہوئے۔

مولانا کو اگر کبھی احساس ہوتا کہ مسجد میں صفیں نہیں ہیں تو از خود پنجاب سے پٹھے کی اچھی صفیں لا کر مسجد میں بچھا دیتے۔ گویا ہمہ وقت اس تجسس میں رہتے کہ دربارِ

Marfat.com

عالیہ اور لنگر کی خدمت کا کوئی موقع کہاں نکل سکتا ہے۔ بعض اوقات آپ طالبانِ حق کی دینی وروحانی تربیت کے خیال سے کتابیں بھی لے آتے۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کا قد درمیانہ، جسم متوازن مائل بہ فربہی تھا۔ زلفیں کانوں کی لوتک تھیں مگر بعد میں سر منڈاتے تھے۔ کُرتا زانو تک ہوتا۔ بازو کُھلے ہوتے۔ تہ بند استعمال کرتے۔ موٹے کھدّر کا سفید لباس پہنتے۔ سردیوں میں اونی اور گرمیوں میں سوتی ٹوپی پہنتے اور ان پر پگڑی باندھتے۔ دیسی ساخت کی جوتی استعمال کرتے تھے۔

آپ کے معمولات میں تہجد، اشراق، اوّابین، پچیّس ہزار بار اسمِ ذات روزانہ اور اس کے علاوہ نفی واثبات، مراقبات اور ختمات شامل تھے۔ آپ درمیانی قسم کی تسبیح استعمال کرتے جس میں ۱۱۰/ ۲۵ شمارے ہوتے۔ کتابی وظائف میں سواپارہ قرآنِ مجید، دلائل الخیرات کی یومیہ منزل، حزب الاعظم، درود مستغاث اور شجرۂ طریقت شامل تھے۔

مولانا غلام نبی بڑے پرہیزگار تھے مگر انھیں کیمیاگری کا خبط تھا۔ انھوں نے اس شغل کے لیے احباب کا ایک حلقہ پیدا کر رکھا تھا جس میں بعض اکابر بھی شامل تھے۔ یہ دُھن انھیں قریہ بہ قریہ پھراتی اور نت نئے تجربات کراتی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اُن کی اِس روش سے نالاں تھے اور ایسی حرکات کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ آپ نے بارہا انھیں ٹوکا اور اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ اس شوق نے انھیں بعض سخت آزمائشوں سے بھی گذارا۔ اس کے باوجود ان کا تقویٰ قابلِ تعریف تھا۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ بھی اکثر دربارِ عالیہ میں رہتیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی انھیں پھوپھی کہہ کر پکارتے۔ وہ بڑی خدا ترس اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ روزانہ باقاعدگی سے پانچ پارے منزل پڑھتیں۔ آخری عمر میں یہ مقدار کم ہو کر سوا پارہ ہو گئی تھی۔ وہ لنگر کے لیے چکّی پیسا کرتیں اور اس دوران سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتی رہتیں۔ انھیں کچھ کتابی وظائف بھی بتائے گئے تھے۔ وہ ان پر کاربند رہیں۔ وہ گاؤں کے بچّوں اور بچیوں کو تعلیم دیا کرتی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ اتنے خروار غلّہ ہوتا ہے اور اس کا دانہ دانہ میرے ہاتھ سے گذرتا ہے۔ وہ سارا غلّہ چکّی پر ہی پیستی تھیں کیوں کہ مولانا مشینی چکّی کا آٹا استعمال نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ چکّی باہر لگی ہوتی ہے اور اسے نجس جانور چاٹتے رہتے ہیں۔

مولانا کے پانچ بیٹے محمد حنیف، نور احمد، محمد حسین، محمد صدیق اور غلام سرور تھے۔ محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور تھا کہ انھیں کشفِ قبور حاصل ہے۔ محمد حسین صاحب کی نسبت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ محمد حنیف صاحب کئی سال پہلے آخری بار دربارِ عالیہ کالا دیو، جہلم حاضر ہوئے اور عرس مبارک میں شرکت کی۔ دربارِ عالیہ گلہار، کوٹلی بھی آئے۔ بچّہ بھی ہمراہ تھا۔ سلسلۂ عالیہ میں بھی داخل ہوئے۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ اکثر دعا کرتے کہ صوبہ سندھ میں موت واقع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ وہ موضع رکن تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدّین کے مقام پر اپنے ایک عقیدت مند محمد صالح کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک بیمار ہوئے اور وہیں وصال فرمایا۔ تاریخِ وصال ۱۴۔ جمادی الاوّل ۱۳۷۳ھ ہے۔ انھیں رکن ہی میں دفن کیا گیا۔ کچھ عرصے تک عقیدت مندان کے

Marfat.com

مزار سے واقف تھے۔ بعد میں قبرستان کے پھیلنے اور اولاد کی طرف سے سنبھال نہ رکھ سکنے کی وجہ سے مزار کی شناخت ممکن نہ رہی۔ دربارِ عالیہ نے مختلف احباب اور مختلف ذرائع سے مزار کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جب مایوسی انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے قبر کی نشان دہی کا ایسا سبب پیدا فرمایا کہ سارے شکوک وشبہات دور ہو گئے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ دفن کے وقت ایک خاص قسم کے پتھر کی نشانی رکھی گئی تھی۔ انھوں نے قبر کی نشان دہی کی۔ کھدائی پر وہ پتھر مل گیا۔ بعد میں ان کا تابوت یونیورسٹی کیمپس کڑتی، کوٹلی کی مسجد کے پہلو میں منتقل کیا گیا۔

مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک جُماں کا ذکر نہ کیا جائے۔ وہ مُصلّی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا۔ ان کے ہمراہ چھیاں شریف آیا کرتا۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔

میرپور کا علاقہ بارانی تھا۔ سال بھر سبز چارہ میّسر نہیں آتا تھا۔ مولانا کی خواہش پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گھوڑی مولانا کے ہاں چک ۱۸ بھیجی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے جُماں کو ہدایت کی کہ مولوی صاحب اعتکاف میں ہوں گے تو تم گھوڑی کی خدمت کرنا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بقول جُماں بھی عجب کردار تھا! وہ روایت فرماتے ہیں کہ جب جُماں گھوڑی لے کر میرے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ آپ گھوڑی سنبھالیں۔ مَیں اپنے گھر چکوال سے ہو کر آتا ہوں۔ مَیں نے اسے کہا کہ مجھے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف کا حکم دیا ہے اور آپ کو گھوڑی کی دیکھ بھال کا۔ لہٰذا ہمیں اپنا اپنا کام کرنا چاہیے۔ مگر جُماں چکوال جانے پر مُصر رہا۔ مَیں اعتکاف میں چلا گیا اور وہ گھوڑی باندھ کر مسجد کے کونے میں بیٹھ کر درود تنجینا پڑھنے لگا۔ اس کے بقول

Marfat.com

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا ہوا تھا کہ پریشانی اور مصیبت کے وقت ایک ہزار بار یہ درود شریف پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ آسانی کر دیتے ہیں۔ اس دوران جُماں نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا: ''آپ کے لیے بہتر نہ ہوگا!'' پھر اس نے وظیفہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی زار و قطار رونے لگا۔ آدھی رات کے قریب مجھے دل گرفتگی محسوس ہوئی اور مَیں گھبراہٹ میں اعتکاف سے باہر ہو گیا۔

بعد میں جب مَیں گھوڑی دربارِ عالیہ پر لایا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف کے متعلق پوچھا۔ مَیں نے اصل صورتِ حال عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا: ''اسباق پکاؤ اور پہاڑ میں موضع ڈلیاہ چلے جاؤ''۔ جُماں بھی ہمراہ تھا اور اس کی مہربانیاں بھی ہر آن شاملِ حال تھیں! ایک صبح اس نے دربارِ عالیہ جانے کی اجازت چاہی اور کہا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ستا رہی ہے، اب زیادہ جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ دربارِ عالیہ چلا گیا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے میرے اعتکاف کے بارے میں پوچھا۔ جُماں نے کہا: ''کھا کر مَن اناج سو جاتے ہیں۔ اللہ اللہ کون کرتا ہے!'' یہ اور اس طرح کے کچھ واقعات ہیں جن کی بناء پر مَیں جُماں کو ''دانا دشمن'' کہتا ہوں۔

مولانا نے مزید روایت کی کہ جُماں جب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہوتا تو آپ کو دباتا۔ جب آپ جزاک اللہ کہتے تو وہ کہتا: ''جناب! میرے استاد کے لیے دعا کریں۔ ہیں تو بڑے متکبر، اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتے''۔

ایک دن دربارِ عالیہ پر مجھے اور جُماں کو اکٹھے کھانا دیا گیا۔ جُماں نے عرض کی کہ مولوی صاحب کو میرے ساتھ روٹی نہ دیا کریں۔ وہ مولوی لوگ ہیں، بُرا مناتے

Marfat.com

ہیں۔ مَیں نیچ ذات کا مُصلّی ہوں۔ جُماں کے یہ الفاظ کام کر گئے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اِس قسم کے امتیاز کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''مقامِ افسوس ہے کہ جُماں یہاں آ کر بھی مُصلّی ہی رہا اور یہاں بھی اونچ نیچ روا رکھے جانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جُماں ہمارے گھر کا فرد ہے''۔

دلیاہ جنگل میں مال مویشی کی رکھوالی کے لیے کُتا رکھا گیا تھا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تھا کہ دیکھ! سَنگیوں پر مت بھونکنا۔ اس کے بعد وہ سَنگیوں پر کبھی نہیں بھونکا۔ جُماں کی شکایات کے نتیجے میں جب اُس روحانی حصار میں شگاف پڑ گیا جو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے قائم تھا تو ایک رات جب مَیں اٹھا تو کُتا مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ قبلہ نانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا وہیں رہا کرتی تھیں۔ کُتے کی آوازیں سُن کر انھوں نے پوچھا: ''کُتا کیں نال اے؟'' (کتا کس پر بھونک رہا ہے؟)۔ مَیں نے عرض کی کہ کُتا مَیں نال اے (مجھ پر بھونک رہا ہے)۔ انھوں نے فرمایا: ''یہ سَنگیوں پر نہیں بھونکا کرتا''۔ مَیں نے عرض کی: ''مَیں آج سَنگیوں سے باہر ہوں۔ کیوں کہ جُماں دربارِ عالیہ گیا ہوا ہے''۔

اسی دوران ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کے لیے میرپور شہر تشریف فرما تھے۔ مولانا نے آپ سے عرض کی کہ جمعہ نے ہمارے گھر پرورش پائی ہے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور پڑھ لکھ کر جوان ہوا۔ اس نے ہمارے ساتھ گھر کے فرد کی حیثیت سے زندگی گذاری۔ گھر کے ہر کام میں اس کی شرکت رہی۔ یہاں تک کہ وہ خود کھانا پکا کر ہمیں کھلاتا رہا ہے۔ ہم نے کسی بھی معاملے میں کبھی اس کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں برتا۔ بھلا دربار شریف جیسی مقدس اور محترم جگہ پر اس سے امتیازی برتاؤ کرنے

Marfat.com

کی جسارت کیسے ہوسکتی ہے؟ آپ کی شنید میں ہمارے متعلق کبھی کوئی ایسی شکایت آئے جو شریعت اور طریقت کے مروجہ اصولوں کے خلاف ہو تو آپ باطنی نگاہ سے جائزہ لے لیا کریں تا کہ اصل صورتِ حال آپ پر منکشف ہوجایا کرے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب کچھ سننے کے بعد فرمایا کہ ہم سنگیوں کے حالات کی ٹوہ لگانے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کسی سنگی کے ایسے حالات منکشف کردیں جو ہمارے گمان کے خلاف ہوں تو یہ امر دعا میں حائل ہوسکتا ہے۔ جب کہ ہم سنگیوں کے لیے خلوص کے ساتھ دُعاگو رہتے ہیں۔

مولوی اکبر حسین صاحب نے محمد صالح کے بعد نور محمد صاحب کی روایت سے مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تصرّف بیان کیا کہ مرگی کا مریض خواہ ایک ایکٹر کے فاصلے پر ہوتا، آپ اپنی ران پر ہاتھ رگڑتے اور اس جانب پھونک مارتے تو مریض ٹھیک ہوجاتا۔ نور محمد صاحب کہتے تھے کہ مَیں اس وقت نوجوان تھا۔ روحانیت کی طرف زیادہ رغبت نہ تھی ورنہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے کمال کے آدمی تھے۔ ان سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا تھا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بھی اپنا ایک ایسا ہی مشاہدہ بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار مَیں چک نمبر ۱۸ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں تھا۔ ایک شخص چوہدری حبیب کا بیٹا دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے شکایت کی کہ اس کی بہن داڑھ کے درد میں مبتلا ہے اور سخت تکلیف میں ہے۔ آپ وہاں تشریف لائیں۔ مولانا نے کہا کہ تم گھر جاؤ اور دیکھو اب کیا حال ہے؟ پھر واپس آکر مجھے اطلاع دو۔ جب وہ چلا گیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہتھیلی کو دوبار زور سے اپنی ران پر رگڑا۔ اتنے میں اُس

Marfat.com

لڑکے نے آ کر بتایا کہ ہمشیرہ اب ٹھیک ہے! مَیں نے مولانا سے اس عمل کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے: ''قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّر باندھتا ہوں۔ پھر اس بیماری کو ذہن میں رکھ کر دفع کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے کے وسیلے سے شفا دیتے ہیں۔ بس یہی عمل ہے''۔

Marfat.com

۴۔ ملاّ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھگوان پورہ تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور کے رہنے والے تھے۔ لاہور میں ملازم تھے۔ بزرگوں کا بڑا احترام کرتے۔ کسی بزرگ کے متعلق سنتے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان کے دل میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی بڑی تڑپ تھی۔ لاہور میں آپ اکثر مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز پڑھتے۔ مولانا حلوائی اہل سنّت و جماعت کے دوٹوک مؤید اور حامی تھے۔ وہ کسی خلافِ عقیدہ کو مسجد میں نماز تک پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے تایا زاد بھائی قاضی محمد فاضل اُن دنوں مولانا حلوائی کے ہاں زیرِ تعلیم تھے۔ قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی قاضی محمد عالم کو اکثر ان کی خبر گیری کے لیے جانا پڑتا۔ وہیں مسجد میں ملاّ محمد رمضان کی ملاقات قاضی محمد عالم سے ہوگئی۔ ملاّ محمد رمضان پہلے ہی قاضی محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حمیدہ سے آگاہ اور متاثر تھے۔ قاضی محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر اور زیادہ متاثر ہوئے۔ ان کے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ چھپیاں شریف جا کر اس مرشدِ کامل کی زیارت کریں جس کی تربیت کا نتیجہ ایسے پاک باز اشخاص کی شکل میں ظاہر ہوا۔

ملاّ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ بڑے باادب اور منکسر المزاج آدمی تھے۔ چنانچہ چھپیاں شریف جاتے ہوئے جب جہلم میں ہوٹل پر ٹھہرے تو جوتا وہیں اتار دیا اور ننگے پاؤں دربارِ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد زندگی بھر آپ کا یہی معمول رہا۔ جتنے دن بھی دربارِ عالیہ میں ٹھہرتے، برہنہ پا رہتے۔ دربارِ عالیہ پر قیام کے دوران وہاں لنگر تقسیم کرنے کی ذمہ داری انجام دیتے۔

Marfat.com

ایک بار سردی کے یخ بستہ موسم میں زمین پر کُہر کی تہ جمی ہوئی تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ صبح حاجتِ ضروریہ کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ ملّا محمد رمضان اس خیال سے کہ آپ کو پانی کی ضرورت ہوگی، کوزہ اٹھا کر ننگے پاؤں باہر آ کر انتظار کرنے لگے۔ جب ایک پاؤں میں یخ بستگی کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ رہتی تو اس کو دوسرے پر رکھتے اور اس طرح بار بار بدلتے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''ملّا محمد رمضان! آپ کو کس نے پانی لانے کو کہا تھا؟ کوزہ چھوڑ کر فوراً اندر چلے جایئے۔''

ملّا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کو جب یقین ہو گیا کہ انھیں جس مردِ کامل کی تلاش تھی، وہ مل گیا ہے تو انھوں نے روحانی تربیت کے لیے دامن پھیلا دیا اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے سلوکِ مجدّدیہ طے کیا۔ اپنی عبادت و ریاضت اور تزکیۂ قلب سے اتنا اعتماد حاصل کر لیا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت و اجازت عطا فرمائی اور طالبوں کی راہ نمائی اور روحانی تربیت پر مامور کیا۔ اس کے بعد آپ بہ سلسلہ روزگار ایران بھی گئے۔ ایران میں قیام کی مدّت کا پتہ نہیں چل سکا۔ یہ بھی علم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کتنے لوگ داخلِ سلسلہ کیے۔

آپ پہلے سنگی ہیں جو لنگر کے لیے الٰہ آباد، انڈیا سے دسترخوان بنوا کر لائے۔ آپ کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا ہم سفر ہونے کا موقع بھی ملا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سفر مختصر ہوتے۔ مُلّا صاحب گھوڑی کی باگ پکڑ کر چلتے مگر پہلو بچا کر چلتے تاکہ شیخ کی طرف پُشت نہ ہو۔ اس دوران قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا عصا بھی آپ کے پاس ہوتا۔ اسے زمین سے نہ ٹیکتے بلکہ اٹھائے رکھتے۔

Marfat.com

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ان کے حوالے سے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دن قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ملاّ محمد رمضان کو میر پور شہر کسی کام پر مامور کیا۔ مَیں نے بھی ساتھ جانا چاہا مگر انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر لے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر قبلہ ثانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے ذریعے قبلۂ عالَم سے اجازت طلب کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ محمد رمضان کو تو ایک کام ہے، اس لیے میر پور جا رہا ہے۔ اِس کو کیا کام ہے؟ یہ گھوڑی کو تیز دوڑاتا ہے۔ خطرہ ہے کہ کہیں گر نہ جائے۔ آخر اجازت مل گئی لیکن یہ شرط عاید کی گئی کہ گھوڑی کی باگ ملاّ محمد رمضان تھامے رہیں گے۔ مِیرہ فتح پور پہنچ کر مَیں نے ملاّ صاحب سے باگ چھوڑنے کو کہا۔ کہنے لگے کہ اگر کوئی بات ہوگئی تو میرے دونوں جہان خراب ہو جائیں گے۔ بہ ہر صورت مَیں نے اپنا شوق پورا کیا۔ جب واپس آیا تو انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا: ''ماشاءاللہ!''

ایک حافظ صاحب لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے۔ ان کی بیوی اغوا ہوگئی۔ حافظ صاحب، ملاّ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے۔ حافظ صاحب نے اپنے دوست کے ذریعے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے توجّہ اور دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ قاضی محمد عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو ملاّ محمد رمضان کے ہمراہ لاہور روانہ کیا گیا۔ درود پاک کی برکت سے وہ معما حل ہوا اور مغویہ انبالہ چھاؤنی سے مل گئی۔ اسے ایک فوجی اغوا کر کے وہاں لے گیا تھا۔

ملاّ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ مضبوط جسم اور لمبے قد کے تھے۔ داڑھی گھنی تھی۔ سر منڈاتے تھے۔ کُرتہ پہنتے۔ تہ بند ٹخنوں سے اوپر باندھتے۔ پگڑی باندھتے۔ ان کا

Marfat.com

جوتا دیسی ساخت کا نوک دار ہوا کرتا تھا۔

ان کے معمولات میں تہجد، اشراق، اوّابین، ذکر اسمِ ذات اور نفی و اثبات شامل تھے۔ کتابی وظائف میں تلاوتِ قرآنِ مجید، دلائل الخیرات، درود مستغاث اور شجرۂ طریقت پر مداومت تھی۔

۱۹۴۷ء میں جب برِّ صغیر کی تقسیم ہوئی تو باؤنڈری کمیشن کے فیصلے کی بنا پر ضلع گورداس پور ہندوستان میں شامل ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں ملّا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کو بھگوان پورہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ وہ پاکستان آ کر تحصیل نارووال میں کراماں والی میں آباد ہوئے۔ وہاں انھیں زمین الاٹ ہوئی۔ وہیں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی ایک بار نارووال میں آباد سنگیوں کی دعوت پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی مناسبت سے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ملّا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالمجید آپ سے ملے تھے۔

Marfat.com

۵۔ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی گاؤں مہتہ لوسر نزد دینہ ضلع جہلم ہے۔ مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ لمبے قد اور متناسب جسم کے تھے۔ نہ موٹے لگتے تھے، نہ پتلے۔ زلفیں کانوں تک تھیں۔ بڑے خوش شکل اور خوش لباس تھے۔ شروع میں لباس اور ظاہری زیب و زینت پر خاصی توجہ دیتے۔ ان کے جوتے بھی نہایت نفیس اور نازک ہوا کرتے تھے۔ وادیِ سلوک میں قدم رکھا تو اِن چیزوں سے توجہ ہٹ گئی۔ پھر ہمہ وقت روحانی تربیت اور باطنی آرائش کا دھیان لگا رہا۔

آپ نے مختلف علاقوں میں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ لاہور میں مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شامل رہے۔ گوجر خان کے قریب اہیر کے درس میں بھی تعلیم پائی۔ پنڈوڑی میں مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ بہت اچھے واعظ تھے۔ اپنی تقریروں میں کثرت سے مثنوی مولانا روم، حافظ شیرازی اور میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہم کے اشعار برمحل پڑھا کرتے۔ شعرخوانی کا انداز بڑا دل نشیں تھا۔ آواز میں سوز و گداز تھا۔ اشعار کی لطیف عرفانی معنویت اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خوش آوازی سامعین میں رقّت پیدا کر دیتی اور وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ آخر میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مصروفیات کے پیشِ نظر وعظ سے روک دیا۔

مہتہ لوسر میں آپ کے قریب ہی خوشی محمد اور اس کا بھائی رہتے تھے۔ خوشی محمد کی رشتہ داری اندرہل، ڈڈیال میں تھی۔ رشتہ داروں کے ہاں ان کا آنا جانا اکثر ہوتا۔ وہ لوگ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگی تھے۔ ان کے ذریعے خوشی محمد بھی داخلِ سلسلہ

Marfat.com

ہوا اور خوشی محمد کی وساطت سے مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ بھی بیعت ہوئے۔ اس دوران وہ حصولِ تعلیم میں مصروف تھے۔ جب فرصت پاتے، حاضری دیتے۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی بار مہتہ لوسر تشریف لے گئے۔ وہاں کئی لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ خوشی محمد کے دو بھائیوں نور محمد کے علاوہ محمد ابراہیم، حیات علی اور کئی دوسرے سنگیوں نے بیعت کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ قیام قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ آپ بڑی جاں فشانی سے لنگر اور سنگیوں کی خدمت کیا کرتے۔ آپ کے حسنِ اخلاق اور جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر ایک بار میاں غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے خواہش کی کہ یہ نوجوان دربارِ عالیہ باولی شریف کے انتظامات کے لیے موزوں رہے گا لہٰذا اس کی خدمات باولی شریف منتقل کی جائیں۔ مولانا سے بات کی گئی تو انھوں نے اپنے شیخ کی خدمت سے دور ہونا پسند نہ کیا مگر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر آپ کے پیر خانے چلے گئے۔ وہاں صرف ایک رات قیام کر سکے۔ اگلے دن بہ صد معذرت واپس قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے آئے۔

مولانا محمد زمان نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل مجددی سلوک طے کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔ آپ نے بہت سے سنگیوں کو اللہ اللہ سکھایا۔ ان میں کملی والے حافظ فیروز الدین، پوٹھہ والے محمد حبیب، دینہ والے ماسٹر عبدالغنی اور چند دیگر احباب نمایاں ہیں۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں تہجد، اشراق، اوّابین، ختمِ

Marfat.com

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ، ختمِ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ، ذکر وفکر، ذکرِ اسمِ ذات، نفی واثبات اور مراقبات شامل تھے۔ قرآنِ مجید، دلائل الخیرات، درود مستغاث اور شجرۂ طریقت آپ کے کتابی وظائف تھے۔ آپ شب بیدار تھے۔ خصوصاً رات کا پچھلا پہر بیدار رہتے اور سنگیوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

آپ کی شادی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ مقبول بیگم سے ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ اپنے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے داماد اور حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدظلّہ العالی کے بڑے بہنوئی تھے۔ اسی لیے حضرت شیخ مدظلّہ العالی ہمیشہ انھیں "بھائی محمد زمان" کہہ کر یاد فرماتے تھے۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے ظہور احمد، مشتاق احمد، آفتاب احمد اور ایک صاحبزادی ہیں۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے قبلۂ عالم کی بہت سی باتیں اور واقعات محفوظ ہوئے جن میں سے بیشتر مختلف مقامات پر پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔ ذیل میں آپ کی ایک اور روایت نقل کی جاتی ہے:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن مَیں چھچیاں شریف میں دربارِ عالیہ کی طرح طرح کی مصروفیات انجام دے کر تھکا ماندہ گھر آیا تو قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے تنور تاپنے کا حکم دیا۔ طبیعت پر بڑی گرانی ہوئی۔ دل ہی دل میں سوچا کہ کس مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں۔ لحہ بھر بھی سستانے کا موقع نہیں ملتا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کمرے میں قیلولہ کررہے تھے۔ اچانک دروازہ کھلا اور آپ مجھ

Marfat.com

سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: ''ہم بھی اسی طرح پیر خانے کی خدمت کرتے رہے ہیں!'' اس پر مَیں بہت نادم ہوا کہ میرے قلبی واردات قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہو گئے۔

مولانا محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہفتہ، ۲۷۔ مارچ ۱۹۶۷ء کو اپنے آبائی گاؤں مہتہ لوسر میں ہوا۔ آپ کو مسجد کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں قبر کی جگہ کی نشان دہی کر کے اسے مخصوص کر لیا تھا۔ اب وہ حجرہ مقبرے میں بدل گیا ہے اور مزار پر خوب صورت گنبد ہے۔

Marfat.com

۶۔ میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع انب، ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔ وہاں کی مقامی مسجد میں امام اور معلّم کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس مسجد میں دربارِ عالیہ کے زیرِ اہتمام آج بھی درس اور شعبۂ حفظ جاری ہے۔ مسجد کے ملحقہ محلّے ہی میں چند گز کے فاصلے پر آپ کا گھر تھا۔ اس قربت سے فائدہ اٹھاتے۔ مسجد ہی میں نمازِ تہجد ادا کرتے اور اپنا اکثر وقت مسجد ہی میں گذارتے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگیوں کا یہی امتیاز رہا ہے۔

اشراق کے نوافل سے فارغ ہوکر آپ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرتے جو عام طور پر ظہر تک جاری رہتا۔ آپ کو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر بہت عبور حاصل تھا۔ اچھے خوش نویس بھی تھے۔ آپ کی تحریر کے چند نمونے دربارِ عالیہ میں محفوظ ہیں۔ آپ قرآنِ مجید قانون اور قاعدے سے پڑھاتے اور پڑھتے۔ اگرچہ لب و لہجے میں مقامی رنگ نمایاں تھا۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ اور سائیں محمد حلیم میں بڑی دوستی تھی۔ سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زندگی کے تقریباً ساٹھ برس اسی مسجد میں گذارے۔ انھوں نے یہ سارا زمانہ صائم النّہار رہ کر گذارا اور ذکر وفکر و عبادت کے سوا کسی سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ اسی مسجد میں چند ماہ مرض الموت میں مبتلا رہے اور وہیں رحلت ہوئی۔ اب سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خضری مسجد گل پور میں ہے۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ دُبلے پتلے سے مختصر جسم کے مالک تھے۔ رنگ گورا اور زلفیں دراز تھیں۔ داڑھی بہ حدِ قبضہ تھی۔ مہندی لگایا کرتے تھے۔ کُرتا اور تہ بندان کا

Marfat.com

لباس تھا۔ تہ بند ٹخنوں سے اوپر ہوتا۔ چار گوشی ٹوپی پر ململ کی پگڑی باندھتے۔ نوک دار جوتی پہنتے۔ سفید لباس زیادہ پسند تھا۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی وابستگی یوں ہوئی کہ آپ اندر ہل کے علاقے میں دورے پر تھے۔ میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی آمد کا پتہ چلا تو زیارت کو آئے۔ اس سے پہلے آپس میں شناسائی نہیں تھی۔ چوں کہ دین دار آدمی تھے اس لیے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ زندگی سے بہت متاثر ہوئے۔ پہلے بھی سلسلۂ نقشبندیہ کے کسی بزرگ سے بیعت تھے مگر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کو دیکھ کر آپ ہی کے ہو کر رہ گئے۔ پھر انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں مکمل سلوکِ مجدّدیہ طے کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ میاں ستار محمد کے اخلاص اور اتباعِ شریعت میں ان کے جذب وشوق کو بہت پسند فرماتے اور ان سے بڑی محبت وشفقت رکھتے تھے۔ آپ اکثر انب جاتے۔ وہاں کے قیام کے دوران شریعت اور طریقت کے معارف پر میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی گفتگوئیں فرماتے۔ میاں ستار محمد کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض آیاتِ قرآنی کی عارفانہ تشریح کا انداز بہت پسند تھا اور آپ کے ایسے ارشادات سے وہ بڑے محظوظ ہوتے اور اپنی اکثر مجالس میں اس کا ذکر کرتے۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کا ماحول دینی تھا۔ ہر چھوٹا بڑا اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے اپنا ایک مشاہدہ بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں انب گیا ہوا تھا۔ میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ان کے گھر گیا۔ ان کی صاحبزادی کو سخت بخار تھا۔ کان میں آواز پڑی کہ بچّی کی

Marfat.com

والدہ اسے بخار کی حالت میں تیمم کر کے نماز ادا کرنے کی ترغیب دے رہی ہے اور سمجھا رہی ہے کہ جب تک ہوش قائم ہے، نماز فرض ہے، اور یہ فرض موت سے پہلے عام حالت میں ساقط نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی ماں اپنی بیمار بیٹی کا حوصلہ بھی بڑھا رہی تھی کہ مَیں تیمم اور نماز کے دوران تمھیں سہارا دوں گی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دین سے محبت وعقیدت تمام افرادِ خانہ کی گھٹی میں پڑی تھی۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یومیہ معمولات میں نمازِ فجر کے بعد تین سو تیرہ بار درود تنجینا، نمازِ مغرب کے بعد نمازِ تسبیح، اسم ذات، نفی واثبات اور مراقبات شامل تھے۔ کتابی وظائف میں روزانہ سوا پارہ منزل پڑھتے۔ نماز ظہر کے بعد دلائل الخیرات پڑھتے۔ درود مستغاث اور شجرۂ طریقت بھی پڑھتے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات بھی روزانہ باقاعدگی سے پڑھتے۔ قیلولہ کے بھی پابند تھے۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔ سنگیوں سے ملتے وقت محبت اور احترام سے معانقہ کرتے اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتے۔ جمعہ گل افغانی آپ کا مرید تھا۔ آپ کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تعویذ دینے کی بھی اجازت تھی بلکہ بعض اوقات دربارِ عالیہ کے لیے بھی تعویذ لکھتے تھے۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے محمد صادق اور عبدالحق تھے۔ محمد صادق صاحب سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ، وانگت، مقبوضہ کشمیر کے داماد ہیں۔ سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سلیمہ ان کے عقد میں ہیں۔ اب بہت ضعیف ہو چکی ہیں۔ عبدالحق ۱۹۴۷ء سے پہلے سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے کالو کے ساتھ حصولِ تعلیم

Marfat.com

کے لیے پٹھان کوٹ گئے۔ تقسیمِ ہند پر کالو مقبوضہ کشمیر چلے گئے۔ (تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔) عبدالحق صاحب فیصل آباد میں مولانا حافظ محکم دین صاحب سے وابستہ رہے اور ان کی گھریلو خدمت کو سرمایۂ حیات بنائے رکھا۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

میاں ستار محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۔ ستمبر ۱۹۵۶ء کو نمازِ اشراق کے بعد انب میں وصال فرمایا۔ ان کا مزار مسجد کے پہلو میں ہے۔

Marfat.com

۷۔ میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع تھن پال، ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔ عالمِ دین تھے اور فقہی مسائل کی کافی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے کے ایک ماہر فقیہ سے استفادہ کیا تھا۔ وہ تھن پال میں ہی امام مسجد تھے۔

آپ نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہو کر سلوک طے کیا، اسباق حاصل کیے اور زندگی بھر ان پر کاربند رہے۔ سنا ہے کہ آخری ایام میں ان کی بصارت کافی کمزور ہو گئی تھی۔ اسی بناء پر ایک سنگی جناب فیض عالم صاحب نے اُن سے دلائل الخیرات طلب کی کہ آپ تو کمزور بینائی کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے۔ میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں دلائل الخیرات نہ دی کہ مَیں ان شاء اللہ اپریشن کراؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کی مہربانی سے بصارت بحال ہو جائے اور مَیں پڑھنے کے قابل ہو جاؤں!

میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں سادگی اور طبیعت میں ظرافت تھی۔ ان میں خودداری بہت تھی۔ صوفی فیض عالم صاحب نے حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کو بتایا تھا کہ ایک بار میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نکاح پر بلایا گیا مگر انھوں نے بعض وجوہ کی بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔ معاملہ علاقے کے رئیس تک پہنچا۔ انھوں نے اپنے روایتی انداز میں کہا: ''میاں رہے یہاں اور نکاح نہ پڑھائے!'' جب یہ بات میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلی تو انھوں نے اسی وقت وہ بستی چھوڑ دی اور قریبی گاؤں میرہ میں گھر بنا لیا اور عمر بھر اس بستی میں نہ آئے۔

میاں محمد جی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵۔ اگست ۱۹۴۹ء کو تھن پال میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

Marfat.com

۸۔ میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ سوہاوہ کے رہنے والے تھے۔ کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع سملوٹھہ، ڈڈیال میں رشتہ داری تھی۔ وہیں شادی ہوئی تھی۔ اسی تعلق کی بناء پر اکثر وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس علاقے میں بہ کثرت جاتے تھے۔ آپ کے اوصاف وکمالات کا سُن سُن کر ان کے دل میں ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ جب ملے تو وابستگی اختیار کر لی۔ اسباق حاصل کیے۔ سلوک طے کیا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔

میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ بعد میں کینیا چلے گئے۔ وہاں انھوں نے محکمہ ڈاک میں ملازمت اختیار کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ کینیا سے آتے ہی دربارِ عالیہ پر حاضری دیتے اور کئی کئی دن قیام کرتے۔ ان کی خواہش ہوتی کہ تَن مَن دَھن پیر خانے پر نچھاور کر دیں۔ ان کے نزدیک شیخ کی خوشنودی ہر چیز سے اولیٰ تھی۔ ایک بار انھوں نے کینیا سے پارسل کے ذریعے دربارِ عالیہ کی مسجد کے لیے فانوس، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تین قسم کی گھڑیاں (جیبی، ٹائم پیس اور کلاک) اور حضرت شیخ مدظلّہ العالی کے لیے، جو اس وقت کم سن تھے، قلم، دوات اور مخمل کی واسکٹ جیسے تحائف بھیجے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں بے نیازی اور دیگر نوازی بہ درجۂ اَتَم پائی جاتی تھی۔ آپ نے ایک گھڑی ایک پٹواری کو عنایت کی جو ازراہِ عقیدت آیا کرتے تھے۔ دوسری گھڑی باروالے مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی اور تیسری خادمِ خاص بابا فقیر محمد پوٹھیہ کو۔ کلاک مسجد میں آویزاں کیا گیا مگر سَنگیوں کی سادگی اور عدم واقفیت کی وجہ سے جلد خراب ہو کر بے کار ہو گیا۔ فانوس مسجد

Marfat.com

میں آویزاں کر دیے گئے۔

میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک بیٹی ہدایت بیگم تھی۔ اس کی والدہ بچپن ہی میں وفات پا گئی تھیں۔ والد کی بے حد خواہش تھی کہ بچی کی پرورش اور تربیت دربارِ عالیہ کے ماحول میں ہو مگر بچّی کی نانی اس فیصلے سے متفق نہ تھی کیوں کہ اسے بچّی کی پرورش کے صلے میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مالی منفعت حاصل تھی۔ چنانچہ وہ اس بچّی کو واپس سملوٹھہ لے گئی۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک عام لوئی بہ طورِ تبرک دے رکھی تھی۔ کینیا جاتے ہوئے بمبئے کے ایک ہوٹل میں وہ لوئی بھول گئے۔ انھیں اس کا بڑا قلق تھا۔ انھوں نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط میں اس کا اظہار بھی کیا۔

میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ متوسّط جسم کے آدمی تھے۔ متناسب اعضا رکھتے تھے۔ قمیض شلوار پہنتے۔ خاکی عمامہ استعمال کرتے۔ لباس میں سادگی ملحوظ رکھتے۔ سننے میں آیا ہے کہ ان کا فیض افریقہ میں تھا کیوں کہ صاحبِ ارشاد ہونے کے بعد انھوں نے زیادہ عرصہ وہیں گذارا۔ کینیا سے واپس آئے تو اپنے گاؤں سوہاوہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنوائی اور بقیہ عمر اسی مسجد میں اللہ اللہ کرتے گزاری۔ اسی مسجد کی شمالی سمت ان کا مزار ہے۔

جن دنوں چک سواری والے حاجی عبدالعزیز صاحب منگلا ڈیم میں بہ حیثیتِ تحصیل دار سوہاوہ مامور تھے، ان کے ذریعے آپ کے مزار کا پتہ لگوایا گیا۔ تحصیل دار صاحب کے بقول میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی نے قبر کے

Marfat.com

نشان دہی کی۔ لوحِ مزار پر تاریخِ وفات ۲۔ مارچ ۱۹۳۳ء درج ہے۔ دو پنجابی شعر بھی درج تھے جو تحصیل دار صاحب نے بڑی دقّت سے پڑھے:

ایہہ مزار غلام محمدی یارب تَیں خصمانہ
برکت نبی محمد ﷺ ہووے جنّت وچ ٹھکانہ
وفات مارچ اُنّی سو تیتی ، مارچ دو مہینہ
ایہہ مزار تیار مکمل رحمت نور خزینہ

Marfat.com

۹۔ میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت واجازت پانے والے پہلے سنگی ہیں۔ کنڈور، ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔ ان کی معرفت ان کے کنبے کے اکثر لوگ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے۔ ان کے ایک مرید معذور تھے۔ بیساکھیوں پر چلتے تھے مگر ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ گھر گھر جاکر مستورات کو قرآنِ مجید پڑھاتے۔ روایت ہے کہ حضرت میاں فتح محمد کے صاحبزادے حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور اس معذور بزرگ کو میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل رہا۔

میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ بڑے باادب اور بااخلاص مرید تھے۔ اسباق میں پختہ تھے اور عبادات میں مستقیم۔ ان کی پیشانی بڑی نورانی تھی۔ ایک بار دربارِ عالیہ میں بیمار ہوگئے۔ بخار کی شدّت میں رات کو کراہنے لگے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تکلیف برداشت نہ ہوسکی۔ آپ نے اندھیرے میں خاموشی سے انھیں دَبانا شروع کردیا۔ جب انھیں احساس ہوا کہ دَبانے والے کوئی سنگی نہیں بلکہ خود قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو فوراً اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے: ''جناب! دریا اگر اُلٹا بہنا شروع کردے تو؟'' قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خدمت کرنا میرا حق بنتا ہے۔''

کہتے ہیں کہ آخری ایام میں کسی وجہ سے تعلقات میں پہلے جیسی گرم جوشی نہیں رہی تھی اور آمد ورفت میں کمی آگئی تھی۔

بدھ، ۲۴۔ جیٹھ ۱۹۸۲ بکرمی کو کنڈور میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اس علاقے میں جانے کا اتفاق

Marfat.com

ہوا تو کسی سنگی نے اشارہ کیا کہ یہ میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ آپ رک گئے اور کچھ دیر خاموش کھڑے رہے۔ پھر مروّجہ فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

میاں شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ سفید لباس پہنتے۔ زلفیں شروع میں بڑی دراز تھیں مگر آخر میں سر منڈاتے۔ ٹوپی پہنا کرتے۔ طبیعت میں قدرے جلال تھا۔

Marfat.com

۱۰۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

آپ کیڑی افغاناں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ جنڈ شریف کے قاری پنجاب کے اس حصّے میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ ان کا تلاوت وقرأت کا اپنا انداز تھا۔ ان گنت لوگ جنڈ شریف سے حافظ ہو کر نکلے اور اس مخصوص طرز اور انداز کو عام کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قرأت کی ابتدائی مشق اسی مشہور ادارے سے کی، وہی انداز اپنایا اور عمر بھر اسی انداز میں قرآن مجید پڑھتے رہے۔ انھیں اپنی قرأت پر کسی حد تک فخر اور اعتماد تھا۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے فارسی، عربی، فقہ اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی ان میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں ہے جنھیں حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کا استاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شرق پور شریف کے علاقے میں امامت، خطابت اور تدریس کا شغل اختیار کیا۔ بعد میں راولپنڈی کے علاقے پاجراہ میں بھی یہی خدمات انجام دیں۔

طریقت میں آپ حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، باولی شریف سے وابستہ تھے۔ صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے وقت کے نامور عالمِ دین اور روحانی پیشوا تھے۔ حسنِ اتفاق سے مولانا کے استاد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ کچھ ایسے اشارات بھی ملے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالعزیز کے والد ماجد بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بہ گوش تھے۔

Marfat.com

تاہم حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سلوک مجدّدیہ طے کر کے صاحبِ ارشاد ہوئے۔ آپ کا فیض راولپنڈی کے علاقے میں تھا۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عقائد کے اعتبار سے غالی سُنّی تھے۔ اپنے عقائد پر سختی سے پابند تھے۔ اہلِ سنّت و جماعت کے مسلّمہ عقائد سے اختلاف رکھنے والوں سے کوئی رسم و راہ نہ رکھتے اور ان سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتے۔

مولانا نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں دلائل الخیرات کا دورہ بھی کیا۔ دلائل الخیرات کی اجازت کے علاوہ آپ نے سلسلے کے دیگر اسباق بھی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ مولانا عبدالعزیز اور حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی وقت میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ اسی مناسبت سے مولانا فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اور حاجی صاحب ایک ہی دن پیدا ہوئے ہیں۔ کیوں کہ اصل زندگی تو روحانی زندگی ہی ہے اور ہم دونوں کی اس زندگی کی ابتدا ایک ہی دن ہوئی۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ طب سے بھی شغف رکھتے تھے۔ آپ نے طب کی کچھ کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔ مُولی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''حارٗ یَابس'' ''قاطع بلغم''۔ (یہ گرم اور خشک ہوتی ہے اور بلغم کا خاتمہ کرتی ہے)۔ آپ خود رات کو کھٹی نمک ملی لَسّی پیا کرتے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا قد مائل بہ درازی اور بدن چھریرا تھا۔ رنگ گندم گوں اور زلفیں کانوں کی لو تک تھیں۔ خوش شکل، متناسب جسم اور موزوں اعضا کے مالک تھے۔ لباس میں کُرتا، تہ بند اور ٹوپی پر پگڑی استعمال کرتے۔ نماز میں تعدیلِ ارکان کا

Marfat.com

خاص خیال رکھتے۔ دونوں ایڑیوں میں چار انگلیوں سے زیادہ فاصلہ نہ ہوتا۔

آپ کا وصال اپنے گاؤں کیڑی افغاناں میں ہوا۔ وہیں سڑک کے کنارے آپ کا مزار ہے۔ عقیدت مندوں نے اس پر مقبرہ تعمیر کیا ہے اور سالانہ عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوتی ہے۔ لوحِ مزار پر آپ کی تاریخ وفات یکم محرم الحرام ۱۳۸۹ھ بہ مطابق ۲۰۔ مارچ ۱۹۶۹ء درج ہے۔

Marfat.com

۱۱۔ میاں منظر حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع کجلانی تحصیل کوٹلی کے رہنے والے تھے۔ صاحبِ علم ہاشمی قریشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شروع سے ہی خاندان کا کام لوگوں کو ضروریاتِ دین سے آگاہ کرنا تھا۔ ابتدائی تعلیم دستور کے مطابق گھر پر پائی۔ مزید حصولِ تعلیم اور اساتذہ کا پتہ نہیں چل سکا۔ تاہم ان کی علمی استعداد سے پتہ چلتا تھا کہ انھوں نے بعض اساتذہ سے ضرور استفادہ کیا ہوگا۔

سلسلۂ عالیہ مجددیہ میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے۔ محنت و ریاضت سے اسباق حاصل کیے اور مرتبۂ ارشاد تک پہنچے۔ آپ کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت تھی۔ اندرہل کے دورے کے دوران آپ اکثر اپنے شیخ کے ہمراہ رہتے۔

میاں منظر حسین رحمۃ اللہ علیہ پنجابی کے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ انھیں نثر کے مقابلے میں نظم پر زیادہ قدرت حاصل تھی۔ فی البدیہہ اشعار کہنے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ انب کی مسجد جب دوسری بار تیار ہوئی تو آپ نے اس مناسبت سے کچھ شعر کہے تھے۔ وہ غربت کا زمانہ تھا۔ دیہاتوں میں اکثر مساجد کچی ہوا کرتی تھیں۔ انب کی پہلی مسجد بھی کچی تھی۔ انب کے بابا نواب دین رحمۃ اللہ علیہ روزگار کے سلسلے میں کسی یورپی ملک میں تھے۔ انھوں نے اپنی گرہ سے پختہ مسجد تعمیر کرائی۔ میاں منظر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں جو اشعار کہے تھے، وہ مسجد کے برآمدے کی اندر کی جانب رقم تھے اور اس مسجد کی تیسری تعمیر و توسیع تک موجود تھے۔ وہ اشعار درج ذیل ہیں:

Marfat.com

بخشے رب ثواب نواب تائیں
پیسہ خرچ بنام غفار کیتا
چنگے مستری ، نیک ، شریف آندے
نقشہ جات مثال گلزار کیتا
منظر حسین وچ انب نواب چنگا
اندر زندگی آ دیدار کیتا

(اللہ تعالیٰ نواب دین کو ثواب عطا فرمائے جس نے اللہ کی راہ میں رقم خرچ کی۔ اُس نے نیک، شریف اور ماہر مستری منگوائے اور مسجد کا نقشہ کسی باغ کی طرح بنایا۔ اے منظر حسین! انب کے مقام پر نواب دین نے اپنی زندگی ہی میں جنّت کا دیدار کر لیا)۔

ریاست جموّں و کشمیر کی ۱۹۳۱ء کی تحریکِ آزادی میں بھی میاں منظر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ڈوگرہ حکمران کے ظلم و تشدّد کی عکاسی بڑے مؤثر انداز میں اپنے اشعار میں کی تھی۔ ان اشعار نے مجاہدوں کے جذبۂ آزادی کو مزید تقویت دی۔ افسوس وہ اشعار شائع نہ ہو سکے۔ بعض اشعار سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے اب بھی لوگوں کے حافظے میں محفوظ ہوں گے۔

ایک مذہبی اور علمی خاندان کا فرد ہونے کے ناتے آپ پہلے بھی احکامِ شریعت کی پابندی کرتے تھے مگر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی نے سونے پر سہاگے کا کام دیا اور آپ ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہنے لگے۔ ان کے خاندان کے مولوی غلام قادر صاحب اب بھی گاؤں کی مسجد کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے ۹۔ستمبر ۱۹۴۵ءکو کجلانی میں اپنے آبائی گھر میں وفات پائی۔مزار وہیں گاؤں میں ہے۔

آپ قوی الجثہ تھے۔رنگ گندمی تھا۔زلفیں لمبی تھیں۔سفید لباس پہنتے تھے۔ معمولی سی لکنت تھی مگر معمولات و وظائف میں زیادہ حارج نہ تھی۔

آپ کے معمولات میں قرآن مجید، دلائل الخیرات، درود تنجینا، اسمِ ذات پچیس ہزار بار روزانہ، نفی و اثبات، ختمات اور مراقبات شامل تھے۔تہجد، اشراق اور اوّابین بھی معمولات کا حصّہ تھے۔

Marfat.com

۱۲۔ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ثانی)

آپ گنج پور تحصیل ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم سنگیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اکثر اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتے۔ آپ نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں مراحلِ سلوک طے کیے اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔ کئی لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ آپ سے کئی تصرفات منسوب ہیں۔

آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے گرویدہ تھے۔ شکل وصورت اور وجاہت کے اعتبار سے علاقے میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ مضبوط جسم اور متناسب اعضا والے جوان تھے۔ آپ کا حسن و جمال آپ کے لیے کئی آزمائشوں کا باعث بنا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاکیزگی کو محفوظ رکھا۔ آخر آپ روز روز کے اس فتنے سے تنگ آ گئے اور معصیت سے بچنے کی خاطر آلۂ رجولیت کو کاٹ کر جھگڑا ہی ختم کر دیا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جب اُن کی اِس حرکت کا علم ہوا تو آپ نے سخت برہمی اور ناگواری کا اظہار کیا اور اس عمل کو شرعاً ناپسند فرمایا۔ آپ نے ان سے کہا کہ اگرچہ اس عمل کے پس منظر میں نیک جذبہ کارفرما تھا تاہم یہ اقدام شرعی طور پر جائز اور پسندیدہ نہیں اور عزیمت کے بھی خلاف ہے جو سلوکِ مجدّدیہ کی روح ہے!

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز مولانا حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات انب مسجد میں ہوئی تھی اور محض اتفاقی تھی۔ پھر چھہار پہنچ کر مَیں نے وابستگی کی درخواست کی تو آپ نے اسمِ ذات کا طریقہ تلقین کیا۔ رات کو حلقۂ ذکر کے دوران گنج پور والے میاں فتح محمد رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ نے اللہ ہو کی ایسی ضرب لگائی کہ مَیں جسیم ہونے کے باوجود فُٹ بال کی طرح کئی فُٹ اوپر اٹھ کر گرا۔ اس کے بعد مجھے اپنے قلب میں ذوق وشوق محسوس ہونے لگا۔

مقامی حضرات کی روایت کے مطابق آپ گاؤں کی مسجد میں امامت بھی کرتے رہے۔ اس مسجد کے لیے ماسٹر صابر صاحب نے جگہ وقف کی تھی۔

اپنے گاؤں گنج پور ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار عام قبرستان میں ہے جو موٹر روڈ سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ قاضی کرم دین المعروف بہ قاضی کمّاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ لنجوٹ تحصیل نکیال کے رہنے والے تھے۔ یہ گاؤں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر واقع ہے اور اکثر ہندوستانی فوج کی فائرنگ کا نشانہ بنتا رہتا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے یہ گاؤں تحصیل مہنڈر ضلع پونچھ کا حصّہ تھا۔ ڈوگرہ دور میں تعلیمی پس ماندگی اس علاقے کا مقدّر رہی مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں تعلیم اور سیاسی بیداری عام ہے۔ وہاں کے لوگ آزاد کشمیر کی صدارت اور وزارتِ عظمیٰ جیسے مناصب پر فائز رہے۔

ڈوگرہ دور میں جب وہاں کے مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی معلومات سے بھی آگاہی نہیں تھی، قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس علاقے میں اللہ کی نعمت تھی۔ آپ باقی آبادی کے مقابلے میں دین کی بہتر سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور دینی معاملات میں لوگوں کی راہ نمائی کرتے تھے۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ مقدم لال دین عرف لالہ کے ذریعے راہِ سلوک کی طرف راغب ہوئے۔ بابا لال دین پڑھا لکھا نہ تھا۔ طبیعت میں تندی اور سرکشی تھی۔ دین سے کوئی رغبت نہ تھی بلکہ لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے طبیعت کو زیادہ مناسبت تھی۔ کھڈ کے رہنے والے تھے اور علاقے کے اکثر لوگ ان کی سرکش طبیعت سے واقف تھے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ چھہار نے جب عام مسلمانوں کی اصلاح کے لیے اس علاقے کو منتخب کیا تو بابا لال دین ان سے متاثر ہوئے اور بیعت کر لی۔ بابا لال دین میں ارادے کی پختگی اور عزم و جرأت پہلے ہی موجود تھے۔ یہی اوصاف جو پہلے راہ نمائی نہ ہونے کی وجہ سے تخریب کے لیے

Marfat.com

استعمال ہوتے تھے، اب تعمیر اور خیر کے لیے فعّال ہو گئے۔ ان کی ساری توانائی اب اصلاح پر صرف ہونے لگی۔ علاقے بھر میں ان کی اس اچانک تبدیلی کا چرچا ہو گیا۔ قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے روحانی انقلاب کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ "مَیں اسی مردِ خدا کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جس کے ہاتھ پر لالہ نے بیعت کی۔" چنانچہ قاضی کرم دین نے بھی میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی حلقہ بہ گوشی اختیار کی اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ اثر چھوٹا ناڑ والے خدا بخش بھی میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے۔ وہ بعد میں چھجلا، مہنڈر چلے گئے۔ خدا بخش صاحب مقبوضہ کشمیر میں مدفون ہیں۔ خدا بخش نے میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرہند شریف کا سفر کیا تھا۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے علاقے میں دینی تعلیم اور باطنی اصلاح کے حصول کا شعور پیدا ہوا۔ اس کے اثرات ان کے خاندان پر اب بھی موجود ہیں۔ ان کے کنبے کی اکثریت دربارِ عالیہ سے وابستہ ہے اور اپنے اپنے ماحول میں، اپنے انداز میں عوام کی اصلاح پر توجہ دے رہی ہے۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ بڑے مضبوط جسم کے مالک تھے۔ داڑھی گھنی اور بڑی تھی۔ رنگ گندم گوں تھا۔ سفید کُرتا اور تہ بند پہنتے تھے۔ آپ کے معمولات میں قرآنِ مجید، دلائل الخیرات کی یومیہ منزل، درود تنجینا اور حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ختمات شامل تھے۔ روزانہ پچیس ہزار بار اسمِ ذات پڑھتے۔ کلمۂ تمجید کا تکرار آپ کا پسندیدہ شغل تھا۔ اکثر سنگی روایت کرتے ہیں

Marfat.com

کہ نیند میں بھی کلمۂ تمجید کی آواز آتی رہتی تھی۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی عقیدت و محبت مثالی تھی۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اپنے گاؤں لنجوٹ ہی میں ہوا۔ آپ کی قبر ایک باغیچے میں ہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ان کے بیٹے غلام محمد اپنے والد کا مختصر سالانہ ختم باقاعدگی سے کرتے تھے۔

قاضی کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے قاضی غلام محمد بیان کرتے تھے کہ مجھے گھٹنوں میں درد تھا۔ مَیں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نماز کے دوران جب رکوع میں جاؤ تو گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ کر دبائے رکھو اور کم از کم سات بار سبحان ربّی العظیم کہو۔ اس عمل سے میرا درد ختم ہو گیا۔

Marfat.com

۱۴۔ میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

موضع کرتوٹ تحصیل کوٹلی کے رہنے والے تھے۔ تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو سکی البتہ سالِ وفات ۱۹۶۳ء ہے۔ اپنے گاؤں ہی میں دفن ہوئے۔

آپ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ علمی اعتبار سے یہ خاندان آج تک اسی نہج پر چلا آرہا ہے۔ اس خاندان کے اکثر افراد نے دیوبند کے علمی مرکز سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں ریاست اور خاص طور پر اس علاقے میں دینی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ دینی تعلیم کا کوئی مرکز بھی نہیں تھا۔ اکثر طالب علم دیوبند جاتے۔ انھیں وہاں حصول تعلیم کی کچھ سہولیات بھی حاصل تھیں۔

اس خاندان کی ایک شاخ کلّہ ضلع پونچھ منتقل ہو گئی تھی۔ اس شاخ کے افراد نے وہاں بڑی خدمات انجام دیں۔ خود میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بڑی دینی معلومات کے حامل بزرگ تھے۔ فارسی زبان کے ماہر تھے اور طلبہ کو اکثر فارسی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ قرآنِ مجید اور اس کے ترجمے کی تدریس بھی کرتے تھے۔

شاعری اس خاندان کا ایک مشترک وصف تھا۔ خاندان کے تقریباً سبھی افراد اس فن میں طبع آزمائی کر سکتے تھے مگر ان حضرات نے اپنے کلام کو محفوظ کیا اور نہ طبع کرایا۔ بعض حضرات کے حافظوں میں اب بھی ان کے کئی اشعار محفوظ ہیں۔

میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپ سمروڑ سرہوٹہ کی جامع مسجد میں امام اور خطیب تھے۔

میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ بھی ایک اتفاق ہے۔ وہ قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ، اعوان شریف کی خدمت میں حاضری دینے

Marfat.com

جا رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ جب کھڑی کے قریب پہنچے تو گرمی کے ساتھ ساتھ سخت لُو سے بھی واسطہ پڑا۔ گھبرا کر آگے جانے کی بجائے واپسی کا فیصلہ کیا۔ واپسی پر شام کو چٹی ہٹیاں پہنچے۔ وہاں چھوٹی سی مسجد میں رات بسر کرنے کا ارادہ تھا۔ یہ مسجد اب بھی موجود ہے اور نیو میرپور شہر کا حصّہ بن گئی ہے مگر اس کی شناخت اب بھی چٹی ہٹیاں کے نام سے موجود ہے۔ اہلِ دیہ نے انھیں اجنبی جان کر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے بتایا تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ ادھر نزدیک ہی چھچھیاں شریف میں ایک قاضی صاحب ہیں۔ بڑے نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ واپسی پر ان سے بھی ضرور ملتے جائیں۔

میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ خود روایت کرتے ہیں کہ جب مَیں چھچھیاں شریف پہنچا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کسی سَنگی کو الوداع کہنے باہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مَیں آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ چنانچہ مَیں نے آپ ہی سے پوچھا کہ اس بستی میں قاضی صاحب کہاں ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اِس نام سے اِس عاجز ہی کو یاد کرتے ہیں''۔ مَیں نے سارا معاملہ بیان کیا اور خصوصی توجہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اِس عاجز میں اتنی صلاحیت نہیں ہے۔ تاہم بزرگوں سے کچھ چیزیں پہنچی ہیں، اگر آپ خواہش مند ہوں اور کر سکیں تو بتا دوں۔ پھر آپ نے تسبیح پر ذکر کی ہدایت کی اور کہا کہ پندرہ دن کے اندر اندر اگر ذوق و شوق میں اضافہ محسوس کریں تو پھر آئیں۔ شرط یہ ہے کہ ذکر کے دوران میں ذکر کی شرائط پیشِ نظر رہیں۔ چنانچہ اس کے بعد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے مستقل رابطہ ہو گیا۔ آپ نے سلوکِ مجدّدیہ طے کرایا اور اجازت سے نوازا۔

Marfat.com

میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ اور لباس دونوں باشرع تھے۔ انھیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہونے والے اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں۔ آپ کی روحانی تربیت اور ترقی دیکھ کر دیگر اہلِ خاندان بھی دربارِ عالیہ سے وابستہ ہو گئے۔ میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا ذکر کر کے فخریہ کہا کرتے تھے کہ مَیں نے ان کو روحانیت کا سرچشمہ بتایا اور ادھر متوجہ کر کے انسان بنایا۔ مبالغہ نہیں کہ اس خاندان کے اکثر افراد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور تعلّق کی بدولت دین دار، علم دوست اور احکامِ شریعت کے پابند ہیں۔

Marfat.com

۱۵۔ سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ مذہبی تھا۔ خاندانی روایت کے مطابق ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ ولادت ہوئی۔ اپنے گاؤں ہی میں مڈل تک تعلیم پائی۔ پھر دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کنز الدقائق اور اس کے علاوہ کئی دینی کُتُب پڑھیں مگر درجۂ تکمیل تک نہ پہنچے۔ اس مرحلے تک بھی کئی اساتذہ سے استفادہ کیا اور ضروریاتِ دین سے اچھی طرح آگاہ ہو گئے۔ سلوک میں آپ کی بیعت حضرت سیّد محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، آلو مہار شریف سے تھی۔ ان کے علاوہ حضرت سیّد محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ، کرماں والے اور سیّد نور الحَسَن شاہ رحمۃ اللہ علیہ، کیلیاں شریف سے بھی صحبت رہی۔ دونوں اپنے زمانے کے بڑے بزرگ تھے اور دونوں کا تعلق حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔

سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً تیس برس بیگ پور، برج اٹاری کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ کے گاؤں کے ایک واہک (کاشت کار، مزارع) محمد تاج تھے۔ ان کا آپ سے شاید روحانی تعلق تھا۔ وہ چک حکیماں میں کسی زمیندار کے ہاں بہ طورِ واہک کام کرتے تھے۔ اسی چک میں بار والے مولانا غلام نبی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار سنگی اور خلیفۂ مجاز تھے۔ انھیں اپنے پیر و مرشد کے تذکرے کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ محمد تاج اکثر مولانا کی زبانی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف اور کمالات کا ذکر سنتے اور آپ کی شخصیت سے اچھی طرح متعارف ہو گئے۔

Marfat.com

پیر اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محمد تاج کے سابقہ تعلّق کی بناء پر اس کی ملاقات کو چک حکیماں گئے۔ مسجد میں ان کا تعارف مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ شاہ صاحب کو محمد تاج کے ذریعے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ معلومات پہلے ہی مل چکی تھیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کا تذکرہ کیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں شوقِ زیارت پیدا ہو گیا۔ چنانچہ آپ جلد ہی چچیاں شریف پہنچ گئے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ زندگی اور روحانی مقام نے انھیں بہت متاثر کیا اور وہ آپ سے وابستہ ہو گئے۔ روحانیت کی رمق پہلے ہی موجود تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے سلوکِ مجدّدیہ کے اسباق تلقین کیے اور پھر تمام مراحل سے گزار کر صاحبِ ارشاد کیا۔ اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آمد و رفت جاری رہی۔

کہتے ہیں کہ ایک بار آپ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے پنج گوشی ٹوپی بنوا لائے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ آج کل دربارِ عالیہ کے اکثر سنگی اور خود حضرت شیخ مدظلّہ العالی اسی طرز کی ٹوپی پہنتے ہیں۔

غالباً ۲۹۔۱۹۲۸ء کی بات ہے کہ بلاخیز طوفان آیا اور ریاست جموّں و کشمیر کا پنجاب سے رابطہ متاثر ہوا۔ ان دنوں شاہ صاحب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چچیاں شریف آئے ہوئے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں فرمایا کہ آپ ڈھنگروٹ شریف کے راستے واپس جائیں جو دریائے جہلم اور دریائے پونچھ کے سنگم پر واقع ہے۔ وہاں کشتی آتی تھی اور آمد و رفت جاری تھی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ رات کو ہل سنیاریاں کے سنگیوں کے ہاں قیام کریں اور اگلی صبح دینہ سے ٹرین پر سوار ہو کر سیالکوٹ چلے جائیں۔ کہتے ہیں کہ جس دن آپ ہل سنیاریاں میں

Marfat.com

تھے، اس دن حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

ملّہ ورکاں والے چوہدری علی اکبر، سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی حضرات نے ان سے فیض پایا۔

کیلیاں شریف والے حضرت سیّد نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے محسنوں میں تھے۔ ایک بار سیّد اصغر علی شاہ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ وہ بہ آوازِ بلند قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض الفاظ کی ادائگی میں کچھ جھول ہوئی۔ اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فاضلِ نعمانیہ تھے۔ فنِ تجوید سے بھی واقف تھے۔ غلطی محسوس کی مگر پاسِ ادب سے خاموش رہے۔ تلاوت کے بعد سیّد نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ شاہ صاحب! تلاوت میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی؟ انھوں نے بڑے ادب سے جواب دیا کہ بعض مقامات پر کچھ محسوس ہوا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ پھر بتایا کیوں نہیں؟ سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مَیں یہاں استاد بن کر نہیں آیا بلکہ خادمانہ حیثیت میں آیا ہوں۔ اس پر سیّد نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں قرآن مجید استادی پڑھا ہوا نہیں ہوں بلکہ دعا کا پڑھا ہوا ہوں۔ ایک دن مَیں حضرت میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ قرآنِ مجید پڑھے ہوئے ہو یا نہیں؟ مَیں نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کہو پڑھا ہوا ہوں!'' بس پھر کیا تھا۔ دعا کام کر گئی اور مَیں قرآنِ مجید پڑھنے لگا۔

حضرت سیّد نور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بتایا کہ شرق پور شریف وابستگی سے پہلے مَیں اہلِ تشیع کا ذاکر تھا اور مجلسیں پڑھنے میں خاصا مشہور تھا۔ سیّد

Marfat.com

اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے دریافت کیا کہ آپ ذاکر ہونے کے ناتے بڑی بڑی مجلسوں میں لوگوں کو گرماتے تھے۔ رلانا، ہنسانا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ تو وہ سارا کاروبار قرآنِ مجید کے بغیر چل جاتا تھا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سحر آفریں آواز عطا کی تھی اور مَیں اس سے خوب کام لیتا تھا۔ ایک بار شیعوں نے چکوال سے ایک مشہور ذاکر منگوایا۔ وہ بڑا خوش الحان تھا۔ جب مَیں نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی ماں مَر گئی۔

سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ توکل اور استغنا کا پیکر تھے۔ آپ نے زندگی بھر کسی سے سوال نہیں کیا۔ اپنی ضرورت کسی پر ظاہر نہیں کی۔ اپنی دنیا پر قانع تھے۔ نہ تعویذ لکھتے، نہ کسی کو تعویذ دیتے۔ البتہ قرآنِ مجید پڑھ کر دَم کر دیا کرتے تھے۔

سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وصال سے ایک ماہ پہلے بخار کے عارضے میں مبتلا ہوئے۔ تکلیف بڑھ گئی تو نمازیں اشارے سے ادا کرنے لگے۔ آخری وقت میں کسی اطلاع کے بغیر تمام اعزہ واقارب آموجود ہوئے۔ پیر، ۲۱۔ جنوری ۱۹۸۳ء کو اس حالت میں وصال ہوا کہ زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ نمازِ جنازہ مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی نے پڑھائی۔ آبائی قبرستان میں نمایاں چبوترے پر باپ اور بھائی کے پہلو میں آسودہ ہیں۔

سیّد اصغر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب ملّہ ورکاں جاتے تو میاں محمد نذیر صاحب کے ہاں ضرور جاتے۔ وہ بھی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سنگی تھے۔ اب ان کا بھی وصال ہو چکا ہے۔ جب آپ گوجراں والا منتقل ہوئے تو بھی یہ رابطہ برقرار رہا۔ شاہ صاحب کے دربارِ عالیہ آنے میں میاں محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک بھی شامل تھی۔

Marfat.com

۱۶۔ میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع کلّہ تحصیل پلندری میں رہتے تھے۔ ابتداء میں آپ کا خاندان چوکی مونگ تحصیل کوٹلی میں آباد تھا اور اب بھی خاندان کے زیادہ تر لوگ یہیں آباد ہیں۔ آپ کے بزرگ دین کی تعلیم اور ترویج کی خاطر کلّہ منتقل ہو گئے تھے۔ دیگر اشغال کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم دینا شروع سے اس گھرانے کا وصف رہا۔ آپ نے لوگوں میں دین کی سوچ سمجھ پیدا کرنے کی کافی کوشش کی اور اپنے اچھے کردار سے علاقے میں نمایاں مقام پیدا کیا۔

آپ کی دین داری سے متاثر ہو کر علاقہ منور کے سرکردہ بزرگ اور سیاسی وسماجی کارکن راجہ کریم داد خان المعروف بہ کیماں خان نے آپ کو منور منتقل ہونے کی تحریک کی تا کہ اس علاقے کے عوام کو ضروریاتِ دین سے آگاہی ہو سکے۔ ان کے اصرار پر آپ کلّہ سے منور آ گئے۔ راجہ صاحب نے گذر اوقات کے لیے زمین دی۔ مسجد تعمیر کرائی۔ آپ نے امامت کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ منور گئے تو میاں محمد عالم وہاں امام تھے۔ اُن دنوں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ راجہ صاحب کی دعوت پر منور آئے ہوئے تھے۔ راجہ صاحب کے گھر ایک دعوت میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ وہ دور ریاست جموّں وکشمیر میں سیاسی بیداری کا تھا اور ڈوگرہ جبر واستبداد کے خلاف تحریک کا نقطۂ آغاز تھا۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منور میں تقریر بھی کی۔ راجہ کریم داد خان کے گھر میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہونے والی چند لمحوں کی ملاقات نے

Marfat.com

شاہ صاحب پر خوشگوار اثر کیا۔ حالاں کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دعوت کے دوران تقریباً خاموش ہی رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا: ''ہم بزرگوں کو مانتے ہیں، بہ شرطے کہ کوئی بزرگ ہو!'' جب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے فارغ ہو کر مسجد میں آ گئے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بزرگی کا اعتراف کیا۔

میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی ماحول دینی تھا۔ آپ بھی سلوک میں خاص دل چسپی لیتے تھے۔ آپ کے خاندان کی روحانی نسبت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور ان میں سے میاں عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جیسے بعض حضرات صاحبِ ارشاد بھی تھے۔ میاں محمد عالم بھی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے۔ آپ کی نگرانی میں سلوک کی تکمیل کی اور خلافت واجازت پائی۔ آپ کا فیض پونچھ اور خاص طور پر پلندری اور منور کے علاقے میں پایا جاتا ہے۔ آپ کے چند مریدوں کے نام یہ ہیں: صوبیدار فیروز خان سکنہ کلّہ، صوبیدار دین محمد خان ولد برہان خان سکنہ ہلاں بروئیاں، فقیر محمد بوبرہ اور مستری جمال دین سکنہ منور۔ میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اعظم دین کی بیعت اگرچہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے تھی مگر انھوں نے سلوک کی تکمیل اپنے والد ہی سے کی تھی اور انھی کے خلیفہ ہوئے تھے۔

اعظم دین رحمۃ اللہ علیہ جہلم میں بابا محمد عبداللہ ہندوستانی کے ہوٹل پر ملازم تھے۔ یہ ہوٹل کچہری کے قریب تھا۔ انھی کی وجہ سے حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کو بھی کئی بار اس ہوٹل میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ امیرِ حزب اللہ حضرت پیر فضل شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آپ اسی ہوٹل سے گئے تھے۔ وہ ان دنوں جادہ، جہلم آئے ہوئے تھے۔

Marfat.com

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے اعظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا معمول تھا کہ اپنی روزمرّہ کی ذمّہ داری ختم کرنے کے بعد، تاخیر سے عشاء کی نماز پڑھتے اور اس کے بعد ختمِ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے۔ وہیں ان کی ملاقات محمد بوٹا پہلوان جالندھری سے ہوئی جو بعد میں مجذوب بوٹا بنے، جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ محمد بوٹا کسی دنگل میں شریک ہونے جہلم آئے تھے اور اسی ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ ان کی عاقبت فراموشی دیکھ کر ایک دن اعظم دین رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ ایک بوٹا گجرات میں ہو گزرا ہے جس کے اشعار سے لوگ ہدایت اور راہ نمائی پاتے ہیں اور ایک یہ بُوٹا ہے جسے آخرت کی پرواہی نہیں۔ لہو و لعب کو مقصدِ زندگی بنائے ہوئے ہے اور کھیل تماشے میں اپنی توانائی فضول خرچ کر رہا ہے۔ اعظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ الہامی ثابت ہوئے۔ محمد بوٹا پھڑک اٹھے اور کسی مردِ کامل کی نشان دہی چاہی۔ اعظم دین نے انھیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ دیا اور پھر پہلوان محمد بوٹا، سائیں محمد بوٹا مجذوب بن گیا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار باولی شریف کے عرس مبارک پر قاضی محمد عالم اور میاں محمد عالم کو وہاں حاضری کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ وہاں ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کرنا۔ حُسنِ اتفاق سے دونوں بزرگوں کے نام محمد عالم تھے اور قد کاٹھ بھی ملتا جُلتا تھا۔ آپس میں محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ باولی شریف میں کئی مشائخ تشریف فرما تھے۔ ہم ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں نکلے۔ کئی بزرگوں کی قیام گاہیں دیکھیں۔ ان میں خاصی سہولت کا اہتمام تھا۔ جب ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں پہنچے تو اسے

Marfat.com

بند پایا۔عقیدت مند باہر انتظار میں بیٹھے تھے۔جب آپ باہر آئے تو دُور کھیتوں میں ایک درخت کے نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔آپ سب سے مصافحہ کرتے، گھر بار اور نسبت وغیرہ دریافت کرتے۔ہم سے بھی پوچھا۔ہماری ہم نامی پر تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا:

''دونوں محمد عالم ہو!''

میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴۔مارچ ۱۹۶۸ء کو منور میں ہوا۔وہیں مسجد کے پڑوس میں مغرب کی سمت مدفون ہیں۔

میاں محمد عالم کے حقیقی بھائی میاں محمد رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ چوکی مونگ ہی میں رہے۔وہ فاضلِ دیوبند اور ریاستی محکمۂ تعلیم سے وابستہ تھے۔بڑے خوش شکل، خوش پوش اور خوش گلو تھے۔انھوں نے چوکی مونگ ہی میں رحلت کی۔فقیر محمد صاحب سکنہ کلّہ کی روایت کے مطابق مولوی محمد رکن عالم بھی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ان کے ایک صاحبزادے محمد طیب مرحوم بھی دربارِ عالیہ سے وابستہ رہے۔میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بھائی فیض عالم اور عبدالکریم تھے۔عبدالکریم دورانِ تعلیم دیوبند میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ان کی وفات پر ان کے بھائی محمد رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پُر درد مرثیہ کہا تھا۔

Marfat.com

۱۷۔ میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اُسی شاخ کے فرزند تھے جو چوکی مونگ سے منتقل ہو کر کلہ، پلندری میں آباد ہو گئی تھی۔ میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے اکثر افراد کی طرح شاعر بھی تھے اور واعظ بھی۔ دیہاتوں میں نمازِ جمعہ کا انعقاد نہیں ہوتا تھا اس لیے آپ ایک جمعہ پلندری شہر کی جامع مسجد میں پڑھاتے اور دوسرا جمعہ کوٹلی شہر کی جامع مسجد میں کلہ، کوٹلی اور پلندری کے وسط میں واقع ہے۔

طریقت میں آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ تھے۔ آپ نے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سے اسباق حاصل کیے اور انھی کی نگرانی میں تمام مرحلے طے کر کے صاحبِ ارشاد ہوئے۔ آپ کا روحانی فیض زیادہ تر کوتوٹ، بنگ دوارہ (کھڑی)، اودھے چھنی اور کھرانڈ کے علاقوں میں ہے۔ رمضان المبارک میں اودھے چھنی کے عوام کی خواہش پر تراویح وہاں پڑھایا کرتے تھے۔ جنگِ آزادی کے نامور راہنما، سدھن قبیلے کے بہت بڑے سماجی کارکن اور سدھن ایجوکیشنل کانفرنس کے بانی کیپٹن خان محمد خان المعروف بہ ''بڑے خان صاحب'' میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت معتقد تھے اور انھیں اکثر دعوت پر اپنے گھر لے جاتے۔ خان صاحب کی دونوں بیویاں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت میں داخل تھیں۔ خان صاحب آپ کے کردار کے بڑے معترف تھے اور آپ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسی تعلق کی بناء پر میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ چھاری ان کی دعوت پر چھچھن

Marfat.com

گئے۔خان صاحب نے ان درویشوں کو خود الوداع کہا۔ان کے والدِ محترم بھی ہمراہ تھے۔خان صاحب نے درویشوں کی ایک گٹھڑی اپنے والد سے اٹھوائی اور یہ کہا کہ مَیں نے یہ بوجھ اپنے والد سے اس لیے اٹھوایا ہے کہ یہ درویش اللہ کے نیک بندے ہیں۔شاید ان کی اِس خدمت سے میرے والدِ محترم کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک ہی صاحبزادے میاں الف دین تھے۔آپ خوشی سے فرمایا کرتے تھے کہ میاں الف دین ''صاحبِ ترتیب'' ہے۔صاحبِ ترتیب اس نمازی کو کہتے ہیں جس کی زندگی میں پانچ سے زیادہ نمازیں کبھی قضا نہ ہوئی ہوں اور یہ وہ خوش نصیبی ہے جس کی اکثر بزرگوں کو حسرت رہی۔

میاں فضل الٰہی کے وظائف میں پچیّس ہزار بار اسمِ ذات، نفی و اثبات، دلائل الخیرات کی منزل، ختمات اور دیگر اوراد شامل تھے۔

آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار سنگی تھے۔پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت میں لاجواب تھے۔اس محبت کا عرس مبارک کے سفر میں نظارہ کیا جاسکتا تھا۔۱۹۴۷ء سے پہلے اور کئی سال بعد تک اس علاقے میں سڑکیں نہ تھیں۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں فوجی ضرورت کے تحت راول پنڈی سے کوٹلی تک ایک کچی سڑک بنائی گئی۔طغیانی میں پُلوں کے بہ جانے کی وجہ سے یہ سڑک بھی معطل ہوگئی تھی۔ایسی صورتِ حال میں لوگ قافلوں کی شکل میں پیدل سفر کیا کرتے تھے۔راستے میں پڑاوٗ مقرر تھے۔کلّہ کے زائرین کا قافلہ راستے میں رجور، سروعہ اور انب، ڈڈیال کے مقام پر پڑاوٗ کرتا۔ان علاقوں کے سنگی بھی قافلے میں شامل ہو جاتے۔یہ بڑا قافلہ خراماں خراماں، باجماعت نمازیں ادا کرتا، ذکر واذکار کرتا منزل کی طرف بڑھتا۔ایسا محسوس

Marfat.com

ہوتا جیسے قدسیوں کی ایک جماعت ہے جسے ذکر وفکر کے سوا اور کوئی شغف نہیں۔ اس قافلے کی قیادت اور نمازوں کی امامت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ہی کیا کرتے تھے۔ وہ سراپا ذوق وشوق بنے چیچیاں شریف پہنچتے تھے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سنگیوں میں آپ کا مقام کتنا بلند تھا!

میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات بھی بڑے ایمان افروز تھے۔ جب وقتِ موعود قریب پہنچا اور اہلِ خانہ کو وصال کا یقین ہو گیا تو میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ جو رشتے میں آپ کے بھتیجے اور طریقت میں ہم دَم ودَم ساز تھے، رونے لگے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''کیوں روتے ہو؟ مَیں نے کنبے کے سب لوگوں کے ہاتھ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیے ہیں۔ مجھے تمھارے بھٹک جانے کا کوئی خوف نہیں''۔ اس پر میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''چچا! زندگی میں ہم دکھ درد باہم بیان کرتے تھے۔ آپ کے بعد مَیں کس سے بیان کروں گا؟'' آپ نے فرمایا: ''تم مجھے مردہ نہ سمجھنا، قبر پر آ کر سنا دینا۔ سب کچھ سُنوں اور سمجھوں گا۔'' پھر آپ نے موجود احباب کو حلقۂ ذکر کرنے کا کہا۔ اس دوران غشی طاری ہو گئی۔ کچھ افاقہ ہوا تو میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا غشی ہو گئی تھی؟ فرمایا: ''غشی بھی تھی مگر ساتھ نشی بھی تھی!'' آخری لمحات میں آپ نے ایک سنگی سائیں رانجھا سکنہ کھوکھر کو یاد کیا۔ دونوں پیر بھائی تھے اور باہم بڑی رسم وراہ تھی۔

خاندانی روایت کے مطابق آپ نے نوے برس عمر پائی۔ تاریخ ولادت اور وصال کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔

میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی سے

Marfat.com

بڑی محبت تھی۔اس محبت کا تقاضا تھا کہ حضرت شیخ انھیں اپنے ہاتھوں رخصت کرتے۔ چنانچہ قدرتِ کاملہ نے کچھ اس طرح اہتمام کر رکھا تھا کہ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی چھچھن جا رہے تھے۔ان دنوں بابا فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ وہاں کسٹم چوکی پر مامور تھے۔حضرت شیخ کو لمیاں پٹیاں نزد پنجیڑہ میں رات بسر کرنا پڑی۔اسی روز میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔آپ کو خبر مل گئی اور آپ ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جنازے میں شامل دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر مرحوم کو آپ کے آنے کی خبر ہو جاتی تو کارکنانِ قضا و قدر سے کہتے کہ ایک دن کی مہلت دے دو!

میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کا سفر بھی کیا اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔انھوں نے وہاں کے حالات و واقعات اور مشاہدات اپنی ایک بیاض میں درج کیے ہیں۔

میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے بیٹے میاں الف دین طبعاً بے حد سادہ تھے۔انھیں دین سے والہانہ محبت تھی۔سلسلے کے اسباق بھی طے کیے۔پچیس ہزار بار اسمِ ذات، قرآن مجید اور دلائل الخیرات کی منزل، مراقبات اور ختمات ان کے یومیہ وظائف میں شامل تھے۔وہ ہر مراقبہ ہفتہ بھر دہراتے۔نوافل بھی پڑھتے اور رزقِ حلال کے حصول کے لیے کھیتی باڑی کرتے۔

میاں الف دین قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حاجی بقاء محمد کے بھانجے تھے۔ان کے بیٹے بشیر حسین کی اہلیہ حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی ہیں۔ میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بھائی کا نام میاں غلام نبی تھا۔یہ دونوں

Marfat.com

بھائی حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے۔ میاں غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے صوفی عبدالقادر تھے۔ حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی صوفی عبدالقادر کی زوجیت میں تھی جب کہ ان کی دوسری صاحبزادی حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کی اہلیہ تھیں جن کے بطن سے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حافظ محمد عبدالواحد صاحب المعروف بہ حاجی پیر صاحب مدّ ظلّہ العالی ہیں۔ حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری ہمشیرہ ماسٹر قاضی محمد رفیق سکنہ کڑتی کی دادی محترمہ تھیں۔ اِن رشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کلّہ، کڑتی اور چوکی مونگ کے قریشی گھرانے باہم منسلک ہیں۔ میاں غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر چوکی مونگ میں ہے۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ان کی ایک دعا کا ذکر کیا کہ آپ کسی گھر کی آبادی کے موقعے پر فرماتے: ’’اللہ تعالیٰ اِس گھر کو بندوں سے اور بندوں کو اپنی یاد سے آباد کر۔‘‘

Marfat.com

۱۸۔ مولانا عبدالخالق چھاچھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یاسین کلاں ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ آپ کے صاحبزادے محمد غوث کی روایت ہے کہ ان کے چچا کو اُن کے والد گل احمد صاحب نے بتایا تھا کہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ فروری ۱۸۷۸ء میں جمعۃ المبارک کے روز پیدا ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بھی جمعۃ المبارک کو ہوا۔ تاریخ وصال ۲۶۔اپریل ۱۹۶۸ء ہے۔ آپ صبح چار بجے واصل بہ حق ہوئے۔ اسی دن شام چار بجے دریا شریف کے مشہور عالمِ دین اور روحانی پیشوا حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کو مقامی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ باعمل عالمِ دین تھے۔ گجرات، کاٹھیاواڑ، ہندوستان میں امامت، خطابت اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں وہاں سے نقل مکانی کر کے چک نمبر ۶۰، ساہیوال چلے آئے اور امامت و خطابت اور تدریس جاری رکھی۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ سنگی چک نمبر ۶۰ میں رہتے تھے اور مولانا کی مسجد میں آتے جاتے تھے۔ مولانا ان کی دین داری اور خوش اطواری سے بہت متاثر تھے۔ رابطے بڑھنے پر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی غائبانہ تعارف ہو گیا اور ملنے کی خواہش روز بہ روز بڑھنے لگی۔ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ بنیادی طور پر سلسلہ قادریہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ ترگ زئی کے مرید تھے۔ اُن کی نسبت حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

چچیاں شریف حاضری کا واقعہ خود مولانا نے یوں بیان کیا کہ قبلۂ عالم رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ کے سنگی کے ذریعے آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چھچیاں شریف کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مَیں چل کھڑا ہوا۔ جب مَیں دربارِ عالیہ پہنچا تو آپ سنگیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے۔ رات کو مسجد میں قیام کیا۔ صبح واپسی کے ارادے سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لینا چاہی تو معلوم ہوا کہ آپ کسی ضروری کام سے میر پور گئے ہیں۔ مَیں اس خیال سے واپس روانہ ہوا کہ راستے میں میر پور سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے الوداعی ملاقات کر کے اجازت لے لوں گا۔ مختصر سی پہلی ملاقات میں آپ کے بارے میں میری یہی رائے تھی کہ آپ نیک اور درویش صفت بزرگ ہیں۔ میر پور شہر اور چھچیاں شریف کے راستے میں نالہ کھڈ پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ میر پور سے واپس آ رہے تھے۔ مَیں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کر کے اجازت چاہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر نفی و اثبات کا خیال کر کے اپنا باطن خالی کریں۔ پھر سب سے پہلے جو خیال آئے، مجھے بتائیں۔ مَیں نے تعمیل کی۔ معاً جو خیال آیا، وہ یہ تھا: ''مردہ بہ دستِ زندہ''۔ آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ''واپس چلیے!'' حکم کی تعمیل میں دو تین دن مزید قیام کیا۔ روانگی کے وقت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دستور کے مطابق الوداع کہنے مقررّہ مقام تک آئے۔ آپ نے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میر پور شہر سے پہلو بچاتے ہوئے، بلاہ گالہ سے براستہ کھڑی، جہلم کو پہلو پر چھوڑتے ہوئے (اس جگہ اب نیو میر پور ٹاؤن ہے) سرائے عالمگیر جا کر ٹرین پر سوار ہوں۔

بس آپ کا رخصت کرنا تھا کہ مجھے اضطراب اور بے چینی نے گھیر لیا۔ آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے۔ جدھر نظر اُٹھتی، قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی شبیہ ہی دکھائی

Marfat.com

دیتی۔ اسی حالت میں ساہیوال پہنچا۔ یہ کیفیت کم نہ ہوئی بلکہ بڑھتی چلی گئی۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر دربارِ عالیہ کا رخ کیا اور پھر رابطہ مستقل برقرار رہا۔

مَیں نے تیسری ملاقات پر عرض کی کہ توجہ فرمائیں۔ آپ نے بڑی شفقت سے سلسلۂ مجدّدیہ کے اسباق طے کرائے اور صاحبِ ارشاد کیا۔ اس کے بعد مَیں ہمیشہ آپ سے وابستہ رہا۔ آپ کے بعض تربیت یافتہ سنگیوں کی صحبت میں رہ کر بھی استفادہ کیا۔ ان میں مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ باروالے اور خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا عبدالخالق راوی ہیں کہ مَیں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق عصر کی نماز کے بعد حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کا ختم پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر ختم پڑھنے لگا۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ بھی مسجد میں موجود تھے۔ اتنے میں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مقدّمے کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ مسجد میں دنیا کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے اس آدمی سے کہا کہ مولوی صاحب بھی کہتے ہوں گے کہ مسجد میں دنیوی گفتگو کرتے ہیں۔ کیا کریں، دنیادار جو ٹھہرے۔ اس پر مَیں سخت نادم ہوا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مشاہدہ اور تجربہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک کتاب پڑھتے ہوئے ان کے جسم کا جو حصّہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بدن سے مَس ہوا تھا، اس میں اللہ اللہ کا ذکر جاری ہو گیا تھا۔

ایسے تجربات و مشاہدات بیان کرنے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

Marfat.com

کرتے تھے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم کشف و کرامات سے متاثر ہو گئے۔ ہمارے نزدیک ولایت میں یہ چیزیں حجت نہیں ہیں۔ ولایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل پیروی ہی حجت ہے۔ ہم نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سنّت تو درکنار، کبھی مستحب بھی ترک کرتے نہیں دیکھا۔ یہ وہ کمال تھا جس نے ہمیں آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

مولانا عبدالخالق چھاچھی رحمۃ اللہ علیہ اچھے خوش نویس تھے۔ ان کی کئی تحریریں دربارِ عالیہ میں موجود ہیں جو سلوک اور اس کے اسباق سے تعلق رکھتی ہیں۔

Marfat.com

۱۹۔ سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ

سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ موضع کلّہ تحصیل پلندری ضلع پونچھ کے رہنے والے تھے۔ سدھن قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلے کی نسبت سدّوزئی پٹھانوں سے ہے۔ ریاست میں ان کی اکثریت ضلع پونچھ میں ہے یا پھر اس سے ملحقہ ضلع کوٹلی کے غربی حصّے میں۔ اس کے افراد زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں مگر ماضی میں جب تعلیم اور ملازمت کے وسائل محدود تھے، فنِ سپہ گری ان کا مرغوب پیشہ تھا۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سَنگی میاں محمد عالم اور میاں فضل الٰہی ضلع کوٹلی سے اس گاؤں میں منتقل ہو گئے تھے۔ چنانچہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کئی بار وہاں تک گئے اور اس علاقے میں بھی آپ کا فیض پھیلا۔

سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ کلّہ کے نمبردار تھے۔ ان کی طبیعت بہت تندوتیز تھی۔ بات بات پر بگڑ جاتے اور غضبناک ہو کر پورے ماحول کو پراگندہ کر دیتے۔ اس جھگڑالو مزاج کی وجہ سے پورے علاقے میں مشہور تھے۔ لوگ سنبھل کر ان سے بات کرتے۔ سدّوزئی پٹھانوں میں ویسے بھی جلال زیادہ ہوتا ہے، سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ میں تو نمبرداری کا طنطنہ بھی بہت تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک بار قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کلّہ میں تھے۔ میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نمبردار صاحب کو بھی آپ کی آمد کی خبر دی اور خواہش کی کہ آپ کی مجلس میں آئیں۔ وہ دنگا فساد کی طرف زیادہ مائل رہتے تھے، انھیں روحانی مجالس سے دُور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ انھوں نے اپنی چھاتی کی

Marfat.com

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اِدھر تالے پڑے ہیں۔ یہاں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مجلس میں شرکت سے کیا فائدہ''؟ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وضو کی غرض سے باہر جا رہے تھے کہ کسی سنگی نے سردار دیوان علی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بتادی اور ان کے خیالات بیان کیے۔ آپ نے کوئی تبصرہ نہ فرمایا۔ البتہ اتنا پوچھا کہ سردار صاحب مجرّد ہیں یا بال بچوں والے ہیں؟ بتایا گیا کہ ان کی دو بیویاں ہیں۔ بچیوں کے باپ ہیں۔ اولادِ نرینہ سے محروم ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''شریعت کا ڈر ہے ورنہ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے۔''

جلد ہی ایک عجیب اور ناقابلِ یقین صورتِ حال رونما ہوئی۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی توجّہ یا تصرّف رنگ لایا۔ سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے دل ودماغ کے تالے کھل گئے۔ جنھیں وہ ناقابلِ تسخیر خیال کرتے تھے، تسخیر ہوگئے۔ سردار صاحب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوگئے۔ سلوک کی وادی میں داخل ہوئے تو ماضی کی ہر تلخی، تیزی اور شوخی جاتی رہی۔ پورے کے پورے راہِ سلوک کے ہو کر رہ گئے۔ انھوں نے بھرپور عزم واستقلال سے سلوک کی منزلیں طے کیں اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔

اس کے بعد ان کا زندگی بھر کا معمول رہا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں جہاں بھی قیام فرماتے، وہ خود وہاں حاضر ہو جاتے۔ حاضری کا انداز بھی منفرد اور دلیرانہ تھا۔ آتے ہی دونوں ہاتھ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں پاؤں پر رکھ کر اپنے چہرے سے مَس کرتے۔ پھر دُور ہٹ کر مجلس میں خاموش بیٹھ جاتے۔ کسی کے گھر سے کھانا نہ کھاتے۔ کھانے کے وقت اپنے گھر چلے جاتے۔ بعد میں پھر حاضرِ

Marfat.com

خدمت ہوتے۔ یہاں تک کہ عصر کے وقت واپسی پر قدم بوسی کا وہی انداز اپناتے اور گھر چلے جاتے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے ایک نشست میں فرمایا کہ مجھے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سردار صاحب کے گھر میں ٹھہرنے کا بھی اتفاق ہوا۔ بعد میں بھی کئی باران کے ہاں قیام کیا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میرا کلّہ جانے کا سبب زیادہ تر بابا فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ایک قریبی کسٹم چوکی پر تعینات تھے۔ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے ساتھ بہت اچھے مراسم تھے۔ دونوں سنگی ہونے کے علاوہ صاحبِ اجازت بھی تھے۔ ایک بار مَیں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سردار صاحب کے گھر گیا۔ انھوں نے آپ کے آنے کی خوشی میں ایک بہت خوب صورت بھینس بہ طورِ تحفہ پیش کی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ باندھ کر نہایت عاجزی اور دل گیری سے رُندھی ہوئی آواز میں عرض کی کہ اس حقیر کا تحفہ قبول نہ کر کے آپ اس کی محرومی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ان کی اس کیفیت سے مجبور ہو کر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ قبول کر لیا۔ وہ بھینس کئی برس تک دربارِ عالیہ میں رہی۔

سردار صاحب فنا فی الشّیخ تھے۔ ہر وقت پیرومرشد کی رضا جوئی میں لگے رہتے۔ کبھی اپنے طور پر پلنگ اور کبھی بستر بنوا کر بیسیوں میل پیدل چل کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ شیخ سے محبت کے حوالے سے حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک بار مَیں راجہ کریم داد خان المعروف بہ کیاں خان سکنہ منور کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ

Marfat.com

سے ملنے آئے۔ اس وقت وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ جب تخلیہ ہوا تو انھوں نے درخواست کی کہ مَیں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا خادم ہوں۔ اُن کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ مجھے اپنے تلوے چاٹنے کی اجازت دیں۔ مَیں چونک اٹھا اور توبہ توبہ کرتے ہوئے، اُن کو اُن کی عظمت کا احساس دلا کر اس ارادے سے ٹالا۔

اِسی طرح ایک بار کالو خان نے انھیں دعوت دی کہ کوئی بزرگ تشریف لائے ہیں، آپ بھی مجلس میں شامل ہوں۔ سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے تھے کہ مَیں چند لمحے اُن کی مجلس میں بیٹھا مگر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے تصوّر اور یاد نے میرے اندر وہ ہیجان پیدا کیا کہ بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ مَیں روتا ہوا اٹھ کر گھر چلا گیا۔ ماضی کی ساری صحبتیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔

سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ شروع سے ہی انتہا پسند طبیعت کے مالک تھے۔ وادیِ سلوک میں قدم رکھنے سے پہلے روحانی زندگی کے شدید مخالف تھے۔ مزاج ہر وقت انتشار کی طرف مائل رہتا تھا۔ شیخِ کامل رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوتے ہی اُن کی طبیعت کا دوسرا رخ جھلک اٹھا۔ ہمہ وقت یادِ خدا میں مصروف رہنے لگے۔ گھر میں عبادت کے لیے الگ کمرہ مختص کر لیا۔ ایک روایت کے مطابق دو ماہ کا چلّہ بھی کاٹا۔ یہ سب کوششیں تزکیۂ نفس کے لیے تھیں۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تلقین ہونے والے تمام وظائف پابندی سے پڑھتے تھے۔ آپ کے قابلِ ذکر وظائف میں ذکرِ اسمِ ذات، نوافل، تہجد، اشراق اور اوابین وغیرہ بھی تھے۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ مجھے ان کے ہاں قیام کا اتفاق ہوتا رہا۔ آپ پنجابی شجرۂ طریقت پڑھتے وقت بڑے انہماک

Marfat.com

اور جذب کا اظہار کرتے۔ اس دوران آپ کی زلفیں بھی رقصاں رہتیں۔ جب شیخِ کامل رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر پہنچتے تو اس جلال اور جھٹکے سے اِلّا اللہ کہتے کہ آپ کی ٹوپی اکثر سر سے گر جاتی۔

آپ دلائل الخیرات بھی پڑھتے۔ دلائل الخیرات کا جو نسخہ ان کے ہاں موجود ہے، اس میں پیر کے روز کی منزل مالیدہ ہے جب کہ دیگر ایام کی منزلیں غیر مستعمل نظر آتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید آپ کو پیر ہی کی منزل تلقین ہوئی تھی۔

سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نرینہ اولاد نہیں تھی۔ صرف دو بچیاں تھیں۔ آپ کے بھائی کا انتقال ہوا تو اس کے پس ماندگان میں دو لڑکے جان محمد اور ولی داد تھے اور ایک بیوہ۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جب کلّہ جانے کا اتفاق ہوا تو آپ تعزیت کے لیے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ کسی سنگی نے توجہ دلائی کہ ان کی نرینہ اولاد نہیں ہے اور اب بوڑھے بھی ہو چکے ہیں۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافِ معمول اچانک فرمایا: ''سردار صاحب اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی دونوں بھتیجوں سے کر دیں اور خود بھائی کی بیوہ سے شادی کر لیں!'' سنگی اس تجویز پر متحیر ہو گئے مگر سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے ایسے فدائی تھے کہ ان کے کسی حکم سے سرتابی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ انھوں نے اس تجویز پر عمل کیا۔ قدرت نے انھیں اس بیوی کے بطن سے بیٹا محمد سرور دیا۔ محمد سرور نے بھی دربارِ عالیہ سے رابطہ رکھا۔ اب وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

سردار دیوان علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا بدن اپنے بیٹے محمد سرور کی طرح چھریرا تھا۔ رنگ صاف، زلفیں شانوں تک، پیشانی کشادہ، قد مائل بہ درازی، لباس میں زانو

Marfat.com

تک کُرتا اور تہ بند شامل تھے۔ پنج گوشی ٹوپی پہنتے۔

ان کا وصال ۱۸۔ اپریل ۱۹۴۳ء کو آبائی گاؤں کلّہ میں ہوا۔ گھر کے قریب ہی دفن ہوئے۔ قبر پختہ ہے۔ سنگِ مزار نصب ہے۔

Marfat.com

۲۰۔ حضرت مولانا حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والدِ گرامی کا نام مولوی غلام علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ صاحبِ علم قریشی ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دین کی دعوت و تبلیغ ہی خاندان کا امتیازی وصف رہا۔ یہ گھرانہ جہاں جہاں بھی آباد ہوا، دین کی اشاعت اور ترویج میں دل چسپی کا مظاہرہ کرتا رہا۔

آپ کا خاندان ابتداء میں تحصیل گوجر خان کے ایک گاؤں سوئیاں حافظاں میں آباد ہوا۔ وہاں اب بھی اکبری دور کی تعمیر شدہ مسجد موجود ہے۔ اسی جذبۂ تبلیغ کے تحت خاندان کی ایک شاخ ریاست جموں و کشمیر کے ایک گاؤں ڈھوک موہڑہ میں آباد ہوئی۔ یہ گاؤں کڑتی تحصیل کوٹلی سے ملحق ہے۔ بعد میں بعض افراد نے ایک قریبی ڈھوک نکہ کڑتی میں سکونت اختیار کی۔ مولانا اسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حافظ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کوٹلی شہر میں، محلّہ بلیاہ کی غوثیہ مسجد میں ہے۔

آپ نے خاندانی دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر ہی پائی۔ مزید تعلیم کے لیے پوٹھہ بنگش، ڈڈیال تشریف لے گئے۔ وہاں قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ مولانا فرماتے تھے کہ قاضی نادر علی رحمۃ اللہ علیہ مختلف علوم پر دسترس رکھتے تھے اور بڑے نکتہ سنج عالم تھے۔ فنِ پیمائش اور خوش نویسی میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خوش نویسی میں بھی ان سے استفادہ کیا۔

مولانا نے بتایا کہ وہ غربت اور افلاس کا دور تھا۔ سارا علاقہ تنگ دستی کی

Marfat.com

لپیٹ میں تھا۔ لوگ روٹی کے ٹکڑے کو ترستے تھے۔ کوشش اور خواہش کے باوجود ہم وہاں زیادہ نہ ٹھہر سکے اور معاشی مجبوری نے مشفق اور محسن استاد سے جدا کر دیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ پوٹھہ میں اپنے قیام کا ایک خاص واقعہ اکثر یاد کرتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔ مختلف گھروں سے کھانا اکٹھا کرنے کے دوران، ایک بار انھیں کتے نے کاٹ لیا تھا۔ وہ نشان عمر بھر موجود رہا۔

پوٹھہ سے آپ مجوٹھہ ہار تحصیل گوجر خان چلے گئے۔ باقی ماندہ اسباق کی تکمیل آپ نے وہاں کی۔ آپ کے استاد بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ مولانا ان کے تبحرِ علمی پر فخر کیا کرتے تھے۔

مولانا کو زراعت سے بڑی دل چسپی تھی۔ امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے۔ ریاست کی انجمنِ اسلامیہ میں ایک معزز عہدے پر بھی فائز تھے۔ دینی معاملات میں بھی بڑے سنجیدہ اور دنیوی امور میں بھی معاملہ فہم تھے۔

مولانا کا قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ یوں ہوا کہ مولانا انجمنِ اسلامیہ کے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں اندرہل میں تھے۔ ایک دن انھوں نے کنڈور مسجد میں نمازِ ظہر ادا کی۔ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے نے بھی وہیں نماز پڑھی۔ مولانا ان کی نماز کی کیفیت سے بہت متاثر ہوئے۔ دریافت کرنے پر سائیں محمد حسن نے بتایا کہ وہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں اندرہل میں سملوٹھہ، انب یا چھہار میں کہیں مل سکتے ہیں۔ مولانا بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اَن پڑھ تھے مگر

Marfat.com

ایک بات میں انھوں نے مجھے لاجواب کردیا۔ مَیں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے شیخ نے آپ کو پڑھنے کے لیے جو کہا ہوا ہے، وہ مجھے بھی بتائیے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا کہ اگر کوئی مریض کسی حکیم کی دوا سے صحت یاب ہو جائے تو وہ خود حکیم یا معالج نہیں بن جاتا۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا ہے کہ خواہش مند مریض کو اس معالج کی نشان دہی کردے!

حسنِ اتّفاق سے اگلی ہی صبح کو قدرتِ کاملہ نے انب مسجد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا موقع فراہم کردیا۔ اسی ملاقات میں مولانا آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کی معیّت میں رہنے لگے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سفر پر ہوتے تو مولانا آپ کی کتابوں کا صندوق اٹھائے ساتھ ہوتے۔ پھر آپ نے مولانا کو سلسلے کے اسباق دیے اور صاحبِ ارشاد فرمایا۔

مولانا حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ اثر علاقہ سرن، مقبوضہ کشمیر بالخصوص بغلیاز، چندی مڑ اور دھڑہ موہڑہ تھا۔ تحصیل مہنڈر کی ڈھوکوں میں بھی آپ کے کافی عقیدت مند تھے۔ گرمیوں میں دیہی آبادی مال مویشی لے کر ڈھوکوں کا رخ کرتی ہے۔ وہیں سنگیوں کا حلقۂ ذکر ہوتا۔ خوب اللہ اللہ ہوتی۔ مولانا بڑے خوش الحان تھے۔ جب ترنّم سے اشعار پڑھتے تو سامعین پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔

مولانا چار رکعت تہجد، دو رکعت تحیۃ الوضو، چار رکعت اشراق اور چار رکعت اوّابین پڑھتے۔ کتابی وظائف میں قرآنِ مجید ایک پاؤ، دلائل الخیرات یومیہ منزل، حزب الاعظم یومیہ منزل، درود مستغاث، اورادِ فتحیہ، دعائے سُریانی، قصیدۂ غوثیہ، چہل کاف اور حزب البحر پڑھتے۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ کتابی وظائف نمازِ فجر اور

Marfat.com

اشراق کے درمیانی وقت میں ادا ہو جائیں۔ نمازِ فجر سے پہلے تین سو تیرہ بار درودِ تنجینا، ختمِ خواجگان اور ختمِ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے۔ نفی و اثبات حبسِ دَم میں پانچ سو بار روزانہ کرتے۔ دن میں اسمِ ذات آپ کا وظیفہ تھا۔

مولانا بیان کرتے تھے کہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا: ''مولوی صاحب! نماز پڑھایا کریں۔'' ہم مولوی لوگ فوراً مصلّے پر چڑھ جاتے ہیں۔ کچھ دن نماز پڑھائی۔ تلفظ اور تعدیلِ ارکان کا خاص خیال رکھتا مگر چند دن کے بعد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مَیں قرآنِ مجید پڑھتا ہوں، آپ سنیں۔'' مَیں سمجھ گیا کہ یہ حکیمانہ انداز میری اصلاح کے لیے اپنایا گیا ہے۔ یقیناً میرے تلفظ قابلِ اصلاح ہوں گے۔ اِسی طرح قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مولانا کو تہ بند باندھنے کا طریقہ بھی سکھایا تھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵۔ اگست ۱۹۷۶ء کو اپنے گاؤں میں وصال فرمایا اور مسجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار یونیورسٹی مسجد کی پائیں منزل میں آ گیا تھا چنانچہ مزار کو ایک خوبصورت ملحقہ مقبرے میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ آپ کے ایک جاں نثار سنگی میر باز عرف باجا بھی آپ کے پہلو میں مدفون تھے۔ انھیں بھی آپ کے مقبرے کے باہر جنوبی دیوار کے پاس منتقل کر دیا گیا ہے۔

پیر خانے سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت و محبت کا اظہار اِس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ جب حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدّ ظلّہ العالی کے لیے رشتے کا معاملہ چلا تو مائی شرفاں کے ذریعے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ مائی صاحبہ سے پوچھیں۔ نانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے بات ہوئی تو انھوں نے فرمایا:

Marfat.com

"حاجی بقاء محمد سے پوچھو۔" مولانا سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس خاندان کی ہر خواہش میرے لیے واجب التعمیل ہے البتہ اِس وقت صورت یہ ہے کہ میری دو بچّیاں ہیں۔ بڑی بچّی کے سلسلے میں اپنی بہن سے وعدہ کر چکا ہوں۔ چھوٹی کے لیے ارادہ ہے کہ بھتیجے کو دوں۔ ابھی تک اظہار کیا ہے، نہ زبان دی ہے۔ میری اولاد دربارِ عالیہ کے لیے قبول ہو تو زہے قسمت! حاضر ہے۔ لٰہذا مائی شرفاں کے ایما پر رشتہ طے پا گیا۔ مولانا خود بمبئی جا رہے تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کے لیے پیغام چھوڑ گئے کہ دربارِ عالیہ کا کوئی فرد بچی کے رشتے کے لیے آئے تو بہ صد خوشی دے دیں۔ چنانچہ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فقیر محمد پوٹھیہ کپڑے پہنانے کی رسم ادا کرنے کڑتی آئے۔ بعد میں جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کڑتی تشریف لائے تو فرمایا: "ہماری بچی کہاں ہے؟" آپ نے بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس طرح مولانا، حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کے سسر اور حاجی پیر صاحب مدّ ظلّہ کے نانا بنے۔

مولانا بمبئی جاتے ہوئے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ فرماتے تھے کہ مَیں وہاں مراقب ہوا تو صاحبِ مزار کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ حالتِ احرام میں تھے اور تازہ حجامت بنوا رکھی تھی۔

مولانا کا قد میانہ اور جسم پھریرا تھا۔ رنگ گندم گوں اور زلفیں دراز تھیں۔ کچھ عرصہ خضاب بھی استعمال کیا مگر بعد میں مہندی لگایا کرتے تھے۔ لباس میں قمیض اور شلوار پہنتے۔ ٹوپی استعمال کرتے مگر اکثر کُلَہ پر سبز رنگ کی پگڑی باندھتے۔

مولانا کے خاندان میں شاعری کی روایت بھی موجود تھی۔ آپ بھی پنجابی کے اچھے شاعر تھے۔ فی البدیہہ شعر کہنے کی صلاحیت بھی تھی۔ شاعری میں پند و نصائح

Marfat.com

کے موتی عمدگی سے پرو دیتے۔ آپ کے بڑے صاجبزادے محمد یوسف بھی بہت اچھے شاعر ہیں۔ باپ بیٹے میں خط و کتابت اکثر اشعار میں ہوتی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اِس ذوق سے اکثر لوگ فائدہ اٹھاتے اور اپنے دور دراز رہنے والے رشتہ داروں اور دوستوں کے نام منظوم خط لکھواتے۔ آپ کے اشعار موعظت پر مبنی ہوتے اور سوز و گداز کی وجہ سے ان میں بڑی تاثیر ہوتی۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے مقبرے کی تعمیر میں آپ نے بڑی دل دچسپی لی۔ انھی ایام میں آپ نے نکّہ میں واقع اپنی مسجد کے لیے ایک اشتہار چھپوایا اور درج ذیل فارسی شعر کو اس کا موضوع بنایا:

پائے ما لنگ است و منزل بس بعید
دستِ ما کوتاہ و خرما بر نخیل

(ہمارے پاؤں لنگڑے ہیں اور منزل بہت دور ہے۔ ہمارا ہاتھ کوتاہ ہے اور کھجور درخت پر ہے)

آپ نے حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب مشہور شعر کو معمولی تصرّف کے ساتھ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے لیے تجویز کیا:

ناقصاں را پیر کامل ، سالکاں را راہنما
فیض بخشِ گنجِ مخفی قبلۂ سلطانِ ما

(ناقصوں کے لیے پیرِ کامل ہیں اور سالکوں کے راہنما ہیں۔ ہمارے قبلہ اور سلطان مخفی خزانے کا فیض بخشنے والے ہیں)۔

مولانا حاجی بقاء محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں کے نام یہ ہیں:

Marfat.com

حاجی سائیں محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ: آپ دربارِ عالیہ کے خادمِ خاص تھے۔ خضری مسجد گل پور میں مزار ہے۔

حاجی سخی ولایت رحمۃ اللہ علیہ: چھجلہ مہنڈر کے رہنے والے تھے۔ بڑے متمول اور آسودہ حال تاجر تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے آزاد کشمیر میں آ گئے اور موضع دھمال چڑھوئی میں انتقال ہوا۔

میر باز، ملا لالہ اور نور محمد عرف نورا: یہ تینوں بھائی چھجلہ کے رہنے والے تھے۔ ملا لالہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے۔

ان کے علاوہ قاضی اللہ دتہ سکنہ چھجلہ اور میر محمد سکنہ چچیاں بانڈیاں وغیرہ کے نام بھی ملتے ہیں۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مولانا کچھ عرصہ طالبانِ حق کو داخلِ سلسلہ کرنے، اسباق تلقین کرنے اور تعویذات وغیرہ دینے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ عملیات کا شغل بھی کرتے تھے۔ آسیب زدہ لوگ اکثر آپ کی خدمت میں آتے اور ٹھیک ہو کر جاتے۔ آپ نے کچھ عرصہ فوج میں بہ طورِ خطیب بھی ملازمت کی۔

آپ نے ایک کتاب ''تحفۂ سلطانیہ'' تالیف فرمائی جو ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی اور اس کی اشاعت کی سرگذشت بیان ہو چکی ہے۔ اس سے آپ کی علمیت، سلوک سے آگاہی، قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت اور تصنیف و تالیف کی صلاحیت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا حاجی بقا محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے محمد یوسف اور محمد منظور ہیں۔

Marfat.com

چھوٹے صاحبزادے وفات پا چکے ہیں۔ مولانا نے دو شادیاں کی تھیں۔ دوسری اہلیہ سے صرف ایک بچی سعادت سلطانہ ہیں۔ پہلی بیوی کے بطن سے مولانا کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی، صوفی عبدالقادر ولد میاں غلام نبی کے عقد میں تھیں۔ وہ انتقال کر گئی ہیں۔ دوسری صاحبزادی، حضرت شیخ مدظلہ العالی کے حرم میں تھیں۔ ان کا وصال ۱۶/۷۔ اگست کی درمیانی شب ۱۹۹۷ء کو ہوا۔ مزار مبارک خانقاہِ سلطانیہ، جہلم میں ہے۔

Marfat.com

۲۱۔ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کالا بن کوٹلی تحصیل راجوری کے رہنے والے تھے۔ تاریخ پیدائش ۱۸۔رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ بہ مطابق ۲۱۔فروری ۱۸۸۹ء، ماہ پھاگن ۱۹۵۳ بکرمی ہے۔آپ کے والدِ محترم کا نام خواجہ محمد شہباز سلطان قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔کہا جاتا ہے کہ وہ علمِ جفر میں مہارتِ تامّہ رکھتے تھے اور انھوں نے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے روشن مستقبل کی پیش گوئی کر دی تھی۔

خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں فوج میں بھرتی ہوئے اور سگنل کے شعبے میں کام کرتے رہے۔ بعد میں کسٹم کے محکمے سے وابستہ ہوگئے۔ بہت وجیہ، خوش پوش اور نفاست پسند تھے۔شروع ہی سے روحانیت کی طرف میلان تھا۔باطنی اصلاح کے لیے کسی راہنما کی تلاش میں تھے۔شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین سیّد محمد جعفر علی شاہ سے نقشبندی سلسلے میں وابستہ ہوئے۔ضمیمہ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ میں علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انھیں اپنے شیخ سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔سیّد محمد جعفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے وقت اپنے مریدین کو اشارہ کیا کہ روحانی اصلاح وتربیت کے لیے خواجہ محمد اکبر علی سے رجوع کریں۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد سنگی بابا فوجدار خان بھی کسٹم میں ملازم تھے۔اسی حوالے سے وہ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف ہوئے۔دونوں اپنے اپنے آستانوں کے شیدائی تھے۔جلد ہی یہ جان پہچان، دونوں کی دائمی رفاقت میں بدل گئی۔

Marfat.com

صوفی فوجدار خان نے کبھی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے شیر کی کھال کا ذکر سن رکھا تھا۔ انھیں خیال ہوا کہ شاید شیر کی کھال آپ کو پسند ہے جب کہ آپ کی پسند ماسوی اللہ کچھ نہ تھا۔ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ پھگواڑی گلی میں مامور تھے۔ انھیں پتہ چلا کہ خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چیتے کی کھال کا مصلیٰ ہے۔ انھوں نے اس کے حصول کے لیے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا۔ خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہ اسے اپنے مرشد سیّد محمد جعفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعد میں مجھے ایک خواب آیا جس کے نتیجے میں چھچیاں شریف کے لیے دل میں کشش پیدا ہوگئی۔ آخر ایک دن وہ مصلیٰ لیا اور چھچیاں شریف کے لیے روانہ ہوگیا۔ صلاح محمد خادم بھی ہمراہ تھا۔ وہاں پہنچ کر مصلیٰ باہر ہی رکھ دیا۔ ملاقات پر قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ مصلیٰ کہاں ہے؟ چنانچہ مَیں نے باہر سے مصلیٰ لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بعد میں مَیں نے عرض کی کہ جناب توجہ فرمائیں اور مہربانی سے نوازیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پہلے اپنے پیرومرشد کی فاتحہ خوانی سے فارغ ہو آیئے کیوں کہ ان کا وصال ہو چکا ہے!'' مَیں اس وقت تک اس سانحے سے بالکل بے خبر تھا۔ بعد میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے حلقۂ ارادت میں داخل کر کے اپنی نگرانی میں سلوک طے کرایا اور صاحبِ ارشاد فرمایا۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً آپ کو جو اوراد و وظائف، ختمات اور مراقبات تلقین ہوتے تھے، آپ انھیں ایک بیاض میں تحریر کرتے رہتے

Marfat.com

تھے۔ اصل بیاض آپ کی اولاد کی تحویل میں ہے۔ اس کی فوٹوسٹیٹ دربارِ عالیہ میں موجود ہے۔

خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ وہ مصلیٰ بھی دربارِ عالیہ میں موجود تھا اور مختلف ضرورتوں کے لیے اس کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر دیے جاتے تھے۔ اب وہ باقی نہیں ہے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو خلافت واجازت سے نوازا تو فرمایا کہ چھ مہینے ریاست میں اور چھ مہینے پنجاب میں رہ کر طالبوں کی تربیت کریں۔ آپ نے آخر دَم تک اس فرمان پر عمل کیا۔ چنانچہ کشمیر اور پنجاب میں آپ کے ہزاروں عقیدت مند موجود ہیں۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ جب خواجہ محمد اکبر علی کو خلافت ملی تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھیوڑہ والے مولوی فضل احمد سے کہا کہ اپنے پیر کو پنجاب لے جاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ پنجاب میں بڑے بڑے عالم اور بزرگ پیر ہیں۔ وہاں کے لوگ پہاڑیوں کی زبان پر بھی ہنستے ہیں۔ یہ سن کر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تعاقب کر کے اللہ اللہ بتانا آپ کا کام نہیں۔ جو طالبِ حق خواہش ظاہر کرے، اسے بتادیں۔''

مولوی صاحب حسبِ فرمان اپنے پیر ومرشد کے ہمراہ جانے لگے تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمول کے مطابق الوداع کہنے کیکری کے درخت تک آئے اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ''شہباز جا پنجاب، خلیفہ بر خلیفہ، خلیفہ بر خلیفہ'' حسنِ اتفاق سے خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم کا نام بھی شہباز تھا۔

Marfat.com

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر کے لوگ ''سائیں'' اور پنجابی حضرات ''کشمیر والے پیر'' کہہ کر پکارتے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ انھیں ''مولوی صاحب'' کہتے۔

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ حقیقت بن کر سامنے آئے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض پنجاب میں بھی خوب پھیلا۔ پنجاب میں آپ کے محض چند خلفاء کے نام یہ ہیں:

مولوی فضل دین رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چک ۴۳، مولوی فضل دین رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چک ۴۵، مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ سکنہ کھیوڑہ، حافظ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سکنہ کھیوڑہ، مولوی سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سکنہ یاسین کلاں، بابو محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ سکنہ لاہور اور فقیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ سکنہ ہرنی، مقبوضہ کشمیر۔ تذکرۂ مشائخِ نقشبندیہ کے ضمیمے میں آپ کے ۴۵ خلفاء بیان کیے گئے ہیں۔ اس تذکرے میں آپ کی دینی، روحانی، علمی اور ملّی خدمات کا شایانِ شان ذکر کیا گیا ہے۔

۱۹۴۷ء کے انقلاب میں خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آبائی گاؤں کوٹلی کالابن سے ہجرت کرنا پڑی۔ آپ کوٹلی، بہاری سے ہوتے ہوئے چھچیاں شریف آئے۔ آپ کے خلیفۂ مجاز مولوی فضل احمد سکنہ کھیوڑہ آپ کو نارووال لے جانے کے لیے آئے مگر آپ نے حالات کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔ مولوی صاحب ضروری انتظامات کے بعد آپ کو نارووال لے گئے۔

نارووال لے جانے میں یہ مصلحت تھی کہ وہاں سکول، ہسپتال، ریلوے سٹیشن وغیرہ جیسی شہری زندگی کی کچھ جدید سہولتیں میسر تھیں۔ وہاں پہلے چھ ماہ صوفی

Marfat.com

احمد دین صاحب نے آپ کے قافلے کی میزبانی کی جو اس دور میں بڑے دل گردے کی بات تھی۔ اس ہنگامی اور بحرانی دور میں شدید محبت و عقیدت کے بغیر ایسا ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد چندووال میں آپ کے قیام کے لیے ایک مکان الاٹ کر دیا گیا۔ یہ مکان کسی ہندو سٹیشن ماسٹر کا متروکہ تھا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی بھی اس دور میں سنگیوں کے اصرار پر نارووال تشریف لے گئے تھے۔ کوٹلی کالا بن میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ نارووال میں اسی معمول کا اجراء ہوا اور آپ کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اسی دوران مفتی محمد امین صاحب سکنہ فیصل آباد سے ملاقات ہوئی اور رابطہ قائم ہوا۔

خواجہ محمد اکبر علی نے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اونی فرغل پیش کیا تھا۔ آپ نے کچھ عرصہ اسے استعمال کیا۔ یہ فرغل اندر کھونٹی پر لٹکا ہوا تھا۔ قبلہ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے بعد میں وہ فرغل خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو بطورِ تبرک عنایت فرمایا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے سفر میں آپ نے وہ فرغل سر پر اٹھائے رکھا اور اپنی جان سے بھی زیادہ اس کی حفاظت کی۔ یہ فرغل پاک پتن شریف میں آپ کے خاندان کے ہاں محفوظ ہے۔

خواجہ صاحب قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ایسا دو آتشہ تھا کہ جو قریب آیا، مخمور ہوئے بغیر نہ رہا۔ آپ کے کئی عشاق حالتِ جذب میں بَنوں میں مارے مارے پھرتے تھے مگر آپ کے جذب پر صحو غالب تھا۔

نارووال کے بعد آپ نے محلّہ پیر کریاں، پاک پتن شریف میں مستقل سکونت اختیار کی اور دار العلوم نقشبندیہ رضویہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔

Marfat.com

وہیں بدھ، ۲۴۔نومبر ۱۹۷۱ء/ ۵۔شوال ۱۳۹۱ھ کو دن کے گیارہ بجے آپ کا وصال ہوا۔آپ کا روضہ، مسجد سے متصل ہے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کی روایت کے مطابق آپ کبھی کبھی پنجابی شاعری میں طبع آزمائی کیا کرتے تھے۔آپ کے ایک خلیفۂ مجاز مولوی فضل دین سکنہ چک ۴۵ بھی پنجابی کے شاعر تھے۔''سیف الرحمان'' کے نام سے ناقص پیروں کے خلاف ان کی ایک نظم موجود ہے۔وہ معلّم تھے۔دورے میں اکثر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے۔باہمی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار تعطیلات کے اختتام پر جب مولوی صاحب اپنی ڈیوٹی پر مدرسے گئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی عدم موجودگی میں بے چینی اور اداسی محسوس کی۔قلبی واردات میں ڈوبے ہوئے چند شعر ارتجالاً کہے اور انھیں بھجوا دیے۔دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی والا معاملہ تھا۔مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے لیے بے تاب ہو رہے تھے،فوراً حاضرِ خدمت ہو گئے۔خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

الف آجانی ، لائی ہجر کانی ، میرا سدا مسافرا راہیا ہو
تیرے باجھ نہ آرام جندڑی نوں، موڑیں واگ مہار دی ماہیا ہو
فضل رب رسول دی تانگھ سوہنی ، زلف نازنین چھیل سپاہیا ہو
جھب قاصدا وصل پلا جلدی ، میری جندڑی سخت گھبرائی آہو

خواجہ محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حجِ بیت اللہ کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔کہتے ہیں کہ آپ کے ایک عقیدت مند نے حج کے لیے آپ کا پاسپورٹ بنوایا۔فوٹو تو اسے پرانا مل گیا مگر وہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم کا نام

Marfat.com

نہیں جانتا تھا۔ اُس نے بڑی دُور اندیشی اور فراست کا ثبوت دیا۔ مرشد چوں کہ روحانی باپ ہوتا ہے، اس لیے اُس نے ولدیت کے خانے میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھ دیا۔ پاسپورٹ بن گیا۔ یہ ساری کارروائی صیغۂ راز میں رہی تاکہ خواجہ صاحب کہیں انکار نہ کردیں۔ پاسپورٹ تیار ہوگیا تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا۔ والد کی جگہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام دیکھ کر خاموش ہوگئے۔ حج سے واپسی پر آپ نے اپنے تاثرات اس طرح بیان کیے: ''نمازیں مختصر ہوگئی ہیں۔ نوافل اور سُنّتیں اُن کی سہل انگاری اور غفلت کا شکار ہوگئی ہیں۔''

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش شکل اور خوش لباس جوان تھے۔ چہرے سے رعب ٹپکتا تھا۔ ایک بار آپ کھوکھر سے نارووال آرہے تھے کہ کچھ سکھوں نے آپ کو دیکھا۔ وہ آپ کی نورانیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ قدم بوس ہوکر آداب بجالائے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی روایت کے مطابق ان کے معمولات یہ تھے: نوافل میں آٹھ رکعت تہجد، دو رکعت تحیۃ الوضو، تہجد کی ہر رکعت سورۂ یٰسین کی ایک مُبین پر ختم ہوتی اور آخری رکعت میں سورۂ یٰسین مکمل ہوجاتی۔ اشراق اور اوابین بھی ادا کیے جاتے۔ تہجد کے بعد ختمِ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ ہوتا۔ اس کے علاوہ حَبسِ دَم سے نفی و اثبات، درود تنجینا اور درود ہزارہ تین ہزار تین سو بار روزانہ، یــا حیّــی یاقیوّم برحمتک استغیث پانچ سو بار روزانہ، اسمِ ذات پچیس ہزار بار روزانہ۔

مراقبات ان کے علاوہ تھے۔ آپ مراقبات کی ہفتہ وار گردان کرتے۔ ہر ہفتے ایک مراقبہ پیشِ نظر رہتا۔ ظہر کی نماز کے بعد کتابی وظائف پڑھتے۔ ان میں

Marfat.com

دلائل الخیرات کی یومیہ منزل، حزب الاعظم، درود مستغاث، شجرۂ طریقت اور قرآنِ مجید کی پاؤ منزل شامل تھے۔

آپ رحمۃ کے دو صاحبزادے ابوطاہر محمد نقشبند اور ابوالحسن فقیر محمد ہیں۔ صاحبزادہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۔اپریل ۲۰۰۴ء۔ ۱۹۔صفر ۱۴۲۵ھ کو وصال فرمایا اور اپنے والد کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ صاحبزادہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یومِ وصال ۱۸۔فروری ۲۰۰۴ء ہے۔

Marfat.com

۲۲۔ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ گکھڑ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جو صدیوں اس علاقے پر حکمران رہا مگر سکھوں سے شکست کھا کر اپنی مرکزیت کھو بیٹھا اور منتشر ہو کر مختلف علاقوں میں آباد ہوا۔ ان مقامات میں ملوٹ، تھب راجگان، کٹھار اور چلایار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ چلایار کے راجگان سکھوں کے دور میں بھی معزز تھے کیوں کہ ان کے حلیف سمجھے جاتے تھے۔ انھیں چلایار کا علاقہ بہ طورِ جاگیر ملا تھا۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی پہلے چلایار میں آباد ہوا۔ بعد میں ان کے بزرگ وہاں سے موضع قمروٹی تحصیل و ضلع کوٹلی میں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ریاست پونچھ میں جندروٹ کے مقام پر زمین خریدی۔

صوفی صاحب بڑے تنومند اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ پہلوان تھے مگر انھوں نے پہلوانی کو بہ طورِ فن اختیار نہیں کیا۔ آپ کثرت سے ورزش کرتے اور صحت کا خاص خیال رکھتے۔ کہتے تھے کہ ورزش کے بغیر جسم ست ہو جاتا ہے اور ست جسم کسی کام کا نہیں ہوتا۔

گوجر خان کے مولوی محمد اکبر ان کے استاد تھے۔ وہ اپنے استاد کے لیے اکثر دعا کرتے اور کراتے۔ ان کے دیگر اساتذہ کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ وہ ریاست پونچھ کے محکمہ کسٹم میں ملازم تھے۔ انھوں نے ریاست کی کم و بیش سب چوکیوں پر فرائض انجام دیے۔ ان میں چھچھن، کلہ، پھگواڑی گلی، بلولا اور سنگیوٹ وغیرہ نمایاں ہیں۔ محکمے میں ان پر جو مقدمے قائم ہوئے، ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

Marfat.com

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی وابستگی میاں فتح محمد کے توسّط سے ہوئی۔ میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ اثر تھکیالہ، پڑاوہ اور مہنڈر وغیرہ کا علاقہ تھا۔ کافی لوگ ان کے حلقہ بہ گوش تھے۔ وہیں قمروٹی میں صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ میاں فتح محمد سے وابستہ ہوئے اور اسباقِ سلسلہ حاصل کر کے صاحبِ ارشاد ہوئے۔ اسی وسیلے سے وہ اپنے مرشد کے شیخ تک پہنچے اور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خاص اعتماد کا مقام حاصل کیا۔

صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ کی پختگیٔ عقیدہ اور اسباق سے لگن کا مختلف ذرائع سے پتہ چلتا ہے۔ وہ تنہائی میں وظائف پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے۔ اس سلسلے میں یا تو جنگل کا راستہ لیتے یا بالکل الگ تھلگ بیٹھ جاتے۔ خود فرماتے تھے کہ ایک بار مَیں آیتِ کریمہ کا ورد کر رہا تھا۔ ذوق میں اضافہ ہو گیا۔ مَیں اچانک اٹھا اور باہر نکل گیا۔ سامنے ایک درخت تھا۔ اسی کیف و سرور میں مَیں نے آیتِ کریمہ پڑھ کر درخت کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ بہ ظاہر کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی اور مَیں واپس اندر چلا آیا۔ صبح باہر نکل کر دیکھا کہ درخت کٹا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ پڑوسی نے صبح صبح درخت کاٹ دیا ہے۔ رابطہ کرنے پر اُس نے بتایا کہ صبح ایسے ہی میرا جی چاہا کہ اسے کاٹ دوں، سو کاٹ دیا۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک اور تجربہ اس طرح بیان کیا کہ مَیں ایک چوکی پر تھا۔ قاعدے کے مطابق اسمِ ذات کا ذکر کیا کرتا تھا۔ لطائف پر اللہ اللہ سفید نظر آتا۔ بلکہ بعض اوقات ذکر کے دوران استغراق اور محویت کی کیفیت پیدا ہو جاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ ایک گھوڑا ہے جو اُڑا جا تا ہے۔ اگر غلبہ بالائی لطائف پر

Marfat.com

ہوتا تو اوپر اُڑتا۔ نچلے لطائف پر غلبہ ہوتا تو اُلٹا اُڑتا۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی محفل میں حاضر ہوتا اور دائیں طرف کھڑے ہونے کا حکم ملتا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود ہوتے۔

ایک دن چوکی پر مَیں ذکر کر رہا تھا اور ساتھی ہانڈی پکا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ساتھی نے دروازے پہ آ کر کہا کہ گھی نہیں ہے۔ ضبط شدہ گھی پڑا ہے، اُسے ہانڈی میں ڈال لوں؟ مَیں نے ہاں کہہ دیا۔ جب وہ کھانا کھایا تو تمام لطائف سیاہ ہو گئے۔ کیف و سرور جاتا رہا۔ اولیائے عظام کی محفلوں کی حاضری ختم ہو گئی۔ بڑی زاری اور عاجزی کی۔ آخر ایک دن قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا فرمایا: ”دائیں طرف کھڑے ہونے والو! بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔“

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ سنگیوں کی اصلاح میں لگے رہتے۔ کوئی سنگی اسباق میں سُستی کرتا تو اسے سمجھاتے کہ ہمارا طریقہ شریعت کا ہے، اس کی پابندی کرو۔ صرف نماز کی پابندی بھی کرتے رہو تو امید ہے بخشش ہو جائے گی۔ دنیا کی لذت پر نہ بھولو۔ عقبیٰ کا خیال کرو۔ وہ خود بھی ہمہ وقت ذکر میں مصروف رہتے اور اس کے فیوض و برکات پر پورا یقین رکھتے تھے۔ افتاد یا ابتلاء کے وقت اسی کا سہارا پکڑتے اور مسلسل کئی ماہ و سال اس پر مداومت کرتے۔ سنگیوں کو بھی مصیبت کے وقت ذکر کی تلقین کرتے بلکہ بعض اوقات خود بھی ذکر میں ساتھ شریک ہو جاتے۔

کالو اور مکھنی کا واقعہ ایسی ہی ایک مثال ہے۔ کالو غریب آدمی تھا۔ مکھنی بڑی خوش شکل تھی۔ برادری کے ایک بااثر آدمی نے، جس کے مقامی حکام کے ساتھ بھی تعلقات تھے، اسے اغواء کر کے دوسری ریاست میں منتقل کر دیا۔ معاملہ کالو کے

Marfat.com

بس سے باہر ہوگیا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کالو کے ساتھ مل کر وظیفہ شروع کر دیا۔ کافی عرصہ وظیفہ جاری رہا۔ کہتے تھے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وظیفہ اپنا اثر نہ دکھائے۔ آخر ایک دن مکھنی خود کالو کے پاس پہنچ گئی اور مقامی آبادی نے علاقائی غیرت اور انا کا مسئلہ بنا کر اسے تحفظ فراہم کر دیا۔ اثر ورسوخ اور سرکاری حمایت کے باوجود دوسرے فریق کو کامیابی نہ ہوئی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی کو خود بتایا کہ وہ وظیفہ یہ تھا: ''بسم اللہ الرّحمن الرّحیم، یا حیّ یا قیوم یا ذالجلال والاکرام بحقّ لا الٰہ الاّ انت سبحانک انّی کنت من الظالمین۔'' یہ وظیفہ ہزاروں کی تعداد میں روزانہ پڑھتے۔ یہاں تک کہ کامیاب ہوئے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بیان فرمایا کہ صوفی صاحب نے یہ وظیفہ مجھے بھی تلقین کیا اور فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے ساتھ آپ کو سپرد کرتا ہوں کیوں کہ انھوں نے مجھے اس کی اجازت دی تھی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ غنیۃ الطّالبین میں اس وظیفے کے فائدے میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر آصف بن برخیا اس وظیفے کا عامل تھا اور وہ اسی کی برکت سے ملکۂ سبا کا تخت یمن سے پلک جھپکتے میں لے آیا تھا۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورۂ یٰسین کی بہت تلاوت کرتے تھے۔ اس سے آپ میں بڑی تاثیر پیدا ہوگئی۔ ایک آدمی کی انگلیاں تشنج سے ٹیڑھی ہوگئی تھیں۔ آپ نے بہ قولِ خود قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصوّر کر کے ان پر دَم کیا۔ قدرت نے انھیں ٹھیک کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ بھینس کا دودھ بھی دوہنے لگا۔ یہ واقعہ علاقے میں

Marfat.com

جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاہدرہ چلے جانے کا سبب بنا۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب مَیں خواجہ محمد اکبر علی کے ہاں کوٹلی کالا بن گیا تو بابا فوجدار خان بھی وہاں موجود تھے۔ ان دونوں حضرات نے تجدیدِ بیعت کی خواہش کی اور اس کی تائید میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا حوالہ دیا جنھوں نے آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت کی تھی۔ چنانچہ ان دونوں خلفاء کی خواہش پر ان کی تجدیدِ بیعت کی گئی۔

بابا فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ سے کئی تصرّفات منسوب کیے جاتے ہیں۔ ان کی اپنی بیان کردہ روایات بھی کافی ہیں جن میں سے زیادہ تر پہلے بیان کی جاچکی ہیں۔ بہ ہر حال ان کے صاحبِ کرامت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کئی حضرات آپ کے مرید تھے۔ کاکا خان سکنہ سنگھوٹ بھی ان میں شامل ہے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درہال ملکاں میں چلّہ بھی کاٹا تھا۔ ملک برادری خاص طور پر آپ کی معتقد تھی۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو سحری کے وقت جندروٹ کے مقام پر ہوا۔ حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی اُس روز جندروٹ میں ان کے ہاں گئے۔ دونوں حضرات ایک چارپائی پر بیٹھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد زمان خان کی روایت کے مطابق حضرت شیخ نے محمد زمان کا بازو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ

Marfat.com

کے ہاتھ میں دیا۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ محمد زمان کو میرے ہمراہ کردو۔ ان شاء اللہ بارہ بجے کالو کے گھر سے واپس کردوں گا۔ حضرت شیخ مدظلہ العالی نے تھوڑی دور جا کر سنگیوں کو واپس کردیا اور میرا بازو پکڑ کر فرمایا کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھاؤ کہ آپ کو کوٹلی میں دفن کریں گے اور ان سے کہو کہ رشتہ داروں سے اجازت لے لیں۔ مَیں نے جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغام دیا تو انھوں نے صوبیدار نیک محمد صاحب سے فرمایا کہ جاؤ اور حضرت صاحب سے عرض کرو کہ جلدی پہاڑوں سے نکالنے کی کوشش کریں۔

سحری کے وقت وصال ہوگیا۔ ظہر کے وقت جندروٹ اور عصر کے وقت قمروٹی میں جنازہ ہوا۔ نصف شب کو کوٹلی روانگی ہوئی۔ جہاں خود حضرت شیخ مدظلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ قبر پہلے ہی تیار تھی۔ جامع الفردوس کی پائیں منزل میں دفن کردیے گئے۔ بعد میں ان کے پہلو میں سائیں محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین بھی ہوئی۔ اب دونوں کو خضری مسجد گل پور میں منتقل کردیا گیا ہے۔ جہاں سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ سکنہ انب کی قبر بھی ہے۔

Marfat.com

۲۳۔ سیّد غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہاری ڈڈیال کے رہنے والے تھے۔ نہایت شریف النفس اور پرہیزگار تھے۔ علاقے میں اپنی نجابت و شرافت کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ کا گھرانہ دین دار تھا اور دینی معاملات میں دوسروں کی راہ نمائی کرتا تھا۔

آپ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص عقیدت مند اور خلیفۂ مجاز تھے۔ لوگوں نے بڑی تعداد میں آپ سے تربیت پائی۔ آپ کے حلقۂ فیض میں ضلع جہلم کے بگا سائینلہ، کوٹلہ اور جہلم شہر سے ملحق علاقے تھے۔ آپ کے مریدین میں بٹل ضلع پونچھ کا ڈُلی خاندان بھی شامل تھا۔ آپ کے دو سنگی محمد اور چَن قابلِ ذکر ہیں۔ یہ جہلم کے علاقے کے تھے۔ دونوں اَن پڑھ مگر آداب شناس تھے، موقعے کی نزاکت کے مطابق گفتگو کرتے تھے اور مخاطب کو ساکت کر دیتے تھے۔

اُن دنوں علاقہ جہلم میں ایک پیر آیا کرتے تھے جنھیں ''پشوری پیر'' کہا جاتا تھا۔ ان کے ہمراہ گانے بجانے والوں کی ایک جماعت بھی ہوا کرتی تھی۔ محمد نے ایک دن ان کے بعض مریدوں سے کہا کہ آپ مرید تو پیر پشوری ہی کے رہیں مگر ہمارے پیر صاحب کی مجلس میں بھی آجایا کریں۔ اس سے آپ نمازی ہو جائیں گے۔ بعض حاسدوں نے اس سیدھی سی بات کو غلط رنگ دے کر پشوری پیر صاحب کو اکسایا کہ محمد آپ کے مریدوں سے کہتا ہے کہ آپ غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن جائیں۔ حاسدوں نے ایسی تصویر کشی کی کہ پشوری پیر صاحب کو غصہ آگیا۔ انھوں نے محمد کو بلوا بھیجا اور غصّے کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''غوث علی شاہ تیری ماں ناں خصم اے، بھین ناں خصم اے۔'' (غوث علی شاہ تمہاری ماں کا شوہر ہے، بہن کا شوہر ہے)

Marfat.com

محمد نے بڑی دانائی سے بات سے بات پیدا کی اور کہا: ''اس میں شک نہیں۔مَیں نے غوث علی شاہ کو اپنا خصم بنایا ہے جس میں میرے بہن بھائی اور اولاد بھی شامل ہے مگر جس طرح آپ خصم بناتے ہیں، اُس طرح نہیں بنتا۔آپ اپنی زبان پلید کررہے ہیں۔رہی آپ کی مرضی، جس طرح چاہیں سمجھیں۔مَیں نے تو سنگیوں سے صرف اِتنا کہا تھا کہ آپ مرید پیر پشوری ہی کے رہیں مگر ہو سکے تو شاہ صاحب کی مجلس میں بیٹھا کریں، نمازی ہو جائیں گے۔''

ادھر پیر غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شرافت اور مروّت کا یہ عالم تھا کہ اتفاق سے دونوں حضرات ایک ہی وقت میں اس علاقے میں موجود تھے۔شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سنگیوں کو فرمایا کہ آپ خوشی سے پیر پشوری کی محفل میں جا سکتے ہیں۔بلکہ محمد سے بھی کہا کہ ان کے ہاں سے ہو آئے۔مگر محمد نے کہا کہ میرا دل نہیں مانتا۔حکم ہو تو الگ بات ہے۔پھر اس نے اپنے موقف کی وضاحت یوں کی کہ پروانہ چراغ کی باریک لو پر تو اپنی جان دیتا ہے مگر بھانبھڑ کی طرف نہیں جاتا۔

پیر غوث علی شاہ کے بعد ان کے صاحبزادے پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز ہوئے۔دربارِ عالیہ سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔بڑے دلچسپ انداز کے خط لکھا کرتے تھے۔

دربارِ عالیہ کے بڑے مستری محمد شریف صاحب، شاہ صاحب ہی کے مخلص مریدوں میں سے ہیں۔اپنے پیر سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔بہاری کی عالی شان مسجد کی تعمیر و تیاری میں مستری صاحب کا بڑا حصّہ ہے۔دربارِ عالیہ سے ان کی جاں نثاری اور فداکاری کے بھی کئی پہلو ہیں اور اپنی مثال آپ ہیں۔

سیّد غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال ۲۸۔چیت ۱۹۹۵ بکرمی ہے۔

Marfat.com

۲۴۔ قاضی کرم علی خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ لام رجوعہ علاقہ بناہ تحصیل کوٹلی کے رہنے والے تھے۔ کلوترہ ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ میاں عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ بھی علاقہ نباہ کے موضع پکھرنی کے رہنے والے تھے۔ دونوں حضرات بہت متقی اور عبادت گزار تھے۔ قاضی کرم علی خان رحمۃ اللہ علیہ فقہی مسائل میں اچھا خاصا شغف رکھتے تھے۔

یہ دونوں حضرات چڑھدے والے پیر حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، باولی شریف کے مرید تھے۔ ان کے وصال کے بعد دونوں نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور سلوکِ مجدّدیہ طے کر کے صاحبِ اجازت ہوئے۔ دربارِ عالیہ سے دونوں کا رابطہ برقرار رہا۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

Marfat.com

۲۵۔ سیّد باقر شاہ

آپ تحصیل نکیال، فتح پور کے رہنے والے ہیں۔ بڑی عمر کے بزرگ ہیں۔ نیکی اور پارسائی میں معروف ہیں۔ طبیعت میں ظرافت ہے۔اس کہن سالی میں بھی جو آپ سے ملتا ہے، آپ کی باغ و بہار شخصیت کا تذکرہ کرتا ہے۔

حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی نے بتایا کہ سیّد باقر شاہ صاحب نے خود مجھ سے روایت کی کہ ہمارے علاقے میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات کا بڑا چرچا تھا۔آپ کے خلیفۂ مجاز حضرت میاں فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین بڑی تعداد میں تھے۔انھی کی بدولت ہمیں بھی آپ کی خدمت میں حاضری کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ ہم آٹھ دس سادات چھچیاں شریف حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست پیش کی۔قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ سادات خاندان سے تعلّق رکھتے ہیں، گولڑہ شریف والے بھی سیّد ہیں، آپ وہاں بیعت ہوں۔ یہ سن کر مَیں اور سیّد محمد شاہ صاحب رونے لگے۔اس پر آپ نے بندہ نوازی فرمائی اور ہم دونوں کو بیعت کر کے اسباق تلقین کیے۔

جن دنوں بابا فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ پھگواڑی گلی کی کسٹم چوکی پر تعینات تھے، حضرت شیخ مدّ ظلّہ العالی پھگواڑی گلی گئے۔آپ نے دیکھا کہ سائیں بگا علی نامی ایک عامل سیّد باقر شاہ صاحب کو چلّہ بٹھا رہا تھا اور انھیں کہتا تھا کہ آپ جن بھوت قابو کرنے کا طریقہ اخذ کرلیں۔جب یہ اطلاع سنگیوں تک پہنچی تو وہ پریشان ہوئے اور انھوں نے شاہ صاحب کو منع کیا اور ان پر واضح کیا کہ اس قسم کے عمل ہمارے طریقے میں جائز نہیں ہیں۔ چنانچہ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو عامل

Marfat.com

کے چنگل سے چھڑانے کے لیے مسجد میں اعتکاف بٹھا دیا۔ صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو اسباق تلقین کیے اور ذکر کا طریقہ بھی سمجھایا اور اجازت بھی دی۔ جب شاہ صاحب اعتکاف سے فارغ ہوئے تو دوسرے سنگیوں نے بھی بساط بھر آپ کی خدمت کی۔ یہ سب کوششیں ایک سنگی کو غیر شرعی عملیات سے بچانے کی تھیں۔

سیّد باقر شاہ صاحب کی آواز بڑی سُریلی تھی۔ اس پیرانہ سالی میں بھی آواز کا جادو موجود ہے۔ لوگ اس سے لطف و سرور حاصل کرتے ہیں۔ آپ وعظ بھی فرماتے تھے۔ تھکیالہ کے سنگیوں کا قافلہ جب قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پر بیٹھ کر شاہ صاحب کی قیادت میں الوداعی اشعار پڑھتا تو سب پر گریہ طاری ہو جاتا اور سننے والوں کو بھی خاص کیفیت محسوس ہوتی۔ ان اشعار کے بول کچھ یوں تھے:

سائل نوں امید لگی پکّی میل ہوسی دلبر دا

ضعیف العمری کی وجہ سے اب شاہ صاحب کے لیے دربارِ عالیہ کا سفر مشکل ہے۔ اب سائیں شاہ صاحب کے ذریعے، جو محکمہ اوقاف میں ملازم ہیں، پیغام آتے جاتے رہتے ہیں۔

سیّد باقر شاہ صاحب کے مریدوں میں سائیں فردا اور ڈبی والے سائیں کالو قابلِ ذکر ہیں۔ بعض اور حضرات بھی آپ کے ارادت مند ہیں۔

Marfat.com

۲۶۔ میاں حشمت علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والدِ محترم کا نام فضل دین رحمۃ اللہ علیہ عرف سائیں لِٹاں والے ہے۔ بنّے باغ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۵ء کے لگ بھگ فتح پور جبر ضلع میرپور میں ہوئی۔ ارائیں (کوکا) برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۷۶ برس کی عمر میں 1951ء میں وصال فرمایا۔ مزار پلاکھر بنا باغ میں ہے۔ پاس ہی سخی صاحب کا مزار ہے۔ یہ جگہ کلر سیداں سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

سیلانی طبیعت کے مالک تھے۔ میرپور سے پلاکھر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی گئے اور وہاں سے بنّے باغ ڈاک خانہ ڈھوک کھلوٹ میں قیام پذیر ہو گئے۔ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ دو بہنیں تھیں۔ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی قبریں منڈی کوٹلی میں ہیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظرہ قرآنِ مجید پڑھے ہوئے تھے۔ زندگی کا بیشتر حصّہ پلاکھر مسجد میں امامت اور قرآن مجید پڑھانے میں گذارا۔ شروع میں منڈی، کوٹلی کے پیر آفتاب حسین شاہ کے بڑے بھائی حضرت احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بعد میں قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تعلقات استوار ہو گئے۔ فتح پور جبر آتے تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور زیادہ وقت آپ کے پاس گذارتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ واضح طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ باقاعدہ بیعت ہوئے تھے یا نہیں؟

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قد ساڑھے پانچ فٹ کے قریب تھا۔ جسم درمیانہ تھا، موٹا، نہ پتلا۔ ناک لمبی تھی۔ داڑھی لمبی اور گھنی تھی۔ رنگ سفید تھا۔ عام طور

Marfat.com

پرتہ بند، قمیض اور پگڑی میں ملبوس رہتے۔ کیکر کے چھلکوں کا رنگ تیار کر کے اس میں لباس رنگ لیا کرتے تھے۔

میاں حشمت علی رحمۃ اللہ علیہ بے مقصد بات چیت کے عادی نہیں تھے۔ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کا ذکر کر کے لوگوں کی غفلت دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے وظائف میں قصیدہ بُردہ، قصیدہ غوثیہ، قصیدہ رومی، درود تاج اور دعائے سریانی شامل تھے۔

Marfat.com

۲۷۔ سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی وطن موضع وانگت پرگنہ لار، کشمیر بتایا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ آپ وہاں کے مشہور روحانی پیشوا جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ روحانیت کی طلب تھی۔ کسی مردِ کامل کی تلاش میں چل نکلے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں کوٹلی میں تھے اور حاجی محمد اشرف خادم خاص کے رشتہ داروں کی دعوت پر ان کے گھر گئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے سائیں عبدالحلیم اس محلِ وقوع تک پہنچ گئے مگر آگے بڑھے جاتے تھے کہ اچانک قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ وضو کے لیے باہر تشریف لائے۔ آپ نے انھیں دیکھا اور اجنبی جان کر بلوایا۔ ملاقات پر معلوم ہوا کہ یہی طالب اور یہی مطلوب ہیں۔

جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی قبلۂ عالَم سے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کا ایک تعریفی قول پہلے بیان ہو چکا ہے۔ شاید ایسی باتیں سائیں عبدالحلیم کی تشویق کا باعث بنی ہوں۔

سائیں عبدالحلیم قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے، سلوک کی تکمیل کی اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔ مقبوضہ کشمیر میں آپ کا کافی حلقۂ اثر تھا۔ تاہم حافظ فضل کریم صاحب خادم خاصِ دربارِ عالیہ کے والدِ محترم مولوی امیر علی صاحب، میاں ستار محمد سکنہ انب کے کچھ رشتے دار اور تھن پال اور رجور کے بعض لوگ بھی آپ کے مرید تھے۔

سائیں عبدالحلیم اور میاں ستار محمد میں بہت باہمی محبت تھی۔ میاں ستار محمد کے دو فرزند محمد صادق اور عبدالحق تھے۔ سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی بیٹا

Marfat.com

محمد اسمٰعیل عرف کالوتھا اور ایک بیٹی سلیمہ۔ سلیمہ کی شادی محمد صادق صاحب سے ہوئی۔ کالو اور عبدالحق دینی تعلیم کے لیے پٹھان کوٹ گئے اور حافظ محکم دین رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ عبدالحق تو زندگی بھر اپنے استاد ہی کے ہو کر رہ گئے لیکن کالو ۱۹۴۷ء کے بعد مقبوضہ کشمیر چلے گئے۔ آبائی طور پر بکروال تھے، اس لیے یہی پیشہ اختیار کیا۔ کچھ عرصے کے بعد سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ بھی مقبوضہ کشمیر چلے گئے۔ اس کے بعد دربارِ عالیہ سے ان کا رابطہ منقطع ہو گیا۔

سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سلیمہ زوجہ محمد صادق انب میں رہ گئی تھیں، وہ بکروالوں سے اکثر رابطہ کر کے ان کے متعلق دریافت کرتیں۔ بکروال بھی محض ان کی دل جوئی کی خاطر طرح طرح کے فرضی افسانے بیان کر کے ان کا جی بہلا دیا کرتے۔ جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے میاں محمد بشیر صاحب جو مقبوضہ کشمیر میں اسمبلی ممبر تھے، پاکستان آئے تو سلیمہ نے رشتہ داری کے ناتے سے ان سے بھی والد اور بھائی کے احوال پوچھے مگر وہ بھی الف لیلوی انداز میں ان کی خیریت کی خیالی تصویر کشی کر کے ٹال گئے۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر میں رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے دونوں علاقوں کے بہت سے لوگ ایسی ہی دردناک صورتِ حال کا شکار چلے آ رہے تھے۔

دربارِ عالیہ کو بھی ایک مخلص سنگی اور خلیفۂ مجاز کے حالات جاننے کا خیال رہتا مگر عدمِ رابطہ کی وجہ سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ تا آں کہ حضرت شیخ خواجہ محمد صادق مدظلہ العالی سرہند شریف حاضری کے لیے ہندوستان گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات نذیر احمد صاحب نامی ایک شخص سے ہوئی جو مقبوضہ کشمیر کی عدلیہ میں ایک ذمّہ

Marfat.com

دار عہدے پر فائز ہیں۔ انھیں فرائضِ منصبی کی ادائگی کے لیے جموں اور سری نگر دونوں مقامات پر جانا پڑتا ہے۔ اُن سے اِس مسئلے کا ذکر ہوا تو انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے کوائف معلوم کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

جب نذیر احمد صاحب کو کوئی معقول ذریعہ میسّر نہ آیا تو سردیوں میں نامساعد حالات کے باوجود وہ خود روانہ ہوئے اور بڑی مشکلوں سے وانگت پہنچے۔ وہاں ان کی ملاقات مولانا عبدالرشید صاحب اور صوفی عبدالکریم صاحب جیسے بعض مستند علماء سے ہوئی۔ انھوں نے جی صاحب لاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی جہاں آپ کے ساتھ مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا اور میاں نظام الدین کے مزارات بھی ہیں۔ سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سےء متعلق کسی کو کوئی علم نہیں تھا۔ عوامی قبرستان میں محض ایک قبر کی نشان دہی کی گئی۔ برف باری کی وجہ سے اس کی تحقیق اور تصدیق ممکن نہ تھی۔ نذیر احمد صاحب معاملے کو آئندہ کے لیے موخر کر کے واپس آ گئے۔ انھوں نے یہ ساری باتیں اپنے ایک خط میں بیان کیں اور یہ بھی لکھا کہ سائیں کالو بھی وفات پا چکے ہیں اور ان کی قبر راجوری میں بتائی گئی ہے۔

سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ اور سائیں کالو کے احوال کا عقدہ ۳۱۔ جنوری ۱۹۹۰ء کو کُھلا جب سائیں کالو ویزے پر آزاد کشمیر آئے۔ انھوں نے دربارِ عالیہ پر حاضری دی اور بتایا کہ ان کے والد رحمۃ اللہ علیہ جب تک صحت مند رہے، دورے پر رہے اور لوگوں کی روحانی تربیت میں لگے رہے مگر جب بیمار ہوئے تو میرے ساتھ رہنے لگے۔

سائیں کالو نے بتایا کہ وانگت سے منتقل ہو کر ہمارے کنبے کا قیام سنڈر بن

Marfat.com

میں ہے جو نالہ ویری پتن اور اکھنور کے درمیان واقع ہے۔ بکروال ہر سال بارہ بیساکھ کو سنڈر بن سے اندرون وادی کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں۔ زین بنا رکھی ہے۔ والد مرحوم کو گھوڑے پر سوار کر کے ساتھ لے جاتے تھے۔ آپ مسجد میں قیام کرتے تھے۔ سنڈر بن میں ایک چھوٹی سی مسجد میں رہتے تھے۔

ایک سال بارہ بیساکھ کو جب ہم سنڈر بن سے روانہ ہوئے تو بھنگائی پہنچے۔ یہ گاؤں راجوری میں تھنہ منڈی اور شاہدرہ کے درمیان واقع ہے۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''آگے نہ چلیے ورنہ واپس لانا پڑے گا۔'' پھر ایک پتھر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ پتھر سرہانے رکھنا! پھر فرمایا: ''یہاں مسجد اور چشمہ بھی ہے!'' امام صاحب نے عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے غسل کیا اور خود کپڑے پہنے۔ معمولات بھی جاری تھے۔ مغرب کی نماز شروع کی۔ تیسری رکعت کے سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ نماز کے بعد دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی۔ مَیں نے لوئی بچھا کر اوپر لٹا دیا۔ رات بھر قرآن مجید پڑھا گیا۔ دوسرے بکروال بھی آ گئے۔ محمد شفیع صاحب امام مسجد شاہدرہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں شاہدرہ کے کئی مقامی لوگوں نے بھی شرکت کی۔ لکڑی کے پَھلے (تختے) ڈال کر آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ان کے تبرکات میں موٹی تسبیح، لمبا کُرتہ اور سوئی باقی ہیں۔ دیگر اشیاء تقسیم کر دی گئیں۔

یہ بیٹے کی باپ کے بارے میں مستند اطلاع تھی۔ اس کی روشنی میں مہنڈر اور راجوری کے سنگیوں کو مزار پر حاضری اور مزید جانکاری کے لیے بھیجا گیا اور انھیں مزار کی حفاظت اور ختم کے اہتمام کا احساس بھی دلایا گیا۔

اب سائیں کالو بھی انتقال کر چکے ہیں۔ چند برس پہلے ان کا بیٹا بھی آیا تھا۔

Marfat.com

ان کا دربارِ عالیہ سے رابطہ قائم رہتا مگر ریاست میں تحریکِ آزادی کی وجہ سے ہندو سامراج نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور تا حال سب رابطے منقطع ہیں۔

سلیمہ بھی وفات پا چکی ہیں۔ گاہے بہ گاہے دربارِ عالیہ سے نامہ و پیام ہوتا رہتا تھا۔ ان کے شوہر محمد صادق بھی انتقال کر گئے ہیں۔

جب سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ انب میں ہوتے تھے تو انھوں نے بیان کیا تھا کہ ایک شام مَیں اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ دریائے پونچھ عبور کرنا چاہتا تھا۔ کشتی موجود نہ تھی۔ دریا بھی قدرے طغیانی پر تھا۔ پتن بھی اجنبی تھا اور دور دور تک کوئی راہنما بھی دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ رات سر پر تھی۔ جہاں سے عبور کرنا چاہتا تھا، وہ گزر نہ تھا۔ وہاں سے گذرنا موت کو دعوت دینا تھا۔ اتنے میں بیٹے نے کہا: ''وہ دیکھو! بابا اس پار اشارہ کر رہا ہے۔'' مَیں نے دیکھا تو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اشارے سے بتا رہے تھے کہ دریا کہاں سے عبور کیا جائے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق بہ خیر و خوبی عبور کر لیا۔ آپ تھوڑا آگے چلے اور راستے کی نشان دہی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ غائب ہو گئے۔ اس وقت آپ کو وصال فرمائے چند سال ہو چکے تھے۔

دربارِ عالیہ کی خواہش اور کوشش تھی کہ سائیں عبدالحلیم لاروی رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر میں منتقل کر دیا جائے۔ ۱۹۹۰ء میں ان کے مزار کے بارے میں حتمی اطلاع ملی تھی اور یہ معاملہ اُسی وقت سے زیرِ غور چلا آ رہا تھا، تا آن کہ مشیّتِ الٰہی کے تحت ۲۰۰۶ء میں یہ مرحلہ بہ حسن و خوبی انجام پایا۔ مقبوضہ کشمیر کی جانب سے مولانا عبدالغنی صاحب اور دیگر سنگی اِس منتقلی پر مامور تھے جب کہ آزاد کشمیر کی

Marfat.com

طرف سے حافظ عبدالرّحیم صاحب کی ذمہ داری تھی کہ وہ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت تحویل میں لیں۔

منتقلی کے لیے مناسب موقعے کی تلاش میں جانبین کو مہینہ، ڈیڑھ مہینہ تگ ودو کرنا پڑی۔ آخر ۹۔ ستمبر ۲۰۰۶ء کو سہ پہر تین بجے حافظ عبدالرّحیم صاحب کو آزاد کشمیر میں تابوت سپرد ہوا۔ منتقلی کا یہ سارا عمل انتہائی رازداری سے انجام پایا۔ اُسی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان تابوت دربارِ عالیہ اگھار پہنچا اور ایک کمرے میں بہ حفاظت رکھ دیا گیا۔ خضری مسجد (گل پور) میں تدفین کے انتظامات ہونے لگے۔

۱۰۔ ستمبر ۲۰۰۶ء کو سہ پہر ساڑھے چار بجے استاد غلام حسین صاحب، حافظ فضل کریم صاحب، پروفیسر اکبر داد صاحب، مستری محمد مقصود صاحب اور حاجی محمد مسعود صاحب جیسے چند ساتھی دربارِ عالیہ سے تابوت لے کر روانہ ہوئے اور پانچ بجے خضری مسجد پہنچے۔ تابوت شمالی کمرے میں رکھ کر کمرہ مقفل کر دیا گیا۔ نمازِ عصر باجماعت ادا ہوئی اور اس کے فوراً بعد تدفین کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس مسجد کے جوار میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تین مخلصین کی قبریں پہلے سے موجود ہیں: صوفی فوجدار خان رحمۃ اللہ علیہ سکنہ قمروٹی، سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ سکنہ انب، ڈڈیال اور سائیں محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ سکنہ لٹوئی، سائیں عبدالحلیم لاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سائیں محمد حلیم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی پائنتی بنا۔ تدفین شام سات بجے مکمل ہوئی۔ اس کے بعد ہر جمعرات کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ حاجی پیر صاحب مدّ ظلّہ ختم شریف کی قیادت کرتے رہے۔

۸۔ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو لوحِ مزار بھی نصب کر دی گئی۔ ۲۔ نومبر ۲۰۰۶ء کو بڑے پیمانے پر

Marfat.com

دُعا کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریباً ایک سو معلمین، ایک سو تیس طلبہ اور دربارِ عالیہ کے زائرین کی خاصی تعداد موجود تھی۔ صاحبزادہ حاجی پیر صاحب مدّظلّہ العالی نے دُعا کرائی۔

سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۸۔ بیسا کھ کو ہوا تھا، سالِ وفات کا علم نہیں تھا۔ درست سالِ وفات جاننے کے لیے مقبوضہ کشمیر میں مولانا عبدالغنی صاحب سے رابطہ کیا گیا۔ ان کے جوابی خط کا ایک اقتباس یہاں درج کیا جا رہا ہے:

''ان کی نمازِ جنازہ قاضی محمد شفیع، جو پھنگائی کے امام مسجد تھے، نے پڑھائی۔ ان کی بیوی مسماۃ خاتون بیگم نے قبر کی نشان دہی کرائی۔ اُس وقت یہ شادی شدہ تھیں۔۔۔ مزید معلومات کے بارے میں کچھ ٹائم لگے گا کیوں کہ مولانا غلام رسول صاحب سے تفصیل سے بات ہوئی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سفر میں ہیں۔ تھوڑے دن بعد سنڈر بن آ جائیں گے۔ پھر ملاقات پر جواب عرض کروں گا۔''

اس سلسلے میں تا حال کوئی مصدّقہ اطلاع نہیں مل سکی۔

خضری مسجد کے قریب موضع ارنا میں سائیں عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مولوی امیر علی صاحب موجود ہیں۔ آپ حافظ فضل کریم صاحب کے والد ماجد ہیں۔ پیرانہ سالی اور کمزوری کے باوجود اپنے پیر و مرشد کے مزار پر اکثر حاضری دیتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com